إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ - 15

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآناً عجبا

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ -15

نگہت ہاشمی

AL NOOR PUBLICATIONS
النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 15)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2 ، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمد للّٰہ رب العلمین و الصلاۃ و السلام علی النبي الکریم و علی آله و صحبه أجمعین.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہوگی۔ **وللّٰہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ــــ دوسروں کو سکھائیں   خود پڑھیں ــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

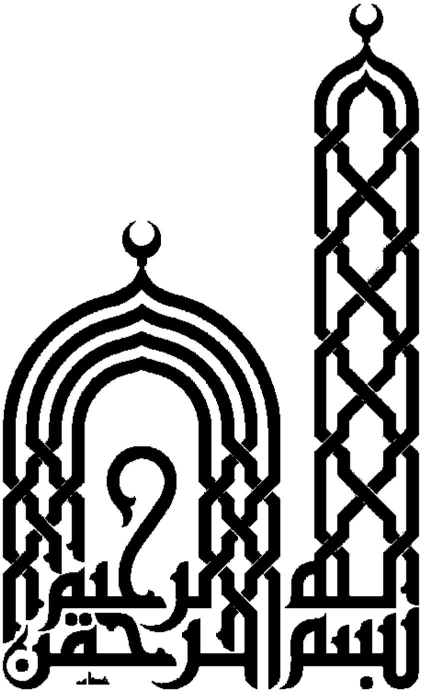

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سورت بنی اسرائیل کہاں نازل ہوئی؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔

سوال 2: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں 12 رکوع اور 111 آیات ہیں۔

سوال 3: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ پچاسویں سورت ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے سترھویں سورت ہے۔

سوال 4: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ کہف اور سورۃ مریم سب سے پہلے، سب سے بہتر اور سب سے بڑی فضیلت والی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے کبھی تو اس طرح پے در پے لگا تار رکھتے چلے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورا مہینہ روزوں میں ہی گزار دیں گے اور کبھی کبھی بالکل ہی نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ اس مہینے روزے رکھیں گے ہی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر رات سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الزمر پڑھا کرتے تھے۔ (ابن کثیر: 166/3)

سوال 5: اس سورت کے اور کون سے نام ہیں؟

جواب: اس سورت کا نام سورۃ الاسراء بھی ہے۔

سوال 6: اس سورۃ کا آغاز تسبیح سے کیا گیا ہے۔ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کے بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے رب سے ملاقات کا تذکرہ ہے۔ ایسی فضا میں تسبیح سے زیادہ کوئی چیز مناسب نہیں۔

(2) تسبیح یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر نقص سے پاک ٹھہرانا ایسے موقعوں پر ہوتا ہے جب کسی بہت بڑے واقعے کا ذکر ہو۔

(3) تسبیح کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ظاہری اعتبار سے یہ واقعہ خواہ کتنا ہی محال ہو اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں۔ وہ اسباب کا پابند نہیں۔ اسباب انسانوں کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کوتاہیوں اور کمیوں سے پاک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا

"پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے

الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ﴾

تاکہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے" (1)

سوال 1: واقعہ اسراء و معراج کی وضاحت ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ ... السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ﴾ "پاک ہے وہ (اللہ تعالیٰ)" اللہ رب العزت نے اپنی مقدس ذات کی شان اور بزرگی بیان فرمائی ہے۔ اس نے اپنی ہمہ گیر قدرت کو بیان فرمایا ہے۔ یقیناً اس کے افعال عظیم ہیں۔ اس کے سوا کوئی بھی جلال اور کمال کے لائق نہیں۔ اس کے احسانات عظیم میں سے ایک یہ ہے کہ وہ:

(2) ﴿اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا﴾ "اپنے بندے کو ایک رات لے گیا" یعنی وہ اپنے بندے محمد ﷺ کو ایک رات مختصر وقفے میں مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔

(3) آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ "اسراء" کا یہ واقعہ رات کے ابتدائی حصے میں پیش آیا اور سفر مسجد حرام سے شروع ہوا مگر صحیح حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کو سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے رات کے اس سفر پر لے جایا گیا۔ (تفسیر طبری: 9/15)
(تفسیر سعدی: 1444/2)

(4) ﴿مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا﴾ "مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک" مسجد حرام سے جو تمام مساجد سے افضل ہے مسجد اقصیٰ تک جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے عہد تک تمام پیغمبروں کا مرکز رہی ہے۔

(5) مسجد اقصیٰ بیت المقدس فلسطین میں ہے جو القدس یا ایلیاء میں ہے۔ چونکہ مکّہ سے بیت المقدس کی مسافت چالیس دن کی ہے اس اعتبار سے مسجد حرام کے مقابلے میں مسجد اقصیٰ کو دور کی مسجد کہا گیا۔ محمد ﷺ سے ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تمام انبیاء اس پاک سرزمین پر جمع ہوئے۔

(6) بیت المقدس پچھلے انبیاء علیہم السلام کی اکثریت کی دعوت کا مرکز رہا ہے۔ اس اعتبار سے یہ موزوں ترین مقام تھا جہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کی ملاقات اور امامت کی تقریب منعقد کی جاتی۔

(7) آپ ﷺ نے اسی مقام پر انبیاء علیہم السلام کی امامت کے فرائض سر انجام دیے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تمام امور کے امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے اور تمام انبیاء علیہم السلام پر رحمتیں، برکتیں اور سلامتیاں نازل فرمائے۔ ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ﴾

(8) ﴿الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾ ''جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے'' بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کے آس پاس اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت رکھی ہے۔ اردگرد پھلوں سے لدے باغات، ہرے بھرے کھیت، غلے اور پھلوں کی کثرت ہے۔

(9) یہ بھی اللہ تعالیٰ کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کو دیگر مساجد پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

(10) مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کے لئے دور سے سفر کر کے جانے کا مطالبہ ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ نے اس پاک سرزمین کو انبیاء علیہم السلام اور اس کے چنے ہوئے بندوں کے رہنے کے لئے منتخب فرمایا۔

(12) مسجد اقصیٰ کی برکات دینی بھی ہیں اور دنیاوی بھی۔ دینی برکات تو یہ ہیں کہ وہ تمام انبیاء سابقین کا قبلہ اور تمام انبیاء علیہم السلام کا مسکن ومدفن ہے اور دنیاوی برکات اس کی زمین کا سرسبز ہونا اور اس میں عمدہ چشمے، نہریں اور باغات وغیرہ کا ہونا ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ملک شام تو تمام شہروں میں سے میرا منتخب خطہ ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو پہنچاؤں گا۔'' (قرطبی)

(13) دنیا میں چار مواضع وہ ہیں جن میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ یعنی حرمین، اقصیٰ اور طور۔ (اشرف الحواشی: 339/1)

(14) ﴿لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا﴾ ''تاکہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں'' اسراء کی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر قاسمی: 187/10)

(15) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو یہ سیر اس لئے کروائی تاکہ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے اپنے رب کی کچھ بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' (النجم: 18)

(16) معراج کے واقعہ میں نبی اکرم ﷺ سے بہت سی صحیح احادیث منقول ہیں۔ ان میں ان تمام امور کی تفاصیل مذکور ہیں جن کا آپ ﷺ نے مشاہدہ کیا۔ آپ ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا وہاں سے آسمانوں پر لے جایا گیا حتیٰ کہ آپ تمام آسمانوں کے اوپر چلے گئے۔ وہاں آپ نے جنت، جہنم اور تمام انبیاء کرام کو ان کے مراتب کے مطابق دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کیں، پھر آپ موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے بار بار اپنے رب کے حضور حاضر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے رہے حتیٰ کہ وہ بالفعل پانچ ہوگئیں مگران کا ثواب پچاس نمازوں کا ہے۔اس رات آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو بہت سے مفاخر عطا کئے گئے جن کی مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(تفسیر سعدی:1445/2)

(17) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی نشانیاں دکھائیں جن سے ہدایت، بصیرت، ثبات اور قوت تفریق و امتیاز میں اضافہ ہوا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ پر عنایت اور لطف و کرم ہے کہ اس نے تمام امور میں آپ کے لئے بھلائی کو آسان فرما دیا اور آپ ﷺ کو ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا جن کی بنا پر آپ نے تمام اولین و آخرین پر فوقیت حاصل کی۔(تفسیر سعدی:1444/2)

(18) ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ﴾ ''بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں خوب سن رہا ہے، ان کی بھی جو یقین رکھتے ہیں، ان کی بھی جو شک میں مبتلا ہیں۔ان کی بھی جو مسلمان ہیں، ان کی بھی جو کافر ہیں۔

(19) ﴿الْبَصِيْرُ﴾ ''سب کچھ دیکھنے والا ہے'' وہ سب کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

(20) کسی بھی واقعے کو پوری صحت کے ساتھ وہی بیان کرسکتا ہے جو عینی شاہد ہو اور جس نے واقعے کی جزویات حتیٰ کہ بہت دھیمی اور خفیہ باتوں کو بھی سنا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو صفات کے توسط سے یقین دہانی کروائی ہے کہ اس واقعے کا گواہ وہ ہے جس نے سب کچھ دیکھا اور سنا ہے لہٰذا اس کی صداقت میں شبہ نہیں ہوسکتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی صفت عبدیت سے کیا ثابت فرمایا ہے؟

جواب: (1) صفت عبدیت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تمام تر عروج کے باوجود رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے ہی ہیں۔

(2) صفت عبدیت کا تذکرہ اس اعتبار سے بھی کیا گیا کہ بندے کے مقام اور رب کے مقام میں فرق واضح رہے کیونکہ اسی وجہ سے پہلے لوگوں نے ٹھوکریں کھائیں جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کی وجہ سے لوگوں نے آپ علیہ السلام کی ذات میں الوہیت کو جمع کردیا۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں، قرآن مجید کو نازل کرنے کے ذکر کے مقام پر (سورۃ فرقان میں) اور جہاں قرآن کی بابت چیلنج کیا گیا، (سورۃ البقرۃ میں) ان تینوں مقامات میں نبی ﷺ کی صفت عبودیت (آپ کے بندے ہونے کی خوبی) کو بیان فرمایا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ مقامات بلند اپنے رب کی عبودیت کی تکمیل کی وجہ ہی سے حاصل کئے ہیں۔(تفسیر سعدی:1445/2)

سوال 3: واقعہ اسراء اور معراج کو احادیث کی روشنی میں بیان کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایک دفعہ بیت اللہ کے قریب نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ایک تیسرے آدمی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے بھرپور تھا۔ میرے سینے کو پیٹ کے آخری حصے تک چاک کیا گیا۔ پھر میرا پیٹ زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس ایک سواری لائی گئی سفید، خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی یعنی براق۔ میں اس میں سوار ہو کر سیدنا جبریل علیہ السلام کے ساتھ چلا۔'' (بخاری:3207)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے لیے براق لایا گیا۔ براق ایک سفید لمبا گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا جانور ہے۔ منتہائے نگاہ تک اپنے پاؤں رکھتا ہے۔ میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور اسے اس حلقہ سے باندھا جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے جانور باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔ میں نے اس میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر میں نکلا تو سیدنا جبریل علیہ السلام دو برتن لائے ایک برتن میں شراب اور دوسرے برتن میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پسند کیا۔ سیدنا جبریل علیہ السلام کہنے لگے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت کو پسند کیا۔ پھر سیدنا جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ آسمان کی طرف چڑھے۔ فرشتوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو فرشتوں نے پوچھا: آپ کون؟ کہا: جبریل۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرشتوں نے پوچھا: کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں! بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو ہم نے سیدنا آدم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا گیا تو فرشتوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پھر پوچھا: آپ کون؟ کہا: جبریل۔ اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہوں پوچھا کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں! بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے دونوں خالہ زاد بھائیوں سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو دیکھا۔ دونوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر سیدنا جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ تیسرے آسمان پر گئے تو دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ کہا: جبریل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرشتوں نے پوچھا: کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں! بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھولنے کے لیے کہا گیا تو پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ کہا: جبریل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ فرشتوں نے پوچھا: کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں! بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھلا تو میں نے سیدنا ادریس علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ سیدنا ادریس علیہ السلام کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ ''ہم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے۔'' پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔ جب سیدنا جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا: کیا آپ کون ہیں؟ کہا: جبریل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ پوچھا گیا: کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں! بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا تو میں نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف چڑھایا گیا جب سیدنا جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا: کون؟ کہا: جبریل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ پھر پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! بلائے گئے ہیں۔ ہمارے لیے دروازہ کھولا تو میں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔ جب سیدنا جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کا کہا تو فرشتوں نے پوچھا: کون؟ کہا: جبریل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! ان کو بلانے کا حکم ہوا ہے پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کی طرف پشت کیے اور ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا اور بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور انہیں دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملتا (فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے) پھر سیدنا جبریل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گئے اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح بڑے بڑے تھے اور اس کے پھل بیر جیسے اور بڑے گھڑے کے برابر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب اس درخت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھانکا گیا تو اس کا حال ایسا پوشیدہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس کے حسن (خوب صورتی) کو بیان کر سکے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔'' پھر وہاں سے واپس سیدنا موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا: آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: ''پچاس نمازیں دن رات میں۔'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے رب کے پاس واپس جا کر ان سے کم کا سوال کریں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی امت میں اتنی طاقت نہ ہو گی کیونکہ میں بنی اسرائیل میں اس کا تجربہ کر چکا اور آزما چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے پھر واپس جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا کہ میری امت پر تخفیف فرما دیں تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔" میں پھر واپس آ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اس کی بھی طاقت نہیں۔ اپنے رب کے پاس جا کر ان میں تخفیف کا سوال کریں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس طرح اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور موسیٰ کے پاس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آتا جاتا رہا اور پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور ہر نماز کا ثواب اب دس نمازوں کے برابر ہے۔ اس طرح (ثواب کے اعتبار سے) پچاس نمازیں ہوگئی اور جو آدمی کسی نیک کام کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کر سکے تو میں اسے ایک نیکی کا ثواب عطا کروں گا اور جو آدمی برائی کا ارادہ کرے لیکن اس کا ارتکاب نہ کرے تو اس کے نامہ اعمال میں یہ برائی نہیں لکھی جاتی اور اگر برائی اس سے سرزد ہو جائے تو میں اس کے نامہ اعمال میں ایک ہی برائی لکھوں گا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں پھر واپس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کو بتایا تو انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کا سوال کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اپنے پروردگار کے پاس (اس سلسلہ میں) بار بار آ جا چکا ہوں۔ یہاں تک کہ اب مجھے اس کے متعلق اپنے اللہ (عزوجل) کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔" (صحیح مسلم: 411)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے براق لایا گیا۔ براق لگام لگایا ہوا تھا اور اس پر کاٹھی کسی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سوار ہوتے وقت دقت محسوس کی تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہہ کر جھڑکا: تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کر رہا ہے، تجھ پر اب تک ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی معزز شخص سوار نہیں ہوا ہے، یہ سن کر براق پسینے پسینے ہو گیا۔ (ترمذی: 3131)

سوال 4: منکرین احادیث کی تاویلات اور ان کا رد بیان کریں؟

جواب: منکرین حدیث آیت کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اسراء سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہجرت ہے جس کا آغاز رات کو ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ سے مراد دور کی مسجد یعنی "مسجد نبوی" ہے۔ یہ تاویل کئی لحاظ سے غلط ہے مثلاً

(1) بخاری کی صحیح حدیث کے مطابق ہجرت کے سفر کا آغاز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے ہوا تھا جب کہ اس واقعہ کا آغاز مسجد حرام سے ہوا۔

(2) واقعہ ہجرت بخاری کی اس روایت کے مطابق دوپہر کی کڑکڑاتی دھوپ کے وقت ہوا تھا جب کہ لوگ آرام کر رہے تھے مگر معراج کا آغاز رات کو ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) واقعہ ہجرت ایک رات یا راتوں رات نہیں ہوا تھا بلکہ اس سفر میں پندرہ دن اور پندرہ راتیں لگ گئے تھے جب کہ معراج کا واقعہ ایک ہی رات میں ہوا تھا۔

(4) مسجد اقصیٰ کے عرفی مفہوم کو چھوڑ کر اس کے لغوی معنی ''دور کی مسجد'' مراد لینا خلاف دستور فلہٰذا باطل ہے۔

(5) مسجد نبوی کی تو تعمیر ہی بعد میں ہوئی پھر یہ آپ ﷺ کے سفر کی آخری منزل کیسے بن سکتی ہے اور واقعہ معراج سے اس بنا پر انکار کیا جاتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے سمت مقرر ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ یہ بحث دراصل استواء علی العرش کی بحث ہے اور یہ طویل ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ (تیسیر القرآن:563/2)

سوال 5: کیا معراج بیداری میں ہوئی یا خواب میں؟

جواب: اسراء (معراج) کا واقعہ بیک وقت جسم اور روح کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اگر آپ کو معراج جسم اور روح کے ساتھ نہ ہوئی ہوتی تو اس میں آیت کبریٰ کا کوئی مفہوم ہے نہ کسی بڑی منقبت کا کوئی پہلو ہے۔ (تفسیر سعدی:1444/2)

﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا

''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اُسے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا

مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا﴾

کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا''(2)

سوال 1: پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کے معراج کا بیان تھا اور اس آیت میں کلیم اللہ کا بیان ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر نبوت محمدی اور نبوت موسوی، قرآن اور تورات اور دونوں کی شریعتوں کو مقرون (ساتھ ساتھ) بیان کیا ہے کیونکہ دونوں کی کتابیں سب سے افضل، دونوں کی شریعتیں سب سے کامل، دونوں کی نبوتیں سب سے اعلیٰ اور دونوں کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں۔ (تفسیر سعدی:1446/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب کس مقصد کے لیے دی تھی، اس کی وضاحت ﴿وَاٰتَيْنَا...وَكِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' یعنی تورات۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَجَعَلۡنٰهُ هُدًى لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾ ''اور اُسے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اس مقصد کے لیے دی گئی کہ بنی اسرائیل پر حجت تمام کردی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک اُس کو رسولوں کے ذریعے ہدایت نہ دے دی جائے۔

(3) بنی اسرائیل علم حق تک پہنچنے کے لئے تورات سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

(4) کتاب کو ہدایت اس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا تاکہ منصب امامت کے لیے جو بنیادی اہلیت درکار ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے تمام معاملات اُس کے حوالے کیے جائیں، بنی اسرائیل وہ اہلیت اپنے اندر پیدا کرلیں یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنالیں۔

(5)﴿اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَكِیۡلًا﴾ ''کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا'' اور ہم نے اس مقصد کے لیے ان کی طرف کتاب نازل کی تاکہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، صرف اسی کی طرف رجوع کریں، اپنے دینی اور دنیاوی امور میں اکیلے اسی کو اپنا کارساز اور مدبر بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کے ساتھ الوہیت کا کوئی تعلق نہ رکھیں جو کسی چیز کی مالک نہیں اور نہ وہ انہیں کوئی نفع دے سکتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1446/2)

سوال 3: انسان کب اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بناتا ہے؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل تب بناتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور عظمتوں کو پہچان لیتا ہے۔

(2) جو شخص غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کو پانا شروع کردیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنالیتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنانے سے انسان کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنا کر ہی انسان ایمان والی زندگی گزار سکتا ہے۔

(2) مومن دعوت حق دینے کے قابل ہی تب ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنالیتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنانے سے انسان اپنی تمام اُمیدیں اللہ تعالیٰ سے باندھ لیتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنانے سے انسان اپنے تمام تر اندیشے اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرلیتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنالینے سے انسان کے اندر کامل بے غرضی پیدا ہوتی ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنالینے سے انسان کے اندر کامل یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنانے سے ہی کامل سپردگی پیدا ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 5: واقعہ معراج کے فوراً بعد بنی اسرائیل کا تذکرہ کس اعتبار سے کیا گیا؟

جواب: (1) واقعہ معراج کے بعد بنی اسرائیل کے تذکرے میں حکمت ہے۔ مسجد اقصیٰ اس علاقے کا دل ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بسایا پھر وہاں سے نکالا۔ اس لیے مسجد اقصیٰ کے ساتھ اُس کے باشندوں کا بھی ذکر کیا گیا۔

(2) یہاں ایک طرف محمد رسول اللہ ﷺ کے عروج کا ذکر ہے اور دوسری طرف بنی اسرائیل کے زوال کا ذکر ہے۔

(3) ہجرت کے فوراً بعد چونکہ بنی اسرائیل نے آپ ﷺ کا مخاطب بننا تھا اس لیے بنی اسرائیل کے عروج و زوال اور اُن کے انجام پر تاریخی تبصرہ کر کے سمجھایا گیا کہ عروج و زوال میں اصلاح اور فساد کا کتنا دخل ہوتا ہے۔

(4) بنی اسرائیل کے توسط سے اہل مکہ کو سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے مال دار طبقے میں بگاڑ پیدا کر دیا جاتا ہے اور اس طرح سے اُن کے توسط سے سب ہی ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔

(5) یہاں بنی اسرائیل کا تذکرہ اس اعتبار سے بھی کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حامل کتاب کے مقام سے معزول کر دیا تھا کیونکہ اُن کے اندر اس منصب کی اہلیت ختم ہو گئی تھی۔ آئندہ آنے والی اُمت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے اس میں کوئی استثناء نہیں۔

﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾

”اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا! یقیناً وہ بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا۔“ (3)

سوال 1: یہودیوں کو اپنے بزرگوں کی طرح شکر گزار ہونا چاہئے، اس کی وضاحت ﴿ذُرِّيَّةَ ... شَكُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ﴾ ”اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا!“ یعنی تم ان لوگوں کی اولاد ہو جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا، جنہیں عالم گیر طوفانوں سے بچایا۔

(2) طوفان نوح کے بعد وہی لوگ بچے تھے جو سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اور ساری انسانیت ان ہی کی اولاد ہے۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار ہونے والے مومن بندے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ بتایا ہے کہ ایمان والے کا اصلی شجرہ نسب ایمانی ہوتا ہے۔

(4) ﴿اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾ ”یقیناً وہ بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا“ اس میں سیدنا نوح علیہ السلام کی، ان کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کرنے اور شکر گزاری کی صفت سے موصوف ہونے کی بنا پر مدح وثناء ہے اور ان کی ذریت کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ شکر کے بارے میں سیدنا نوح علیہ السلام کی پیروی کریں اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کریں جس سے اس نے انہیں نوازا، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا کر باقی رکھا اور ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو غرق کر دیا۔ (تفسیر سعدی: 1446/2)

(5) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تمہارا باپ سیدنا نوح علیہ السلام ایک شکر گزار انسان تھا لہٰذا تم بھی اپنے باپ کی طرح شکر گزاری کا راستہ اختیار کرو اور محمد ﷺ جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس نعمت کی ناشکری نہ کرو۔

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بات پر (اپنے) بندے سے راضی ہوتا ہے کہ وہ ایک کھانا کھائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے یا پینے کی کوئی چیز (پانی، دودھ وغیرہ) پیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔'' (صحیح مسلم: 2734)

سوال 2: اس آیت میں سیدنا نوح علیہ السلام کی صفت عبدیت کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) صفت عبدیت ہی انسانیت کی اصل غرض وغایت ہے۔

(2) اس سورت کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ کی صفت عبدیت کا ذکر کیا گیا اسی نسبت سے سیدنا نوح علیہ السلام کی بھی صفت عبدیت کا ذکر کیا گیا۔

﴿وَقَضَيۡنَاۤ اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ فِى الۡكِتٰبِ لَـتُفۡسِدُنَّ فِى الۡاَرۡضِ مَرَّتَيۡنِ

''اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے فیصلہ کر دیا تھا کہ یقیناً تم دو بار زمین میں ضرور فساد کرو گے

وَلَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا كَبِيۡرًا﴾

اور تم یقیناً ضرور سرکشی کرو گے، بڑی سرکشی'' (4)

سوال 1: تورات میں بتا دیا گیا تھا کہ یہودی دو بار سرکشی کریں گے، اس کی وضاحت ﴿وَقَضَيۡنَاۤ ... كَبِيۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَضَيۡنَاۤ اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ فِى الۡكِتٰبِ لَـتُفۡسِدُنَّ فِى الۡاَرۡضِ مَرَّتَيۡنِ﴾ ''اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے فیصلہ کر دیا تھا کہ یقیناً تم دو بار زمین میں ضرور فساد کرو گے'' تورات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ بتا دیا تھا کہ یہودی دو بار سرکشی کریں گے۔

(2) یعنی ہم نے ان کے بارے میں فیصلہ کیا اور انہیں ان کی کتاب میں آگاہ کیا کہ وہ نافرمانیوں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ناشکری اور زمین میں تکبر اور اقتدار کی بنا پر زمین میں دوبار فساد پھیلانے کا باعث بنیں گے۔ (تفسیر سعدی:1446/2)

(3) یہاں فساد سے مراد دینی بگاڑ ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہوا جس کے دو ادوار ہیں جن کا تذکرہ حزقی ایل یسعیاہ، ہرمیاہ اور زبور میں ملتا ہے۔ سیدنا عیسیٰ کی زبان سے یہ تذکرہ متی اور لوقا کی انجیلوں میں موجود ہے۔

(4) ﴿وَلَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا كَبِيۡرًا﴾ ''اور تم یقیناً ضرور سرکشی کرو گے، بڑی سرکشی'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے تکبر کرو گے، سرزمین شام میں لوگوں پر مظالم توڑو گے اور سرکشی کی انتہا کرو گے۔

(5) پیشگی اطلاع تو پیشگی علم کی وجہ سے دی گئی۔ اس میں بنی اسرائیل پر جبر نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو فساد کے لیے مجبور نہیں کرتا۔

سوال 2: بنی اسرائیل میں یہ فساد کب پیدا ہوا؟

جواب: بنی اسرائیل میں یہ فساد تب پیدا ہوا:

(1) جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی شعباء کو قتل اور سیدنا ارمیاہ کو قید کیا۔

(2) جب بنی اسرائیل نے تورات کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی کی۔

(3) جب بنی اسرائیل نے کھلے عام اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی سرکشی کی اُنہیں سزا دی۔

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰٮهُمَا بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ فَجَاسُوۡا

''پھر جب اُن دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آ گیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت جنگ جو بندوں کو بھیجا پس وہ گھروں میں

خِلٰلَ الدِّيَارِ‌ ؕ وَكَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا﴾

گھس گئے اور وہ ایک وعدہ تھا جو پورا کیا ہوا تھا'' (5)

سوال: یہود نے پہلا فساد کب کیا اور اس کی انہیں کیا سزا دی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا جَآءَ...مَّفۡعُوۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰٮهُمَا﴾ ''پھر جب اُن دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آ گیا'' یہود نے جب بیت المقدس میں سربلندی حاصل کی، اُن کے پاس حکومت اور قوت جمع ہو گئی اس پر اُنہوں نے فساد برپا کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ اُن پر ایک دوسری قوت والی قوم کو مسلط کر دیا جو اُن پر حملہ آور ہوتے رہے اور ہر چیز کو تباہ و برباد کرتے رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿بَعَثۡنَا عَلَیۡکُمۡ﴾ ''تو ہم نے تم پر بھیجا'' یعنی ہم نے تکوین، تقدیر اور جزا کے طور پر تم پر مسلط کر دیئے۔ (تفسیر سعدی:1446/2)

(3)﴿عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ﴾ ''اپنے سخت جنگ جو بندوں کو'' بہت کثیر تعداد میں بہادر بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فتح و نصرت عطا کی، انہوں نے تمہیں قتل کیا، تمہاری اولاد کو غلام بنایا اور تمہارے مال و متاع کو لوٹا۔ (تفسیر سعدی:1447/2)

(4)﴿فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ﴾ ''پس وہ گھروں میں گھس گئے'' یعنی وہ تمہارے گھروں کے اندر گھس گئے اور انہیں برباد کر دیا۔ ان لوگوں نے مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر اسے بھی برباد کر دیا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَکَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا﴾ ''اور وہ ایک وعدہ تھا جو پورا کیا ہوا تھا'' چونکہ انہوں نے اس وعدے کے پورے ہونے کے تمام اسباب مہیا کر دیئے تھے، لہٰذا اس وعدے کا پورا ہونا ضروری تھا۔ اصحاب تفسیر کا مسلط ہونے والی قوم کے تعین کے بارے میں اختلاف ہے البتہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ وہ کافر تھی۔ اس قوم کا تعلق یا تو عراق سے تھا یا وہ جزیرۃ العرب سے تھی یا ان کے علاوہ کوئی اور قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل پر مسلط کر دیا کیونکہ ان کی نافرمانیاں بڑھ گئی تھیں، انہوں نے شریعت کے اکثر احکام کو پس پشت ڈال دیا اور انہوں نے زمین میں سرکشی اختیار کر لی تھی۔ (تفسیر سعدی:1447/2)

﴿ثُمَّ رَدَدۡنَا لَکُمُ الۡکَرَّۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَمۡدَدۡنٰکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَ جَعَلۡنٰکُمۡ

''پھر ہم نے ان پر دوبارہ تمہیں غلبہ دے دیا اور ہم نے مالوں اور بیٹوں سے تمہیں مدد دی اور ہم نے تمہیں

اَکۡثَرَ نَفِیۡرًا﴾

تعداد میں زیادہ کر دیا'' (6)

سوال: بنی اسرائیل کی ذلت کیسے دُور ہوئی، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ رَدَدۡنَا ... نَفِیۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ''پھر ہم نے ان پر دوبارہ تمہیں غلبہ دے دیا اور ہم نے مالوں اور بیٹوں سے تمہیں مدد دی اور ہم نے تمہیں تعداد میں زیادہ کر دیا'' (i) بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اپنے حالات کو درست کیا۔ (ii) بنی اسرائیل پر ظلم کرنے والے فاتحین کو اپنی قوت پر گھمنڈ ہو گیا تو اُنہوں نے زمین میں فساد برپا کرنا شروع کر دیا۔ (iii) بنی اسرائیل دوبارہ منظم ہوئے اور حملہ آور ہو کر غالب ہو گئے۔ (iv) بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے مال اور بیٹوں سے نوازا۔ اس طرح اُن کی ذلت دُور ہو گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ﴾ ''پھر ہم نے ان پر دوبارہ تمہیں غلبہ دے دیا'' یعنی ہم نے تمہیں تمہارے دشمنوں پر غلبہ عطا کیا جو تم پر غالب تھے۔ پھر تم نے انہیں اپنے شہروں سے نکال دیا۔

(3)﴿وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ ''اور ہم نے مالوں اور بیٹوں سے تمہیں مدد دی'' یعنی ہم نے تمہیں کثیر رزق عطا کیا اور تمہاری تعداد میں اضافہ کیا اور تمہیں تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں طاقت ور بنا دیا۔

(4)﴿وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا﴾ ''اور ہم نے تمہیں تعداد میں زیادہ کر دیا'' اور اس کا سبب تمہارے نیک کام اور اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارا خشوع وخضوع تھا۔ (تفسیر سعدی:1447/2)

﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ

''اگر تم نے بھلائی کی، تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے، چنانچہ جب

وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ

دوسرا وعدہ آ گیا (تو ہم نے اور لوگ تم پر مسلط کر دیے) تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں، جیسے وہ

مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا﴾

پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور تا کہ جس چیز پر بھی وہ غلبہ پائیں اُسے برباد کر دیں بری طرح تباہ و برباد کرنا'' (7)

سوال 1: نیکی اور برائی اپنے ہی لیے ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ ... فَلَهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ﴾ ''اگر تم نے بھلائی کی'' یعنی تم اگر اسلام میں داخل ہو گے اور محمد ﷺ کی پیروی کرو گے۔ (الاساس:3040/2)

(2)﴿اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ﴾ ''تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی'' یعنی تمہاری نیکی کا فائدہ تمہاری ہی طرف لوٹے گا حتیٰ کہ دنیا میں بھی تمہیں ہی فائدہ ہوگا، جیسا کہ تم نے مشاہدہ کر لیا ہے کہ دشمن کے مقابلے میں تم فتح یاب ہوئے۔ (تفسیر سعدی:1447/2)

(3) دنیا میں تمہاری نیکی کی جزا کے طور پر اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں کی ایذاؤں، چالوں اور تکلیفوں سے بچا لے گا اور تمہارے مالوں میں وسعت دے گا اور تمہاری قوت پر قوت کا اضافہ کرے گا اور جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو وہ تمہیں ایسی جنتوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور تم سے راضی ہو جائے گا ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے۔'' (التوبہ:72)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا﴾ ''اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے'' یعنی تمہاری برائی کا نقصان اور وبال تمہاری طرف ہی لوٹے گا جیسا کہ اس نے پہلے بھی تمہاری برائیوں کی وجہ سے تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا تھا۔

(5) رب العزت نے یہ اصول سورۃ فصلت میں واضح فرمایا: ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا﴾ ''جو نیک عمل کرے تو اُس کے اپنے لیے ہے اور جو جس نے برائی کی سو اُسی پر ہے۔'' (فصلت:46)

(6) یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے: ﴿جَزَآءً وِّفَاقًا﴾ ''جو پورا پورا بدلہ ہے۔'' (النبأ:26)

(7) انسان کا کوئی عمل بھی ایسا نہ ہوگا جس کا نتیجہ سامنے نہ آئے، رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾﴾ ''جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:8،7)

سوال 2: بنی اسرائیل کا دوسرا فساد کیا تھا اور اس کا کیا انجام ہوا، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا جَآءَ... تَتۡبِيۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ﴾ ''چنانچہ جب دوسرا وعدہ آ گیا'' یعنی جب تم نے دوسری بار فساد مچایا اور تمہارے دشمن آ گئے۔ (المصباح المنیر:3/638)

(2) بنی اسرائیل کا دوسرا فساد یہ تھا کہ انہوں نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو قتل کر دیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالنے کے درپے ہو گئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا۔

(3)﴿لِيَسُوۡٓءٗا وُجُوۡهَكُمۡ﴾ ''تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں'' یعنی وہ فتح یاب ہو کر تمہیں غلام بنائیں اور چہروں کو بگاڑ دیں۔ (تفسیر سعدی:2/1447)

(4) اس سے مراد شخصیات کا بگاڑ ہے۔ ذلت اُن کی شخصیت کی علامت بن گئی تھی۔

(5)﴿وَلِيَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ كَمَا دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''اور تاکہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے'' یہاں مسجد سے مراد بیت المقدس ہے۔

(6)﴿وَّلِيُتَبِّرُوۡا﴾ ''اور تاکہ اُسے برباد کر دیں'' یعنی اجاڑ کر پیوند زمین کر دیں۔

(7)﴿مَا عَلَوۡا تَتۡبِيۡرًا﴾ ''جس چیز پر بھی وہ غلبہ پائیں بری طرح تباہ و برباد کرنا'' پس وہ تمہارے گھروں، تمہاری عبادت گاہوں اور تمہارے کھیتوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1447،1448)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) بنی اسرائیل کے دوسرے فساد کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رومی بادشاہ ٹیٹس کو اُن پر مسلط کر دیا جس نے یروشلم پر حملہ کر کے قتل وغارت گری کی انتہا کر دی۔ اس نے لوگوں کو قیدی بنا لیا، اُن کے مال لوٹے، مذہبی صحیفے روند ڈالے، بیت المقدس اور ہیکل سلیمانی کو تباہ کیا اور ہمیشہ کے لیے انہیں جلاوطن کر دیا۔ یہ تباہی 70 عیسوی میں ہوئی۔

(9) بنی اسرائیل کے فسادات کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ قوموں کے عروج وزوال میں اللہ تعالیٰ کی سنت کی وضاحت کر دی جائے۔

﴿عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يَّرۡحَمَكُمۡ ۚ وَاِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ۘ وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ

''قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم بھی دوبارہ کریں گے اور ہم نے جہنم کو

لِلۡكٰفِرِيۡنَ حَصِيۡرًا﴾

کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے'' (8)

سوال 1: جہنم کافروں کا قید خانہ ہے، اس کی وضاحت ﴿عَسٰى ... حَصِيۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يَّرۡحَمَكُمۡ﴾ ''قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد دُنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ (2) یعنی یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہی بھگا دے اور تمہیں فتح عطا کر دے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور انہیں دوبارہ حکومت عطا فرمائی۔

(4) ﴿وَاِنۡ عُدۡتُّمۡ﴾ ''اور اگر تم دوبارہ کرو گے'' انہیں نافرمانیوں پر وعید سناتے ہوئے فرمایا کہ اگر توبہ اور رجوع الی اللہ کے بعد دوبارہ تم نے فساد مچایا تو یاد رکھنا۔ (5) ﴿عُدۡنَا﴾ ''ہم بھی دوبارہ کریں گے'' یعنی ہم بھی دوبارہ عذاب بھیج دیں گے۔

(6) ہم بھی تمہیں دوبارہ سزا دیں گے۔ پس انہوں نے زمین میں دوبارہ فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے رسول محمد مصطفی ﷺ کو مسلط کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے سے ان سے انتقام لیا۔ یہ تو ہے دنیا کی سزا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو آخرت کی سزا ہے وہ اس سے زیادہ بڑی اور رسوا کن ہے جس میں وہ جھونکے جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے کبھی نہ نکلیں گے۔ (تفسیر سعدی: 1448/2)

(7) ﴿وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ حَصِيۡرًا﴾ ''اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے'' یعنی آخرت کا عذاب تو ہے ہی تمہارے لیے۔ ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنا رکھا ہے اس سے وہ چھوٹنے والے نہیں۔ آگ میں محبوس رہیں گے۔ آگ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ (مختصر ابن کثیر: 1035/1)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُمۡ مِّنۡ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنۡ فَوۡقِهِمۡ غَوَاشٍ﴾ ''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہوگا اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے۔'' (سورۃ الاعراف:41)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہود کو کیسے تنبیہ فرمائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ کی ہے کہ اگر اصلاح کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو جاؤ گے اور اگر فساد فی الارض کا ارتکاب کیا تو دوبارہ ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیئے جاؤ گے اور آخرت میں جہنم میں قید کیے جاؤ گے۔

سوال 3: ان آیات کریمہ میں بیان کیے گئے بنی اسرائیل کے حالات میں امت مسلمہ کے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: ان آیات کریمہ میں اس امت کے لئے تحذیر و تخویف ہے کہ وہ معاصی سے بچیں ایسا نہ ہو کہ ان کو بھی سزا دی جائے جو بنی اسرائیل کو دی گئی تھی۔ سنت الٰہی ایک ہی ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا۔ جو کوئی اس بارے میں غور و فکر کرے کہ کس طرح کفار مسلمانوں پر مسلط ہوئے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ ان کے گناہوں کی سزا ہے۔ کیونکہ (اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ) جب مسلمان قرآن اور سنت کو نافذ کریں گے تو وہ انہیں زمین کا اقتدار عطا کرے گا اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔ (تفسیر سعدی: 1448/2)

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور وہ ان مؤمنوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا﴾

کرتے ہیں کہ یقیناً اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے'' (9)

سوال 1: قرآن مجید کی تعریف کی وضاحت ﴿اِنَّ هٰذَا ... كَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ ''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے'' رب العزت نے اس قرآن کی تعریف فرمائی ہے جو انتہائی سیدھی راہ نمائی فرماتا ہے۔

(2) اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم کے شرف اور اس کی جلالت شان کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے اور یہ کہ وہ ﴿يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ ''وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے'' یعنی عقائد، اعمال اور اخلاق کے بارے میں زیادہ معتدل اور بلند مؤقف کا حامل ہے، لہٰذا جو کوئی ان امور سے راہ نمائی حاصل کرتا ہے جن کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے تو وہ تمام امور میں تمام لوگوں سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ درست اور سب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 1448/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3) اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا: ﴿فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾ ''جن میں مضبوط احکام کی تحریریں ہوں۔'' (البینۃ:3)

(4) ﴿وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا﴾ ''اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی''۔ (الکھف:1) اور فرمایا: ﴿قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ ''یہ عربی قرآن ہے جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تاکہ وہ بچ جائیں۔'' (الزمر:28)

(5) سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں روشن (دین) پر چھوڑ رہا ہوں۔ اس کی رات بھی اس کے دن کی مانند ہے (یعنی اس میں کسی قسم کی پیچیدگی، کجی، اور شک وشبہ نہیں) میرے بعد اس کو چھوڑ کر کجی وہی اختیار کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔'' (مسند احمد:4621)

(6) ﴿وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا﴾ ''اور وہ ان مؤمنوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے'' قرآن مجید ایمان والوں کو جو نیک اعمال میں مصروف رہتے ہیں قیامت کے دن بڑے بھاری ثواب کی بشارت دیتا ہے۔

(7) ﴿أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا﴾ ''کہ یقیناً اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے'' ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے عزت والے گھر میں بڑا اجر ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں: اجر کبیر سے مراد جنت ہے۔ (الدرالمنثور:4/301)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیکو کار بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور کسی کان نے نہ سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی گمان وخیال پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے واقفیت اور آگاہی تو الگ رہی (ان کا کسی کو گمان وخیال بھی پیدا نہیں ہوا) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔'' (السجدۃ:17) (بخاری:4780)

سوال 2: قرآن کیسے بہترین کلام ہے؟

جواب: (1) قرآن مجید توحید کا راستہ دکھاتا ہے یعنی ایک اللہ تعالیٰ کو مان کر اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینا۔

(2) قرآن مجید انسان کو زندگی کی واضح شاہراہ پر چلاتا ہے۔

(3) قرآن مجید ظاہر اور باطن کو ایک دوسرے سے متعلق کر دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) قرآن مجید انسانی سوچ اور عمل کو مربوط کر دیتا ہے۔

(5) قرآن مجید زمین پر انسان کے اعمال کو رب سے، عالم بالا سے جوڑ کر اس کے ہر عمل کو عبادت بنا دیتا ہے۔

(6) قرآن مجید انسانوں کو مضبوط باہمی روابط سکھاتا ہے۔ یہ روابط انسان کی حقیقی ضروریات کے مطابق ہیں۔

(7) قرآن مجید قانونی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی ضروریات کے لیے ہدایات دیتا ہے۔

(8) قرآن مجید امن، عالم اور انصاف کی راہ دکھاتا ہے۔

ع 1 10 1

﴿وَّاَنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا﴾

''اور یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' (10)

سوال: جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، قرآن مجید انہیں کیا بشارت دیتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَّاَنَّ ... اَلِيۡمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ﴾ ''اور یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے'' وہ لوگ جو معاد کی تصدیق نہیں کرتے اور دنیا و آخرت کی جزا سزا پر یقین نہیں رکھتے۔

(2) ﴿اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا﴾ ''اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' ان کے استقبال کے لیے ان کے رب نے قیامت کے دن دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ﴾ ''تو آپ اُنہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔'' (التوبہ:34)

(4) قرآن کریم تبشیر و انذار پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ اسباب ذکر فرما دیئے ہیں جن کی بنا پر بشارت ملتی ہے اور وہ ہیں ایمان اور عمل صالح اور ان اسباب کا بھی ذکر فرمایا ہے جو انذار کا مستحق ٹھہراتے ہیں اور وہ ہیں ایمان اور عمل صالح کے متضاد امور۔ (تفسیر سعدی:1449/2)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر تم وہ کچھ دیکھ لو جو میں نے دیکھا ہے تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔'' (مسلم:4621)

﴿وَيَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَيۡرِ‌ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا﴾

''اور انسان شر کے لیے بھی ویسے ہی دُعا کرتا ہے جیسے اس کی بھلائی کی دُعا ہوتی ہے اور انسان ہمیشہ سے بڑا ہی جلد باز ہے'' (11)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: انسان کی جلد بازی اور اپنے لیے بددعا کی وضاحت ﴿وَیَدْعُ... عَجُوْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ﴾ ''اور انسان شر کے لیے بھی ویسے ہی دُعا کرتا ہے جیسے اس کی بھلائی کی دُعا ہوتی ہے'' انسان کی جلد بازی اور جہالت کا تذکرہ ہے۔

(i) انسان کے اندر حوصلے کی کمی ہے۔ اس وجہ سے وہ اپنی ہلاکت کے لئے بددعائیں کرتا ہے۔

(ii) انسان اپنے معاملات کے انجام سے بے خبر ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ کسی کام کو اچھا سمجھ کر کرتا ہے اور اس کا نتیجہ خراب نکلتا ہے۔ انسان اس کو کر گزرنے میں جلدی کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ کسی کام کو شر سمجھتا ہے اور وہ اس کے حق میں خیر ہوتا ہے۔

(iii) انسان جلد باز ہے اس لئے وہ خیر کی طرح شر مانگنے میں بھی جلدی کرتا ہے۔

(2) انسان غصے کی حالت میں اپنے مال اور اولاد کے لیے بھی بددعائیں کر بیٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بددعائیں قبول نہیں فرماتا۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح ان کو برائی جلدی دے تو یقیناً ان کی مدت ان کی طرف پوری کر دی جائے۔'' (یونس:11)

(4) ﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا﴾ ''اور انسان ہمیشہ سے بڑا ہی جلد باز ہے'' عُجلت پسندی جلد بازی کو کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے منصوبے پر راضی نہ ہونا۔

(5) انسان کی فطرت میں عُجلت پسندی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میں مصیبت کبھی نہ آئے، سکھ فوراً آجائے جب کہ کائنات کا نظام بتاتا ہے کہ پہلے اندھیرا آتا ہے پھر روشنی آتی ہے۔

(6) عُجلت پسندی انسان کی بربادیوں کا سبب بن جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان دنیا کی نعمتوں کی طرف لپکتا ہے اور آخرت کو چھوڑ دیتا ہے۔

(7) مسند احمد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بندے کی ہمیشہ اس وقت تک خیر و بھلائی ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلد بازی نہیں کرتا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بندہ جلد بازی کس طرح کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ یوں کہتا ہے: میں نے رب سے بہت دعا مانگی لیکن میری دعا اس نے قبول نہیں کی۔'' (مسلم:6936)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی جانوں، اپنی اولاد اور اپنے مالوں کے لئے بددعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بددعا اس ساعت نکلے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگا جاتا ہے اور وہ قبول کر لیتا ہے (تو تمہاری بددعا بھی قبول ہو جائے اور تم پر آفت آ جائے)۔'' (مسلم:7515)

﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے

لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ

تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تاکہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾

اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا'' (12)

سوال: رات دن اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَجَعَلْنَا ... تَفْصِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ﴾ ''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے دن اور رات جداگانہ بنائے۔

(2) یعنی یہ دن رات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور بے پایاں رحمت پر دلالت کرتے ہیں، نیز یہ کہ صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ (تفسیر سعدی:1449/2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اُس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے۔'' (الفرقان:62)

(3) مخلوق کے لئے دن رات دنیا کی مصلحتوں کے لیے دو دلیلیں ہیں۔ (تفسیر مراغی:292/5)

(4) ﴿فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ﴾ ''پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا'' یعنی ہم نے رات کی نشانی کو تاریک کر دیا تاکہ لوگ اس میں سکون حاصل کریں۔

(5) ﴿وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً﴾ ''اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے'' یعنی دن کو روشن بنایا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6) ﴿لِّتَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّکُمۡ﴾ ''تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو'' اللہ رب العزت انسانوں کو اپنے احسانات یاد دلاتے ہیں کہ دیکھو دو بڑی نشانیوں کو، دن کو گھر سے باہر رزق تلاش کرو۔ صنعتوں میں، تجارتوں میں، مزدوریوں میں، اور اپنے سفر میں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔

(7) ﴿وَلِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ﴾ ''اور تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو'' اور تم رات اور دن کے آنے جانے میں دنوں، مہینوں، ہفتوں اور سالوں کی تعداد معلوم کرو۔ وقت کے حساب کتاب پر اپنے مصالح کی بنیاد رکھو۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالۡحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ﴾ ''وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کر دی ہیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا۔ وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔'' (یونس:5)

(8) (i) رات کو اللہ تعالیٰ نے بے نور کر دیا تا کہ اس میں سکون حاصل کر سکیں اور دن کی تھکاوٹ دور کی جا سکے۔ (ii) دن کو اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا تا کہ انسان اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کر سکے۔ (iii) رات اور دن سے ہفتوں، مہینوں اور سالوں کا حساب کتاب ممکن ہوتا ہے۔ (iv) رات اور دن کا نظام یہ بتاتا ہے کہ پہلے تاریکی ہو اور بعد میں روشنی آئے۔ (v) رات اور دن کا نظام یہ بتاتا ہے کہ آرام اور کام کے اعتبار سے اوقات کی تقسیم ضروری ہے۔

(9) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیۡکُمُ الَّیۡلَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ ﴿۷۱﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیۡکُمُ النَّهَارَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِلَیۡلٍ تَسۡکُنُوۡنَ فِیۡهِ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ لِتَسۡکُنُوۡا فِیۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۳﴾﴾ ''آپ فرمائیں کہ کیا تم نے اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک تم پر ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے گا؟ کیا پھر تم سنتے نہیں ہو؟ آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔'' (القصص:71-73)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ ''اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا'' یعنی ہم نے آیات کو واضح کر کے ان کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تاکہ چیزیں ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور باطل میں سے حق نمایاں اور واضح ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔'' (الانعام:38) (تفسیر سعدی:1450/2)

(11) اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے دین اور دنیا کی ضروری باتیں کھول کر بیان کردی ہیں تاکہ انسان اپنی دنیا کی بہتری کے لئے بھی کوشش کریں اور آخرت کو بھی سنواریں۔

(12) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے ہر چیز کی وضاحت کرنے والی ہے۔'' (النحل:89)

﴿وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

''اور ہر انسان کا نصیب ہم نے اس کی گردن میں لازم کر دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے لیے ایک

كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا﴾

کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا'' (13)

سوال: ہر انسان کے ساتھ اس کا نامہ اعمال ہوگا، اس کی وضاحت ﴿وَكُلَّ ... مَنْشُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ﴾ ''اور ہر انسان کا نصیب ہم نے اس کی گردن میں لازم کر دیا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے کمال درجے کے عدل کی خبر دی ہے اور یہ کہ انسان کے اعمال خواہ اچھے ہوں یا برے اس سے چپک جاتے ہیں۔ ان کا بدلہ ضرور مل کر رہے گا۔

(2) طائر سے مراد اگر اعمال ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ انسان کے اعمال اس کے گلے کا ہار بن جائیں گے۔ یعنی انسان کے ہر عمل کی اچھی یا بری جزا دی جائے گی اور قیامت کے دن اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

(3) طائر سے مراد اگر انسان کی قسمت ہو تو اس کے گردن میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسمت پہلے ہی لکھ دی ہے جو انسان کی گردن میں ہار کی طرح چمٹی ہوئی ہے۔ اسی کے مطابق انسان کے عمل ہوتے ہیں، اسی کے مطابق فیصلے ہوں گے۔

(4) طائر عمل کو کہتے ہیں جو پرندے کی طرح اڑ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہیں آتا۔ ﴿مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یَّرَہٗ﴿۷﴾وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ﴿۸﴾﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:7،8)(مختصر ابن کثیر:1037/1)

(5) اللہ تعالیٰ انسان کے تمام اعمال لکھوا رہے ہیں فرمایا:﴿اِذۡ یَتَلَقَّی الۡمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ﴿۱۷﴾مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ﴿۱۸﴾﴾ ''جب کہ دو لینے والے اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے۔'' (ق:17،18)

(6) ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا ہوا ہے یعنی انسان جو اچھا اور برا کام سرانجام دیتا ہے وہ اس کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔

(7) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''البتہ ہر انسان کی شامت عمل اس کی گردن میں ہے۔'' حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اے ابن آدم تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں۔صحیفے کھلے رکھے ہیں داہنی جانب والا نیکیاں اور بائیں جانب والا بدیاں لکھ رہا ہے۔اب تجھے اختیار ہے نیکی کر یا بدی کر،کم کر یا زیادہ۔تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دیے جائیں گے اور تیری قبر میں، تیری گردن میں لٹکا دیے جائیں گے۔قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائے گا: اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے۔اللہ کی قسم وہ بڑا ہی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے ہی سپرد کر رہا ہے۔(ابن کثیر:194/3)

(8) کسی دوسرے کے عمل کا حساب اس سے لیا جائے گا اور نہ اس کا حساب کسی اور سے لیا جائے گا۔(تفسیر سعدی:1450/2)

(9) موجودہ تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو کام بھی کرتا ہے یا زبان سے الفاظ نکالتا ہے تو اس کے اثرات اس کے بدن پر مرتب ہوتے ہیں اور فضا میں بھی محفوظ ہوتے جاتے ہیں اور مدت مدید تک قائم رہتے ہیں۔پھر جب قیامت کی صبح نمودار ہوگی تو انسان کی نگاہ اس قدر تیز ہوگی کہ انسان یہ سب کچھ دیکھ اور پڑھ سکے گا۔یہ خارجی شہادات اس کے اعمال نامہ کے علاوہ ہوں گی جس کا ذکر قرآن اور حدیث میں جابجا موجود ہے۔(تیسیر القرآن:572/2)

(10)﴿وَنُخۡرِجُ لَہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ کِتٰبًا یَّلۡقٰىہُ مَنۡشُوۡرًا﴾ ''اور ہم قیامت کے دن اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اعمال نامے کی کتاب ظاہر کر دیں گے جس میں ہر اچھا اور برا، چھوٹا اور بڑا عمل درج ہوگا۔

(11) نیک لوگوں کو ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور بروں کو بائیں ہاتھ میں جو کھلا ہوا ہوگا۔وہ خود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی پڑھ لے گا اور سب لوگ بھی اس کی عمر بھر کی کمائی کے بارے میں جان لیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ (۱۳) بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ (۱۴) وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ (۱۵)﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔ بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اگرچہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے۔'' (القیامہ:15-13)

(12) ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جو چیز بھی ایک دفعہ پیدا ہو جاتی ہے، پھر وہ بے حکمِ خدا فنا نہیں ہوتی، اسی طرح افعال و اعمال بھی جو انسان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ فنا نہیں ہوتے۔ موجودہ سائنس (جس نے یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ دنیا میں کوئی حرکت بھی پیدا ہو کر فنا نہیں ہوتی، یہاں تک کہ فضا میں ہر آواز اور ہر صدا بھی جو کبھی بلند ہوئی ہے، آج موجود ہے، اور ہمیشہ رہے گی اور ہم اس کو پکڑ پائیں تو سن سکتے ہیں اعمال و افعال کے دوام وجود سے اسلامی عقیدہ کو قبول کرنے میں پس و پیش نہیں ہو سکتا، دنیا کے ریکارڈ میں انسان کا ہر قول و فعل ہمیشہ کے لیے گویا بھرا ہے۔

(13) وہاں ہر شخص اپنے کیے کو بھگت لے گا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے اور وہ سب جھوٹ اُن سے کھو جائیں گے جو وہ گھڑا کرتے تھے۔

(14) ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا۔'' (المدثر:38)

(15) ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛ وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوءٍ﴾ ''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی اور جو اس نے برائی کی۔'' (آل عمران:30)

﴿اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا﴾

''پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو'' (14)

سوال: قیامت کے دن انسان اپنا حساب لینے کے لیے خود ہی کافی ہوگا، اس کی وضاحت ﴿اِقۡرَاۡ...حَسِيۡبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ﴾ ''پڑھ اپنا نامۂ اعمال'' یہ سب سے بڑا عدل و انصاف ہے کہ بندے سے کہا جائے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ذمہ کون کون سے حقوق ہیں جو سزا کے موجب ہیں۔ (تفسیر سعدی:1450/2)

(2) ﴿كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا﴾ ''آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو'' انسان کا اعمال نامہ کھلا ہے۔ کل کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں ہوگا۔ اس لئے کسی محاسب کی ضرورت نہیں ہوگی انسان خود حساب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لگانے کے لئے کافی ہوگا۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴿۱۵﴾﴾ ”بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اگر چہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے۔“ (القیامہ:15-14)

(4) ﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ ”آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے۔“ (یٰس:65)

(5) ﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَیْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَعْلَمُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾﴾ ”اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: ”تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟“ وہ کہیں گی: ”ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دے دی“ اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔ اور تم اس لیے نہیں چھپا کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی بلکہ تم نے تو سمجھا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بھی بہت سے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے۔ اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا، اُسی نے تمہیں برباد کر دیا، چنانچہ تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔“ (حٰم السجدہ:21-23)

﴿مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ

”جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے۔ اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے۔ اور کوئی بوجھ

وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾

اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں“ (15)

سوال 1: کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اس کی وضاحت ﴿مَنِ اهْتَدٰی ... اُخْرٰی﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ﴾ ”جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے“ جو پسندیدہ راستے پر چلا، جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی اس کا انجام اس کے اپنے حق میں مفید ہوگا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ ''اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے'' جو گمراہ ہوا، سیدھے راستے سے بچ کر چلتا رہا، جس نے محمد ﷺ کا انکار کیا اور اس چیز کا جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے تو وہ اپنی گمراہی کا نقصان کسی اور کو نہیں پہنچائے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

(3)﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی'' اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کے اعمال کی ذمہ داری انفرادی ہے۔ کوئی کسی دوسرے کے اعمال کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ کوئی کسی دوسرے کے اعمال کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لئے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتے دار ہو، آپ درحقیقت صرف ان ہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے ہی لئے پاکیزگی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (فاطر:18)

(5) جو لوگ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں وہ اپنے اعمال کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے برے اعمال کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں انہوں نے گمراہ کیا، جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اُٹھائیں اور اُن لوگوں کے بوجھوں میں سے بھی جنہیں وہ علم کے بغیر ہی گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! بہت بُرا ہے وہ بوجھ جو وہ اُٹھا رہے ہیں۔'' (النحل:25)

(6)﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔــلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً وہ ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے دن اُن سے یقیناً ضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔'' (العنکبوت:13) یعنی ہر نفس کی گمراہی اور ہدایت خود اسی کے لیے ہے۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: بعثت رسول کے بعد ہی پکڑ ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا كُنَّا ... رَسُوْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ "اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں" اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی کو عذاب میں نہیں پکڑتے جب تک کسی پر رسول بھیج کر حجت پوری نہ کر دیں۔

(2) ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ "وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ لوگوں کے لئے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" (النساء:165)

(3) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى﴾ "اور اگر ہم اس سے پہلے انہیں کسی عذاب میں ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا؟ پھر ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے۔" (طٰہٰ:134)

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ بڑا عادل ہے وہ اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دے گا جب تک رسالت کی حجت قائم نہ ہو جائے۔ اور یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے اس حجت کے ساتھ عناد کا مظاہرہ کیا۔ رہا وہ شخص جس نے رسالت کی اس حجت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، یا اس کے پاس حجت پہنچی ہی نہیں، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو عذاب نہیں دے گا۔ اس آیت کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل فترات (یعنی اس زمانے یا علاقے کے لوگ جن تک نبوت نہیں پہنچی) اور مشرکین کے بچوں کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ ان کی طرف رسول نہ بھیج لے کیونکہ وہ ظلم سے پاک اور منزہ ہے۔ (تفسیر سعدی:1451/2)

﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا

"اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو اُس کے خوشحال لوگوں کو ہم حکم دیتے ہیں، چنانچہ وہ اس میں نافرمانی کرتے

فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا﴾

ہیں تو بات ان پر ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اُسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، بری طرح تباہ و برباد کرنا" (16)

سوال: نافرمانیوں سے عذاب واجب ہو جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَآ ... تَدْمِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً﴾ "اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی بستی کو ہلاک کر دیں" اللہ رب العزت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا جب وہ کسی ظالم بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

(2)﴿اَمَرۡنَا مُتۡرَفِیۡهَا فَفَسَقُوۡا فِیۡهَا﴾ ''تو اُس کے خوشحال لوگوں کو ہم حکم دیتے ہیں، چنانچہ وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں'' امر سے تقریری یا تکوینی امر مراد ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اَتٰهَاۤ اَمۡرُنَا لَیۡلًا اَوۡ نَهَارًا فَجَعَلۡنٰهَا حَصِیۡدًا كَاَنۡ لَّمۡ تَغۡنَ بِالۡاَمۡسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ﴾ ''تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا تو ہم نے اُسے کٹی ہوئی کر دیا گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی، ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (سورۃ یونس:24)(مختصر ابن کثیر:1/1038) (3) اللہ تعالیٰ کبھی بھی برائیوں کا حکم نہیں دیتا۔

(4) اللہ تعالیٰ اس کے خوش حال لوگوں کو تقریری یا تکوینی حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرتے ہیں اور اس میں ان کی سرکشی بڑھ جاتی ہے اور وہ عذاب کے حق دار بن جاتے ہیں۔

(5) مترفین سے مراد مال دار طبقہ ہے جو خوش حال ہوتے ہیں اور جن کو معاشرے میں عزت اور قیادت حاصل ہوتی ہے۔

(i) مترفین آرام طلب ہوتے ہیں۔ کوئی ان کا ہاتھ روکنے والا نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

(ii) مترفین سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں اور وسائل کی وجہ سے دوسروں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں پر قائد بننے کی قیمت ادا کر سکتے ہیں۔

(6)﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا فِیۡ كُلِّ قَرۡیَةٍ اَكٰبِرَ مُجۡرِمِیۡهَا لِیَمۡكُرُوۡا فِیۡهَا ؕ وَمَا یَمۡكُرُوۡنَ اِلَّا بِاَنۡفُسِهِمۡ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑوں کو مجرم بنا دیا ہے کہ وہ اس میں مکر و فریب کریں حالانکہ مکر و فریب وہ اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے۔'' (الانعام:123)

(7)﴿فَحَقَّ عَلَیۡهَا الۡقَوۡلُ﴾ ''تو بات ان پر ثابت ہو جاتی ہے'' ان پر عذاب کی بات ثابت ہو جاتی ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ (8) اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ جب کبھی وہ کسی ظالم بستی کو ہلاک کرنا اور عذاب کے ذریعے سے اس کا استیصال کرنا چاہتا ہے تو وہ اس میں رہنے والے خوشحال لوگوں کو حکم دیتا ہے۔۔۔ یعنی کونی و قدری حکم۔۔۔ وہ اس میں نافرمانیاں کرتے ہیں اور ان کی سرکشی بڑھ جاتی ہے۔﴿فَحَقَّ عَلَیۡهَا الۡقَوۡلُ﴾ ''تو بات ان پر ثابت ہو جاتی ہے'' یعنی کلمۂ عذاب، جسے کوئی نہیں ٹال سکتا﴿فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِیۡرًا﴾ ''پھر ہم اُسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، بری طرح تباہ و برباد کرنا۔'' (تفسیر سعدی:2/1451)

(9)﴿وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ (۲۳) قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰی مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ (۲۴) فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ (۲۵)﴾ ''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اُس نے کہا اور کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ صحیح راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے۔ تو ہم نے اُن سے انتقام لیا سو آپ دیکھیں جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟'' (الزخرف:23-25)

﴿وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ ؕ وَكَفٰی بِرَبِّكَ بِذُنُوۡبِ

''اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا؟ اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی

عِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا﴾

پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے'' (17)

سوال: قریش کو جو دھمکی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا...بَصِيۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ﴾ ''اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا'' قریش مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے جو کہ نبی کو نہیں مانتے تھے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد کتنی قومیں ہلاک کر دیں۔

(2) قوم نوح کے بعد کی قوموں کی ہلاکت اسی اصول کے تحت ہوئی کہ اُن قوموں نے ایسے راہ نما بنا لئے تھے جو ان کی غلط راہ نمائی کرتے تھے۔

(3) قوموں کی ہلاکت کا سبب یہ بات بنی کہ ان کے لیڈر انہیں حقیقت پسندی کی بجائے جذباتیت کا درس دیتے رہے۔

(4) سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعے سے ہلاک کیا، مثلاً عاد، ثمود اور قوم لوط وغیرہ۔ یہ وہ قومیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سزا دی کیونکہ جب ان کی بغاوت بہت زیادہ ہو گئی اور ان کا کفر بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا بڑا عذاب نازل کر دیا۔ (تفسیر سعدی:1451/2)

(5) ﴿وَقَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغۡرَقۡنٰهُمۡ وَجَعَلۡنٰهُمۡ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِيۡنَ عَذَابًا اَلِيۡمًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳۷)وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا (۳۸) وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (۳۹)﴾ ''اورنوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنادیا۔اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سی قومیں ہیں۔اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں۔اور ہر ایک کو ہم نے بالکل ہی تباہ و برباد کر دی۔'' (الفرقان:37-39)

(6)﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا﴾ ''اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اے محمد! تیرا رب بندوں کے گناہوں سے باخبر رہنے کے لیے، ان کا علم رکھنے کے لیے، ان پر نظر رکھنے کے لیے کافی ہے۔اس سے تیری قوم کے مشرکوں کا حال چھپا ہوا نہیں ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ کے خبیر و بصیر ہونے سے انسان کو یہ شعور دلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی خبر رکھتا ہے، اُن کو دیکھتا ہے لٰہذا حساب و کتاب ضرور لے گا۔

(8) اللہ تعالیٰ سے زمین میں یا آسمان میں، چھوٹا یا بڑا کوئی ذرہ چھپ نہیں سکتا۔اس لئے بندوں کو اس سے ظلم کا کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے۔(9) اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیتا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ

''جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے،

يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾

پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا'' (18)

سوال: طالب دنیا کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی، اس کی وضاحت ﴿مَنْ ... مَّدْحُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ﴾ ''جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے'' جو دنیا کا طلب گار ہے اس کی بھی وہی خواہش پوری ہوتی ہے جو رب چاہتا ہے۔اس کی خواہش کو بھی اللہ تعالیٰ جس قدر چاہتا ہے پوری کرتا ہے۔زائل ہونے والی دنیا کے لیے وہ جو عمل اور کوشش کرتا ہے اسے آخرت سے محروم کر دیتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ ''پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا'' اور یہ آخرت میں جہنم میں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گے اور جہنم کی زبردست پکڑ سے بے حال ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں گے کیونکہ انہوں نے فانی کو باقی پر ترجیح دی۔ (مختصر ابن کثیر:1/1039)

(3) رب العزت کا فرمان ہے:﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ﴾ ''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے، ہم اُن کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے۔ اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔'' (ہود:15)

(4)﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ ''جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں'' (الشوریٰ:20)

(5) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کا مقصود حصول دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے کام بکھیر دیتا ہے اور اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے لیے مقدر ہوتی ہے اور جس کی نیت آخرت کا حصول ہو، اللہ تعالیٰ اس کے کام مرتب کر دیتا ہے اور اس کے دل میں استغنا پیدا فرما دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔'' (ابن ماجہ:4105، ترمذی:2465)(بخاری:6420)

﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ

''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مؤمن ہو تو یہی لوگ ہیں

كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾

جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے'' (19)

سوال: طالب آخرت کی کوششیں مقبول ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ...مَّشْكُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا'' جو آخرت کا گھر اور وہاں کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) جو آخرت پر راضی ہے اور اسے دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔

(3) ﴿وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾ ''اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی'' جس کوشش کی طرف تمام آسمانی کتابوں نے دعوت دی ہے اور جس پر وہ آخرت میں ثواب کے لیے امید رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ ''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کے لیے اُس نے کوشش کی۔'' (النجم:39)

(4) ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ''جب کہ وہ مومن ہو'' وہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ ایسا ایمان جس میں شرک کی آمیزش نہیں۔

(5) ﴿فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے'' یعنی ان کا اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مبنی عمل۔

(6) ﴿مَّشْكُوْرًا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا عمل مقبول ہوگا۔ اس کے ساتھ وہ دنیا کے حصے سے بھی محروم نہیں ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے۔

(7) رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کا سوال کیا کرتے تھے: سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی اکثر یہ دعا ہوا کرتی تھی: ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ سے بچا۔'' (بخاری:6389)

(8) سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ﴿مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ، وَلَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا﴾ ''جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح کو یا شام کو تھوڑا سا چلنا بھی دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔'' (بخاری 6415)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا: ''دنیا میں اس طرح ہو جا جیسے تو مسافر یا راستہ چلنے والا ہو'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو۔ اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے۔ (بخاری:6416)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا أَوِ الدُّخَانَ أَوِ الدَّجَّالَ أَوِ الدَّابَّةَ أَوْ خَاصَّةَ أَحَدِكُمْ أَوْ أَمْرَ الْعَامَّةِ﴾ ''چھ چیزوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ظہور سے پہلے نیک عمل کرنے میں سبقت کرو۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، دھوئیں، دجال، زمین کے چوپائے، خاص طور پر تم میں سے کسی ایک کو پیش آنے والے معاملے (بیماری، عاجز کر دینے والا بڑھاپا یا کوئی رکاوٹ) اور ہر کسی کو پیش آنے والا معاملہ (مثلاً: اجتماعی گمراہی، فتنے کے زمانے میں قتل عام، قیامت سے پہلے)۔'' (صحیح مسلم: 7397)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو یہ نصیحت فرمائی: ﴿اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ﴾ ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ، اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مال داری کو اپنے فقر سے پہلے، اپنی فرصت کو اپنی مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔'' (مستدرک حاکم: 7846)

(12) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ﴾ ''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں اکثر لوگ خسارے میں ہیں۔ صحت اور فرصت۔'' (بخاری) اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کو دو نعمتیں عطا کی جاتی ہیں لیکن وہ ان سے فائدہ نہیں اُٹھا پاتا اور جب سلب ہو جاتی ہیں تب ان کی قدر پہچانتا ہے۔

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ خَافَ أَدْلَجَ وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ الْجَنَّةُ﴾ ''جو دشمن کے حملہ سے ڈرا اور شروع رات ہی میں سفر میں نکل پڑا وہ منزل کو پہنچ گیا۔ آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ کا سامان بڑی قیمت والا ہے، آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔'' (ترمذی: 2450)

(14) نبی ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب اپنے اصحاب میں سستی یا غفلت ملاحظہ فرماتے تو بلند آواز سے اعلان فرماتے ﴿جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ وَجَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ﴾ ''آئی ہلانے والی، اس کے پیچھے آئی پیچھے آنے والی اور موت ان چیزوں کے ساتھ آئی جو اس میں ہیں۔'' (ترمذی)

(15) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب خطبہ کے دوران قیامت کا ذکر فرماتے تو آپ کی آواز بلند ہو جاتی۔ رخسار مبارک سرخ ہو جاتے، گویا آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں۔ فرماتے: ''صبح بھی گزری اور شام میں بھی گزریں، میں اور قیامت دونوں اس طرح بھیجے گئے ہیں جیسے یہ ارشاد فرما کر آپ دو انگلیاں ایک دوسرے سے ملا لیتے۔'' (مسلم، ابن ابی الدنیا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا﴾

”اُن کو بھی اور ان کو بھی ہم آپ کے رب کی عطا سے مدد دیتے ہیں اور آپ کے رب کی عطا کو کبھی روکا نہیں گیا“ (20)

سوال 1: دنیا اور آخرت کے طلب گاروں کو نیتوں کے مطابق عطا کیا جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿كُلًّا ... مَحْظُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ﴾ ”اُن کو بھی اور ان کو بھی ہم آپ کے رب کی عطا سے مدد دیتے ہیں“ اللہ تعالیٰ تو دنیا کے طلب گار کو بھی دیتے ہیں اور آخرت کے طلب گار کو بھی۔ وہ ہر ایک کی مدد فرماتے ہیں۔ وہ ہر ایک کی صلاحیت کے مطابق یا سعادت و شقاوت کے مطابق اور نیت کے مطابق دین اور دنیا عطا کرتا ہے۔

(2) ﴿وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا﴾ ”اور آپ کے رب کی عطا کو کبھی روکا نہیں گیا“ اس کے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اس کا حکم کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کا انعام کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کسی کے لیے بھی ممنوع نہیں۔

سوال 2: دنیا یا آخرت میں کامیابی کیسے نصیب ہوتی ہے؟

جواب: دنیا یا آخرت میں کامیابی اللہ تعالیٰ کے فراہم کردہ مواقع اور انتظامات کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے۔

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ

”دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے؟ اور یقیناً آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی

وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾

اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے“ (21)

سوال: دنیا اور آخرت میں درجات کے فرق کی وضاحت ﴿اُنْظُرْ ... تَفْضِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ”دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے“ یعنی کیسے ہم نے کسی کو علم دیا اور کسی سے روک لیا، کسی کو عقل دی کسی کو جاہل چھوڑ دیا، کسی کو آسانی دی کسی کو تنگ کر دیا، کسی کو رزق کی کشادگی دی کسی کا رزق کم کر دیا، فضیلت تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

(2) دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت سے رزق کو تقسیم کرتا ہے۔

(3) دنیا میں درجات میں فرق کا ایک مقصد آزمائش ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ﴾ ”اور ایک دوسرے پر تمہارے درجات بلند کیے تا کہ وہ ان چیزوں میں تمہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آزمائے جو اس نے تمھیں عطا کی ہیں۔" (آل عمران:165)

(4) ﴿نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَّعِیۡشَتَهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ رَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِیًّا﴾ "دُنیا کی زندگی میں اُن کی معیشت کو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر اُن کے درجے بلند کیے ہیں تاکہ ان کا بعض بعض کو تابع بنالے۔" (الزخرف:32)

(5) ﴿وَ لَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ لٰکِنۡ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ﴾ "اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔" (الشوریٰ:27)

(6) ﴿وَ لَلۡاٰخِرَةُ اَکۡبَرُ دَرَجٰتٍ﴾ "اور یقیناً آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی ہے" آخرت میں درجات کی تقسیم انسان کے اعمال کے اعتبار سے ہوگی، جو جتنے اچھے عمل کا ثبوت دے گا وہ اتنا زیادہ بڑا درجہ اور ثمرات پائے گا۔

(7) دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف درجات میں رکھا ہے کوئی مال دار ہے کوئی فقیر، کوئی اچھا ہے کوئی برا۔ جب دنیا میں لوگوں کے درجے ہیں تو آخرت کے کیا ہی کہنے؟ کچھ لوگ جہنم میں طوق وسلاسل میں جکڑے ہوں گے اور کچھ جنت میں لطف اٹھا رہے ہوں گے۔

(8) ﴿وَ اَکۡبَرُ تَفۡضِیۡلًا﴾ "اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے" پھر جنت والوں میں درجات کا فرق ہوگا۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جنت والے (اپنے اوپر کے درجوں کے) بالاخانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہو۔" (بخاری:6555)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔" (بخاری:2790،7423)

ع 2/12/2

﴿لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقۡعُدَ مَذۡمُوۡمًا مَّخۡذُوۡلًا﴾

"آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بنائیں ورنہ آپ مذمت شدہ، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہیں گے" (22)

سوال: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کے حکم کی وضاحت ﴿وَ لَا تَجۡعَلۡ ... مَخۡذُوۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بنائیں'' یعنی اے محمد ﷺ اپنے رب کی الوہیت اور عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(جامع البیان:63/15)

(2)﴿فَتَقۡعُدَ مَذۡمُوۡمًا مَّخۡذُوۡلًا﴾ ''ورنہ آپ مذمت شدہ، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہیں گے'' شرک کرنے والا قابلِ مذمت فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔اس کی مدد کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔

(3)یعنی یہ اعتقاد نہ رکھ، کہ مخلوق میں سے کوئی ہستی کسی قسم کی عبادت کی مستحق ہے۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ شرک مذمت اور خذلان کو دعوت دیتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں نے شرک سے روکا ہے اور مشرک کی سخت مذمت کی ہے اور اسے اس شرک کی بنا پر انتہائی مذموم ناموں سے موسوم اور قبیح اوصاف سے موصوف کیا ہے۔جو اس شرک کا مرتکب ہے، وہ بدترین اوصاف اور قبیح ترین صفات سے متصف ہے۔وہ جتنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو ترک کرتا ہے، اس کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کے دینی اور دنیاوی معاملات میں اسے اپنے حال پر چھوڑ کر اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔پس جو کوئی اس کے سوا کسی اور سے تعلق قائم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اس کو اسی کے سپرد کر دیتا ہے جس کے ساتھ وہ تعلق جوڑتا ہے اور مخلوق میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور ہستی کو معبود بنا لیتا ہے وہ مذمت و خذلان کا مستحق ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کو ایک گردانتا ہے، اس کے لئے اپنے دین کو خالص کرتا ہے اور دوسروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑتا ہے وہ قابل ستائش ہے اور اس کے تمام احوال میں اس کی دست گیری کی جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:1453/2)

(4)مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جسے فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اسے بند کروانا چاہے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں دعا کرے اللہ تعالیٰ اس کے پاس تونگری بھیج دے گا یا تو جلدی یا دیر سے۔ (تفسیر الاساس:3069)

(5)رب العزت نے شرک کرنے والوں کی مثال دی ہے:﴿وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّيۡرُ اَوۡ تَهۡوِىۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے۔''(الحج:31)

(6)اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والے پر جنت حرام کر دی ہے، فرمایا:﴿اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَـنَّةَ وَمَاۡوٰهُ النَّارُ‌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ﴾ ''کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اُس پر اللہ تعالیٰ نے یقیناً جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''(المائدۃ:72)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ

اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو

وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِیۡمًا﴾

اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو'' (23)

سوال 1: توحید اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَقَضٰی... كَرِیۡمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَضٰی رَبُّكَ﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے'' اور تیرے رب نے شرعی حکم دیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فیصلے کے انداز میں دیا ہے، اس میں گہری حکمت ہے: (i) فیصلہ ایک حتمی امر ہوتا ہے اور اس پر عمل درآمد ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اس حکم پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اس طرح انسان کو احساس دلایا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت چاہیے، اس کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ (iii) اللہ تعالیٰ انسان سے عقیدے اور عبادت میں توحید چاہتے ہیں اسی لیے ''قضٰی'' کے لفظ سے مزید تاکید کر دی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

(3) ﴿اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا﴾ ''کہ تم عبادت نہ کرو'' یعنی زمین اور آسمان کے رہنے والوں، زندوں یا مردوں میں سے کسی کی عبادت نہ کرو۔ (تفسیر سعدی: 1453/2)

(4) ﴿اِلَّاۤ اِیَّاهُ﴾ ''اس کے سوا کسی اور کی'' کیونکہ وہ واحد اور یکتا، فرد اور بے نیاز ہے۔ جو ہر صفت کمال کا مالک ہے۔ اس کی ہر صفت کامل ترین ہے اور مخلوق میں کوئی ہستی اس کی کسی صفت میں کسی بھی پہلو سے مشابہت نہیں کر سکتی وہ منعم ہے، ظاہری اور باطنی نعمتوں سے وہی نوازتا ہے، وہی تمام تکالیف کو دور کرتا ہے، وہ خالق، رازق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔ وہ ان تمام اوصاف میں منفرد اور یکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری ہستی اوصاف میں سے کسی چیز کی بھی مالک نہیں۔

(5) اسلام ایک اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے پر بہت زور دیتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ: (i) ایک اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنا وہ بنیاد ہے جس پر انسانوں کے تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ (ii) ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے سے ہی انسان آپس میں جڑتے ہیں۔ (iii) ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے سے ہی انسان فکری اور عملی انتشار سے بچ سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ ’’اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو‘‘ پھر رب العزت نے والدین جیسی نعمت کا شکر ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾ ’’کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی۔‘‘ (لقمان:14)

(7) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد والدین کے حقوق کو قائم کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ یعنی قول وفعل، ہر لحاظ سے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ کیونکہ والدین ہی بندے کے وجود میں آنے کا سبب ہیں، یہ امور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے حق کی تاکید اور ان کے ساتھ بھلائی کے وجوب کا تقاضا کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1454/2)

(8) والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک رائیگاں نہیں جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔‘‘ (النحل:128)

(9)﴿إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا﴾ ’’اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں‘‘ یعنی والدین جب ایسی عمر کو پہنچ جائیں جہاں اعضاء کمزور پڑ جاتے ہیں تو وہ حسن سلوک کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

(10)﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ﴾ ’’تو ان دونوں کو ’’اُف‘‘ تک نہ کہو۔‘‘ پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ والدین کے حق میں الفاظ کے استعمال میں احتیاط برتی جائے۔(i) والدین کے لیے کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کیا جائے جس میں ان کی توہین ہو یا ان کے جذبات مجروح ہوں۔(ii) یعنی والدین کو اپنی زبان سے اذیت نہ پہنچاؤ۔

(11)﴿وَلَا تَنْهَرْهُمَا﴾ ’’اور نہ ہی ان کو جھڑکو‘‘ یعنی والدین پر تنقید نہ کی جائے، اُن کو ڈانٹا نہ جائے، اُن کو جھڑکا نہ جائے۔

(12)﴿وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ ’’اور ان سے عزت والی بات کرو‘‘ یعنی والدین کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو۔

(13) ان کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرو جن کو وہ پسند کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ نہایت ادب اور مہربانی سے پیش آؤ۔ انتہائی نرمی اور اچھے پیرائے میں بات کرو جس سے ان کے دل لذت محسوس کریں اور ان کو اطمینان حاصل ہو۔ یہ حسن سلوک احوال وعادات اور زمانے کے اختلاف کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔

(14)(i) اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں والدین کی عزت بٹھاتے ہیں۔(ii) اُن کے سامنے اُف تک کہنے کی اجازت نہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دیتے۔(iii)اُن کوڈانٹنے ڈپٹنے سے روکتے ہیں۔(iv)انسان کے دل میں نرمی کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین سے حسن سلوک کو اتنی توجہ دی ہے،اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1)انسان کے لیے پہلا یونٹ خاندان ہے اور خاندان والدین سے تشکیل پاتے ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حکم کے بعد والدین سے حسن سلوک کو اتنی توجہ دی گئی ہے۔

(2)والدین سے حسن سلوک کے حکم سے والدین کی اطاعت،اُن کے ادب واحترام اور خدمت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔(3)اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ والدین کی اطاعت ضروری ہے۔

(4)بوڑھے ماں باپ کا اولاد پر کوئی مادی زور نہیں ہوتا۔وہ اپنے آزاد فیصلے کے تحت والدین سے حسن سلوک کر سکتے ہیں۔اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا وہیں والدین سے حسن سلوک کرنے کا بھی حکم دیا۔

سوال3:انسان کے لیے والدین سے حسن سلوک مشکل کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب:(1)انسان کی نظریں آگے کی طرف دیکھتی ہیں اور والدین کی طرف توجہ کرنا پیچھے مڑ کر دیکھنا ہے۔

(2)انسان کی نظر جہاں توجہ کرتی ہے اس کے جذبات اور اس کی طرف سے اہتمام بھی اسی کے لیے ہوتا ہے۔

(3)اکثر انسان پیچھے اپنے والدین کی طرف توجہ کرنے کی بجائے اولاد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔کم لوگ پیچھے کی طرف توجہ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے والدین کے متعلق انسان کے شعور کو بیدار کیا ہے۔

(4)بڑھاپے میں انسان مجبور ہوتا ہے جب کہ اولاد روزی کے وسائل پر قابض ہوتی ہے۔انسان جب اپنے آپ کو خود مختار دیکھتا ہے تو باندھ کر رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

(5)جوانی اور بڑھاپے میں فرق ہے۔جوانی میں انسان کے جذبات میں جوش ہوتا ہے۔بوڑھوں نے زمانے کے سرد وگرم کو چکھا ہوتا ہے۔جوانوں اور بوڑھوں کے درمیان یوں کوئی قدر مشترک نہیں ہوتی۔اس لیے بھی یہ حسن سلوک مشکل ہو جاتا ہے۔

(6)انسان فطری طور پر اپنی اولاد کا درد دل میں رکھتا ہے۔بچوں کی خاطر انسان جان قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔بچے والدین سے ساری قوتیں اور طاقتیں نچوڑ کر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔اس اعتبار سے بھولے ہوئے انسان کے لیے والدین کے ساتھ حسن سلوک مشکل ہو جاتا ہے۔

سوال4:والدین سے حسن سلوک کی طرف مذاہب عالم میں کیسے توجہ دلائی گئی؟

جواب:(1) تو اپنے ماں باپ کو عزت دے،تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(خروج:20,12)(2) پھر دوسری جگہ ہے: تم میں سے ہر ایک اپنی ماں اور اپنے باپ سے ڈرتا رہے۔(احبار:3,19)

(3) انتہا یہ ہے کہ تورات نے قانوناً یہ حکم نافذ کیا: اور جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے مار ڈالا جائے گا۔ اس نے اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کی ہے اس کا خون اسی پر ہے۔(احبار:20,9)

(4) اور جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے مار ڈالا جائے گا۔(خروج:21,7)

(5) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں انہی احکام کو دہرایا اور اس بات پر زور دیا کہ ان احکام کی صرف لفظی تعمیل نہ کی جائے بلکہ ان کے روح و معنی کا خیال کیا جائے۔ فرمایا: کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنے ماں باپ کی عزت کر اور جو ماں یا باپ پر لعنت کرے، جان سے مارا جائے۔ پر تم کہتے ہو کہ جو کوئی اپنے باپ یا ماں کو کہے کہ جو کچھ مجھے تجھ کو دینا واجب ہے سو خدا کی نذر ہوا اور اپنے ماں باپ کی عزت نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں پس تم نے اپنی روایت سے خدا کے حکم کو باطل کیا۔(متی:4-10)

(6) نبوت محمدی جس کی بعثت ہی اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی ہے اس نے تورات و انجیل کی طرح نہ صرف والدین کی عزت اور ان سے ڈرتے رہنے کی تاکید کی بلکہ اس مسئلہ کے ہر گوشہ کی تفصیل کی اور ہر ممکن سوال کا تشفی بخش جواب دیا۔ ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، اُس کی ماں نے ناگواری کی حالت میں اُس کو پیٹ میں رکھا اور ناگواری کی حالت میں ہی اُس کو جنم دیا اور اُس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا، اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر دے، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی اور یقینا میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (الاحقاف:15)

(7) ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (١٥)﴾ ''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اُس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (لقمان:15،14)

(8) سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''منبر لاؤ۔'' ہم منبر لے آئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی سیڑھی چڑھے تو فرمایا: ''آمین۔'' پھر جب دوسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: ''آمین۔'' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تیسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: ''آمین۔'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی، جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جناب جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: اس آدمی کے لیے ہلاکت ہے جس آدمی نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی حاصل نہ کر سکا۔ اس کے جواب میں، میں نے آمین کہی۔ پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جناب جبریل علیہ السلام نے کہا: ہلاکت ہے اس آدمی کے لیے جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے اس کے جواب میں آمین کہی۔ پھر جب تیسری سیڑھی چڑھا تو جناب جبریل علیہ السلام نے کہا: جس شخص نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی اس کے لیے بھی ہلاکت ہو۔ میں نے اس کے جواب میں کہا: ''آمین۔'' (صحیح الترغیب والترھیب:985)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: ''تمہاری ماں ہے۔'' پوچھا: اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا: ''تمہاری ماں ہے۔'' انہوں نے پھر پوچھا: اس کے بعد کون؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری ماں ہے۔'' انہوں نے پوچھا: اس کے بعد کون ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر تمہارا باپ ہے۔'' (بخاری:5971) (10) ابوبکرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تم کو بڑے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟'' ہم بولے ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا اور والدین کو ناراض کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا۔'' (ترمذی:2301)

(11) میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبائر کا ذکر کیا یا (انہوں نے کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ) نبی ﷺ سے کبائر کے متعلق پوچھا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی کی (ناحق) جان لینا، والدین کی نافرمانی کرنا پھر فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتا دوں؟ فرمایا کہ جھوٹی بات یا فرمایا کہ جھوٹی شہادت (سب سے بڑا گناہ ہے) شعبہ نے بیان کیا کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جھوٹی گواہی فرمایا تھا۔'' (صحیح بخاری 5977)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا میں بھی جہاد میں شریک ہو جاؤں۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تمہارے ماں باپ موجود ہیں؟'' انہوں نے کہا کہ ہاں موجود ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر انہیں میں جہاد کرو۔'' (بخاری: 5972)

(13) سیدنا ابواُسید بن ربیعہ ساعدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ (قبیلۂ) بنو سلمہ کا ایک شخص آگیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ کے وفات پا جانے کے بعد بھی کیا ان سے نیکی کرنے کی کوئی شکل باقی رہ جاتی ہے؟ کہ اس طرح میں ان سے نیکی کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہاں (کیوں نہیں والدین کے وفات پا جانے کے بعد بھی ان سے نیکی کی جا سکتی ہے اور اس کی شکلیں یہ ہیں) ان کے لیے دعا کرنا۔ ان کے لیے بخشش مانگنا۔ اور (ان کے بعد) ان کی وصیت یا اقرار کو پورا کرنا۔ اور ان کے تعلق سے جو رشتے ہوں ان کا لحاظ رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا۔ اور ان کے دوستوں کا اکرام واحترام کرنا۔'' (ابوداؤد: 5142، ابن ماجہ: 3664)

(14) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے اور میرا باپ چاہتا ہے کہ میرے مال سے اپنی ضرورت پوری کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اور تمھارا مال تمھارے باپ ہی کا ہے۔'' (ابن ماجہ: 2291)

﴿وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا

''اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما

كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا﴾

جیسے اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا'' (24)

سوال 1: ماں باپ کی فرماں برداری کے حکم کی وضاحت ﴿وَاخۡفِضۡ ... صَغِيۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ﴾ ''اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو'' یعنی ماں باپ کے ساتھ انکساری سے پیش آؤ اور ان کے ساتھ تمہارے ہر فعل سے تواضع کا اظہار ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 104/1)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2) جیسے پرندہ اڑنے کے لیے تیار ہو اور خاص طور پر جب وہ خوشی سے اپنے پر پھڑ پھڑاتا ہے۔ رب العزت نے پرواز کے لیے تیار انسان سے کہا کہ تم کدھر نئے جہانوں کی طرف اڑنا چاہتے ہو۔ اپنے پر بچھا دو یہ تمہارے لیے عزت کا مقام ہے۔ یہ تمہیں دنیا میں لانے والے والدین ہیں ان کے تم پر احسانات ہیں۔ انہوں نے اپنی جوانیاں گھلا کر تمہیں جوان کیا ہے۔ اب ان کے لیے نرمی اور رحمت سے تواضع کے بازو بچھا دو۔

(3) اپنے والدین کے سامنے ہمیشہ تواضع اور شفقت کا اظہار کرتے ہوئے جھک رہو۔

(4) والدین کے ساتھ حسن سلوک اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید پر کرو، ان کے ڈر کی بنا پر نہیں، نہ مال کے لالچ کی وجہ سے، ایسی کوئی وجہ نہ ہو جس کی وجہ سے اجر نہیں ملتا۔

(5) ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ ''اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا'' یعنی والدین کے لیے دعائے خیر مانگو۔

(6) یعنی ان کی زندگی میں اور ان کے وفات پا جانے کے بعد ان کے لئے رحمت کی دعا کرو۔ انہوں نے بچپن میں تمہاری جو تربیت کی ہے یہ اس کا بدلہ ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ تربیت جتنی زیادہ ہوگی والدین کا حق بھی اتنا ہی زیادہ ہو جائے گا۔ اسی طرح والدین کے سوا کوئی شخص دینی اور دنیاوی امور میں کسی کی نیک تربیت کرتا ہے تو تربیت کرنے والے شخص کا اس شخص پر حق ہے جس کی اس نے تربیت کی ہے۔ (تفسیر سعدی:1454/2)

(7)(i) انسان کے اندر جو رحمت اور شفقت کے جذبات ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حصہ ہیں۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت کا دائرہ وسیع ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہی سے رحمت کی دعا کرنی چاہیے۔

(ii) والدین اپنی اولاد کے ساتھ جو رحمت کا معاملہ کرتے ہیں اس کا اجر اولاد نہیں دے سکتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے دُعا سکھائی کہ آپ کہہ دو کہ ''اے میرے رب اُن پر اسی طرح رحمت کرنا جس طرح اُنہوں نے رحمت کے ساتھ پالا تھا۔''

(8) اللہ تعالیٰ نے والدین کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہوئے بچپن کی یاد کو دُعا میں رکھ دیا۔ ماضی کی یادیں انسان کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خوش گوار، محبت بھری بچپن کی یادوں سے ماں باپ کی محبت اور شفقت یاد دلائی ہے اور یہ شعور دلایا ہے کہ محبت اور شفقت کرنے والے اب کس طرح سے تمہاری محبت کے محتاج ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے ساتھ نرمی اور رحمت کے لیے کیسے آمادہ کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک پرندے کا تصور دلایا ہے جو پرواز کرنے کے لیے بازو پھیلا لیتا ہے اور جب نیچے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتر تا ہے تو باز و جھکا دیتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے پرندے کی مثال دے کر انسان کو نرمی اور رحمت کے لیے آمادہ کیا ہے کہ اس طرح بچھ جاؤ جیسے پرندہ اپنے بازو بچھا لیتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے والدین کے لیے اولاد کی وفا شعاری کو مجسم کر دیا ہے گویا وفا شعاری ایک پرندہ ہے جس نے اپنے پر والدین کے آگے بچھا دیے ہیں۔

﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ

”تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہوئے تو یقیناً وہ

كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا﴾

ہمیشہ سے بار بار رجوع کرنے والوں کے لیے بے حد بخشنے والا ہے“ (25)

سوال 1: والدین کے فرماں بردار اور بار بار رجوع کرنے والے کی خطائیں معاف ہوتی ہیں، اس کی وضاحت ﴿رَبُّكُمْ ... غَفُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ﴾ ”تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے اچھے اور برے رازوں کو جانتا ہے۔ وہ تمھارے جسموں اور صورتوں کو نہیں بلکہ وہ دلوں کے اندر چھپی ہوئی نیکی اور بدی پر نظر رکھتا ہے۔

(2) ﴿اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ﴾ ”اگر تم نیک ہوئے“ اگر تم اپنی نیت میں نیک ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمھیں والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے تم اس کی اطاعت کرتے ہو اور والدین کے جو حقوق تم پر ہیں تم انھیں قائم کرتے ہو۔ (جامع البیان: 69/15)

(3) یعنی اگر تمھارے ارادے اور مقاصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے دائرے میں اور تمھاری رغبت صرف انھی امور پر مرتکز ہے جو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں اور تمھارے دلوں میں غیر اللہ کے ارادے برا جمان نہ ہوں۔ (تفسیر سعدی: 1455/2)

(4) ﴿فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ﴾ ”تو یقیناً وہ ہمیشہ سے بار بار رجوع کرنے والوں کے لیے“ یعنی جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف امید اور خوف سے رجوع کرتا ہے اور والدین کا فرماں بردار ہے۔

(5) ﴿غَفُوْرًا﴾ ”بے حد بخشنے والا ہے“ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(6) پس اللہ تعالیٰ جس کے دل میں جھانکتا ہے، وہ جان لیتا ہے کہ اس دل میں، اللہ تعالیٰ کی طرف انابت، اس کی محبت اوران امور کی محبت جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں کے سوا کچھ بھی نہیں، تب اگر اس بندے سے طبائع بشری کے تقاضے کے مطابق کوئی گناہ سرزد بھی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ معاف کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان عارضی گناہوں کو بخش دیتا ہے، جو مستقل طور پر جڑ نہیں پکڑتے۔ (تفسیر سعدی:1455/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسان کو یہ شعور دلایا ہے کہ رب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: انسان کے خیالات اور اس کے اعمال اس کے عقیدے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے احکامات کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جو نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے تاکہ انسان خبردار ہوجائے کہ اس کی ہر بات اور ہر کام سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ یوں انسان اپنے اعمال کے بارے میں محتاط ہوجاتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیک بننے کی دعوت کیسے دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نیکی کے راستے کی رکاوٹ کو دور کیا ہے، نیکی کے راستے کی رکاوٹ گناہ گاری کا احساس ہے۔ اُس نے واضح کردیا کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ انسان کسی بھی وقت توبہ کرکے پلٹ سکتا ہے۔ اگر اصلاح کا جذبہ موجود ہے تو توبہ کرکے واپسی ہوسکتی ہے اور نیکی کا راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴾

''اور رشتے دار کو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور تم بے جا خرچ نہ کرو، بے جا خرچ کرنا'' (26)

سوال 1: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ صلہ رحمی کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ ''اور رشتے دار کو اُس کا حق دو'' یعنی صلہ رحمی کرو۔

(2) رشتے داری کے جو حقوق تم پر ہیں ان کو ادا کرو یعنی واجب اور مسنون حسن سلوک کرو، ان کی عزت کرو، ان کا حق ادا کرو۔

(3) رشتے داروں کے حقوق میں رشتے کی نوعیت حالات اور ضرورت کے مطابق فرق آجاتا ہے۔

(4) قریبی رشتے داروں سے بہترین سلوک کرنا بہت بڑی نیکی ہے اور ان تعلقات کو بگاڑنا یا توڑنا کبیرہ گناہ ہے۔

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' (بخاری، کتاب الادب)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو صلہ رحمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی کمر پکڑ کر کھڑی ہوگئی۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رک جا۔ صلہ رحمی نے کہا: قطع رحمی سے پناہ طلب کرنے والے کا یہ مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو اس پر راضی نہیں ہوگی کہ جس نے تجھے ملایا میں اسے ملاؤں گا۔ اور جس نے تجھے کاٹا میں بھی کاٹ دوں گا؟ اس نے کہا کیوں نہیں، اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو یہ ہی تیرا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو یہی مقام تیرا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم چاہتے ہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو: پھر بلا شبہ تم سے توقع ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم زمین میں فساد برپا کر دو گے اور اپنے رشتوں کو توڑ دو گے۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے پس انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں۔'' (الصحیحۃ: 2741)

(7) جو شخص چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور عمر لمبی ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔ (بخاری، کتاب الادب)

(8) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صلہ رحمی کو تر و تازہ رکھو اگرچہ سلام کے ذریعے ہو۔'' (الصحیحۃ)

(9) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدلے کے طور پر رشتہ ملانے والا، رشتہ ملانے والا نہیں بلکہ رشتہ ملانے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے ملائے۔'' (بخاری، کتاب الادب)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، (صورت حال یہ ہے کہ) میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں جب کہ وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ اور میں (ان کے بارے میں) حکمت و دانائی سے کام لیتا ہوں، جب کہ وہ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر بات ایسے ہی ہے جیسے تو کہہ رہا ہے تو تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے جب تک تیری یہ کیفیت رہے گی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ تیرے ساتھ ایک مددگار رہے گا۔'' (الصحیحۃ: 2597)

(11) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی گناہ بغاوت، اور قطع رحمی سے زیادہ اس بات کا اہل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی فوراً سزا دے اور ساتھ ہی ساتھ آخرت میں بھی اس کے عذاب بطور ذخیرہ رکھے۔'' (ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ) اللہ تعالیٰ نے ضرورت مندوں میں رشتہ داروں کو پہلا درجہ دیا ہے اس سے انسان کو شعور دلایا ہے کہ رشتہ داروں کا حق زیادہ ہے۔

سوال 2: ﴿وَالْمِسْكِيْنَ﴾ مساکین کے حقوق کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مساکین اور فقراء کا ہر مال والے پر حق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی تقسیم کی آٹھ مدات میں سے دوسرے نمبر پر مساکین کا ذکر فرمایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) مال والوں پر ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے خاندان کے مساکین پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی خرچ کریں۔

(3) مساکین کو اتنا ضرور دیں کہ ان کی مسکینی دور ہو جائے۔

(4) نبی ﷺ نے مسکین کے بارے میں فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جو در در مانگتا پھرتا ہو اور ایک نوالا یا ایک، دو کھجوریں لے کر واپس جاتا ہو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ پھر مسکین کون ہے؟ فرمایا: ''جس کی کمائی اتنی نہیں جو اسے سوال سے بے پروا کر دے نہ لوگ اسے نادار سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ دیں اور نہ وہ لوگوں سے مانگتا ہی ہے۔'' (بخاری، مسلم)

(5) (i) انسان جب اپنے مال پر ضرورت مندوں کا حق تسلیم کر لیتا ہے تو احسان جتلانے سے بچ جاتا ہے۔ (ii) انسان جب مال خرچ کرنے کو عبادت سمجھتا ہے تو احسان جتلانے سے بچ جاتا ہے۔

سوال 3: ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ مسافروں کے حقوق کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مسافر سے مراد غریب الوطن شخص ہے جو اپنے علاقے سے دور کہیں پھنس گیا ہو۔

(2) مسافر خواہ فقیر ہو یا غنی اس کی مدد زکوٰۃ کے مال سے کی جا سکتی ہے اگر وہ اپنے علاقے سے کٹ کر کہیں مصیبت میں پھنس گیا ہو۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں اور نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا ایک وہ جس کے پاس راستے میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافر کو پانی نہ دے۔'' (بخاری) (4) سیدنا عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ ہمیں روانہ کرتے ہیں پھر ہم راستے میں ایسے لوگوں کے پاس اترتے ہیں جو ہماری مہمانی تک نہیں کرتے تو آپ ﷺ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ لوگ دستور کے مطابق تمہاری مہمانی کریں تو فبہا اور اگر نہ کریں تو دستور کے مطابق مہمانی کا حق ان سے وصول کر لو۔'' (بخاری، کتاب الادب)

(5) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں جا رہے تھے۔ اثنائے سفر میں آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ''جس کے پاس فاضل سواری ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس کھانا نہیں۔'' غرضیکہ آپ ﷺ نے مال کی ایک ایک قسم کا جدا جدا ذکر کیا۔ حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ اپنے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو جو سفر پر روانہ ہو رہا تھا، کہا کہ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ایسے ہی رخصت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کروں جیسے رسول اللہ ﷺ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے پھر انہوں نے کہا: ﴿اَسۡتَوۡدِعُكَ اللّٰهَ دِيۡنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيۡمَ اَعۡمَالِكَ﴾ ''میں تمہارا دین، تمہاری امانت اور تمہارے آخری اعمال اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔'' (ترمذی، ابواب الدعوات) (7) ان احادیث سے مسافروں کے حقوق کے بارے میں نتائج اخذ ہوتے ہیں: (i) ہم سفر لوگوں کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے۔ جس کے پاس کھانے پینے یا دیگر ضروریات کی چیزیں زائد ہوں تو اسے دوسرے مسافروں کو وہ چیزیں دینی چاہئیں جن کے پاس اپنی ضرورت کی وہ چیزیں نہ ہوں۔ مثال کے طور پر پانی جو زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ ضرورت سے زائد پانی نہ دینا کبیرہ گناہ ہے۔

(ii) جن علاقوں میں پانی کثرت سے موجود ہو اور کھانے پینے کے لیے ہوٹل وغیرہ موجود ہوں تو کسی ناجائز طریقے سے مہمانی کے حق کو وصول نہیں کیا جاسکتا۔

(8) جب کسی مسافر کے پاس زادِ راہ ختم ہو جائے تو ایسے مسافر کو صدقہ یا زکوۃ سے مدد دی جاسکتی ہے۔

سوال 4: خرچ کرنے میں اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا﴾ ''اور تم بے جا خرچ نہ کرو، بے جا خرچ کرنا'' رب العزت نے خرچ میں اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2) اندھا دھند اور بے جا خرچ کرنے کی ممانعت ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ يُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ يَقۡتُرُوۡا وَكَانَ بَيۡنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ ''اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور اُن کا خرچ اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔'' (الفرقان: 67)

(3) مال اس طریقے سے عطا کیا جائے کہ عطا کرنے والے کو نقصان پہنچے نہ اس مقدار سے زائد ہو جو دی جانی چاہیے ورنہ یہ اسراف وتبذیر کے زمرے میں آئے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1456/2)

(4) سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایسی مد میں خرچ کرنے کو تبذیر قرار دیتے تھے جس میں خرچ کرنے کا حق نہ ہو یعنی ناجائز اُمور میں خرچ کرنا تبذیر ہے۔ خرچ کرنے میں شرعی حد سے تجاوز کرنا تبذیر ہے۔

(5) مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سچائی کے راستے میں پورا مال خرچ کرنا بھی تبذیر نہیں ہے اور بغیر حق کے تھوڑا سا خرچ کرنا بھی تبذیر ہے۔ (المحرر الوجیز: 451/3)

(6) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (ایک دن) فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا حرام کر دیا ہے اور حق نہ ادا کرنا اور ناحق چیز کا لینا (بھی حرام کر دیا ہے) اور تمہارے لیے قیل وقال (فضول بحث کرنے) اور کثرت سوال اور اضاعت مال (مال کے ضائع کرنے) کو ناپسند کیا ہے۔'' (بخاری:2408)

(7) فضول خرچی شیطان کا حربہ ہے جس کے ذریعے وہ مال والوں کو اس قابل نہیں رہنے دیتا کہ وہ ضرورت مندوں پر خرچ کر سکیں۔

﴿اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ وَ کَانَ الشَّیۡطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوۡرًا﴾

''یقیناً بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے'' (27)

سوال: اسراف کی ممانعت کی وضاحت ﴿اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ ... کَفُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے بے جا خرچ کرنے سے نفرت دلائی ہے۔ بے جا اور ناحق خرچ کرنا اسراف ہے۔ اگر انسان اپنا سارا مال حق کے ساتھ خرچ کرے تو وہ اسراف نہیں لیکن ناحق پر قلیل بھی خرچ کرے تو اسراف ہے۔

(2) ناحق خرچ کرنے میں نافرمانیوں پر خرچ کرنا اور تخریب کے لیے خرچ کرنا شامل ہے۔

(3) ﴿اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ﴾ ''یقیناً بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیاطین کے بھائی ہیں'' فضول خرچ لوگوں کو شیطان کا بھائی اس لیے قرار دیا ہے کہ شیطان ہمیشہ برائی کی دعوت دیتا ہے۔ وہ انسان کو مال روک کر رکھنے اور بخل کی دعوت دیتا ہے اور اگر انسان اس کی بات نہ مانے تو وہ اسراف اور تبذیر کی طرف لے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ اعتدال کا حکم دیتا ہے۔

(4) شیطان انسان کا دوست کیسے بنتا ہے؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ مَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَہٗ شَیۡطٰنًا فَہُوَ لَہٗ قَرِیۡنٌ﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔'' (الزخرف:36)

(5) شیطان اور انسان کا بھائی چارہ، اسراف میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑنے اور نافرمانی کے کام کرنے میں مشابہت کی بنا پر ہوتا ہے۔ (الاساس:3060/6)

(6) ﴿وَ کَانَ الشَّیۡطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوۡرًا﴾ ''اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے'' شیطان رب کی نافرمانی کرتا ہے اس لیے رب العزت نے فرمایا کہ شیطان رب کا بڑا ناشکرا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو تسلیم نہیں کرتا، اس کی اطاعت کی بجائے مخالفت اور نافرمانی پر اتر آتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: ﴿مُبَذِّرِيۡنَ﴾ یعنی فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کیوں کہا گیا؟

جواب: (1) تبذیر یعنی فضول خرچی اتنا بُرا عمل ہے کہ اس کام کو انجام دینے والا شیطان کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے اسی وجہ سے اُسے شیطان کا بھائی قرار دیا گیا۔

(2) فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی اس لیے بھی قرار دیا گیا کہ وہ باطل، شر اور نافرمانی میں خرچ کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کے مال کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کرنا شکر ادا کرنا ہے اور فضول خرچی کرنے والے چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس لیے وہ ناشکری کرتے ہیں اور شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں۔

﴿وَ اِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا

"اور اگر تم نے اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش میں جس کی تم اُمید رکھتے ہو ان سے ضرور منہ موڑنا

فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا﴾

ہو تو بھی اُن سے وہ بات کہو جس میں آسانی ہو" (28)

سوال 1: سائل سے نرمی سے گفتگو کرو، اس کی وضاحت ﴿وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ ... مَّيۡسُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا﴾ "اور اگر تم نے اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش میں جس کی تم اُمید رکھتے ہو ان سے ضرور منہ موڑنا ہو" یعنی جب تم سے تمہارے رشتہ دار اور وہ لوگ جن کے بارے میں ہم نے تمہیں دینے کا حکم فرمایا ہے سوال کریں اور تمہارے پاس دینے کو کچھ نہ ہو اور تم ان سے اعراض کرلو تو ایسی صورت میں:

(2) ﴿فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا﴾ "تو بھی اُن سے وہ بات کہو جس میں آسانی ہو" یعنی نرم زبان میں بات سمجھا دو، سختی نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بداخلاقی سے جواب دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم سے نعمت ہی چھین لے۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ﴾ "اور سائل کو مت جھڑکو۔" (الضحیٰ:10)

(3) سوال کرنے والوں سے نرم لہجے میں بات کریں اور ممکن ہو تو کوئی اچھا وعدہ کرلیں کہ فلاں وقت تک مدد کروں گا اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو معذرت کرلیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ يَّتۡبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيۡمٌ﴾ "اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بے پروا، بے حد بردبار ہے۔" (البقرہ:263)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) رب العزت نے رحمت اور رزق کے انتظار کا حکم دیا ہے۔ یہ انتظار عبادت ہے۔ اسی طرح ضرورت مندوں سے عطا کرنے کا وعدہ کرنا بھی عبادت ہے۔ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے۔ جس نیک کام پر قدرت نہ ہو اس کی بھی نیت رکھنی چاہیے ہو سکتا ہے اس امید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آسانی کردے۔

﴿وَ لَا تَجۡعَلۡ یَدَکَ مَغۡلُوۡلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَ لَا تَبۡسُطۡہَا کُلَّ الۡبَسۡطِ

''اور اپنا ہاتھ نہ تو اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھو اور نہ اُسے کھول دو، پورا کھولنا

فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا﴾

کہ ملامت زدہ، تھکے ماندے ہو کر بیٹھ رہو'' (29)

سوال: خرچ میں میانہ روی کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تَجۡعَلۡ ... مَّحۡسُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے خرچ میں میانہ روی کا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے اور بخل اور فضول خرچی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَجۡعَلۡ یَدَکَ مَغۡلُوۡلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ﴾ ''اور اپنا ہاتھ نہ تو اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھو'' گردن سے ہاتھ باندھنا بخل کے لیے کنایا ہے یعنی ایسے نہ بنو کہ کسی کو کچھ نہ دو۔ جیسے یہودیوں نے کہا تھا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ نعوذ باللہ سخی پروردگار سے یہودیوں نے بخیلی منسوب کردی تھی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ بخیل نے اپنے ہاتھ گردن سے باندھ رکھے ہیں۔ اس کی گردن اپنے ہی ہاتھوں کی قید میں ہے۔ یوں وہ خود اپنی ہلاکت کا باعث بن رہا ہے۔

(3) ﴿وَلَا تَبۡسُطۡہَا کُلَّ الۡبَسۡطِ﴾ ''اور نہ اُسے کھول دو، پورا کھولنا'' یعنی ایسا نہ ہو کہ تم ایسے معاملات میں خرچ کرنے لگو جہاں خرچ کرنا مناسب نہیں یعنی ناحق خرچ نہ کرو یا جتنا خرچ کرنا چاہیے، اترا کر طاقت سے زائد خرچ کرنے لگو اور اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے لگ جاؤ کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہ بچے۔

(4) ﴿فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا﴾ ''کہ ملامت زدہ، تھکے ماندے ہو کر بیٹھ رہو'' حسیر ایسے جانور کو کہتے ہیں جو تھک کر بیٹھ جائے۔ اگر آپ بھی ناحق خرچ کرو گے یا زائد خرچ کرو گے تو تھک کر بیٹھ جاؤ گے۔ اپنے کیے پر ملامت کرو گے، خالی ہاتھ رہ جاؤ گے۔ رشتہ داروں کو دینے کا حکم مال داری میں ہے۔

(5) رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: افضل صدقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ صدقہ جس کے بعد آدمی خود محتاج یا صدقہ لینے کے قابل نہ ہو جائے۔'' (بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)(i)اللہ تعالیٰ نے میانہ روی کی تلقین کی ہے۔

(ii)اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان نہ تو بخل کرے کہ اپنے گھر والوں کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے۔

(iii)اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی سے بچنے کی تلقین کی ہے کہ اپنی گنجائش دیکھے بغیر بے دریغ خرچ کرتا رہے اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان اعتدال کا طریقہ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

''یقیناً تمہارا رب جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے، وہ ہمیشہ سے ہی

ع 3 8 3

بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا﴾

اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے''(30)

سوال: تنگی اور فراخی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ...بَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ ''یقیناً تمہارا رب جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے'' یعنی روزی رساں اور تنگی فراخی عطا کرنے والا تو رب ہے۔ جس طرح چاہتا ہے حالات بدلتا رہتا ہے۔ جسے چاہے مال میں وسعت عطا فرما دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ اس میں بھی اس کی حکمت کار فرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون مال داری کا حق دار ہے اور کون تنگ دستی کا۔ بعض لوگوں کے حق میں مال داری بطور استدراج اور فقیری بطور عذاب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذابوں سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے آمین۔

(2)﴿اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا﴾ ''وہ ہمیشہ سے ہی اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' ''خبیر'' وہ ہے جو مخفی امور کا بھی علم رکھتا ہے اور ''بصیر'' وہ ہے جو اپنے بندوں کی مصلحتوں کو دیکھتا ہے کہ کب لوگوں کو وسعت دی جائے اور کب تنگی دی جائے۔ (البحر المحیط:7/42)

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندو! (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی اس میں کم نہیں ہوتا اور فرمایا تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، مسلسل خرچ کئے جا رہا ہے، لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی، اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔'' (صحیح بخاری:4684)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) جو اس کے علم اور اس کی خبر کے مطابق بندوں کے لیے درست ہے وہ ان کے لیے اس کی تدبیر کرے گا اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

﴿وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ‌ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ‌ؕ

''اور اپنی اولاد کو مُفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی،

اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا﴾

یقیناً اُن کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے'' (31)

سوال: قتل اولاد کی ممانعت کی وضاحت ﴿وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا ... كَبِيۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ﴾ ''اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ رحمت اور شفقت کرنے والا ہے اسی لئے اس نے اولاد کو قتل کرنے سے ماں باپ کو حکماً روک دیا ہے۔

(2) اولاد جس سے انسان بے حد محبت کرتا ہے اس کو قتل کرنے کا سبب دل کا شفقت سے خالی ہونا ہے کیونکہ بچوں سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔

(3) ﴿خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ﴾ ''مُفلسی کے ڈر سے'' یعنی فاقے کے ڈر سے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ بیٹیوں کو قتل کرتے تھے۔ (جامع البیان: 80/15) (4) قتل اولاد کو نسل ختم کرنے سے بچانے کے لیے روکا گیا۔ (تفسیر قاسمی: 225/10)

(5) ﴿نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ﴾ ''ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی'' اللہ رب العزت نے والدین کو بھوک کے ڈر سے قتل کرنے سے منع کیا اور سب کی کفالت کی ذمہ داری لی ہے۔

(6) قتل اولاد عقیدے کی خرابی کی وجہ سے رواج پاتا ہے۔ (i) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے پر یقین نہیں رکھتے وہ رزق کے وسائل کی تنگی سے خوف کھا کر بھی اولاد کو قتل کر دیتے ہیں۔ (ii) جو لوگ اولاد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی دین سمجھتے ہیں وہ ان کے نام پر اولاد کو بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

(7) مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت رزاقیت پر عدم توکل یا براہ راست حملہ کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ہم تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں اور جیسے تمہیں دے رہے ہیں ویسے ہی تمہاری اولاد کو بھی دیں گے۔ (تیسیر القرآن: 580/2)

(8) آج کل قتل اولاد خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر اس لیے جاری ہے کہ بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت اور صحت اور حسن کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حفاظت کے لیے اولاد کا کم ہونا ہی ضروری ہے۔

(9)﴿اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾ ”یقیناً اُن کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے“ قتل اولاد کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے۔ اسلام نے قتل اولاد کو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

(10) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: ”یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو پیدا کیا ہے۔“ میں نے عرض کیا کہ یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے۔ پھر اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟“ فرمایا: ”یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے۔“ میں نے پوچھا: اور اس کے بعد؟ فرمایا: ”یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرو۔“ (صحیح بخاری: 4477)

(11) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ ”یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کو حرام کر لیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا یقیناً وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے۔“ (الانعام: 140)

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾

”اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے“ (32)

سوال 1: زنا اور اسباب زنا سے اجتناب کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تَقْرَبُوا ... سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نہ صرف زنا سے منع کیا ہے بلکہ اس کے قریب جانے اور اس کے اسباب اختیار کرنے سے بھی منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى﴾ ”اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ“ زنا کے قریب جانے کی ممانعت، زنا کے مجرد فعل کی ممانعت سے زیادہ بلیغ ہے، اس لیے زنا کے قریب جانے کی ممانعت، زنا کے تمام مقدمات اور اس کے اسباب کو شامل ہے کیونکہ اگر کوئی بادشاہ کی مخصوص چراگاہ کے آس پاس پھرتا ہے تو ہو سکتا ہے وہ چراگاہ میں جا داخل ہو۔ خاص طور پر جب کہ بات یہ ہے کہ اکثر نفوس کے اندر زنا کا قوی ترین داعیہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 1457/2)

(2) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجیے۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے ڈانٹنے لگے اور اسے پیچھے ہٹانے لگے، لیکن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ نے اسے فرمایا: ''میرے قریب آجاؤ'' وہ نبی ﷺ کے قریب جا کر بیٹھ گیا، نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم اپنی والدہ کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے۔'' پھر پوچھا: ''کیا تم اپنی بیٹی کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند نہیں کرتے۔'' پھر پوچھا: ''کیا تم اپنی بہن کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی بہن کے لیے پسند نہیں کرتے۔'' پھر پوچھا: کیا تم اپنی پھوپھی کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتے۔'' پھر پوچھا: ''کیا تم اپنی خالہ کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟'' اس نے کہا: اللہ کی قسم کبھی نہیں، میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی خالہ کے لیے پسند نہیں کرتے۔'' پھر نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کے جسم پر رکھا اور دعا کی کہ اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما، اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان نے کبھی کسی کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ (مسند احمد: 2259)

(3) ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً﴾ ''یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے'' رب العزت نے زنا کی قباحت بیان فرمائی ہے کہ زنا بے حیائی ہے۔ وہ فطرت انسانی کے نزدیک بڑی برائی ہے اور عقل اور شریعت میں بڑی بے حیائی ہے۔

(4) زنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاشرے کو پاک رکھنا چاہتے ہیں اور زنا پاکیزگی کے راستے کی رکاوٹ ہے۔ زنا عورت اور اس کے گھر والوں کے حق میں بہت بڑی برائی ہے۔ عورت کا زنا شوہر کے لیے بہت بڑی ہتک ہے۔ عورت کے زنا سے شوہر کا بستر خراب ہوتا ہے اور نسب مشکوک ہو جاتا ہے۔

(5) ﴿وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ ''اور برا راستہ ہے'' زنا کا راستہ بہت ہی برا راستہ ہے۔

(6) واقعہ معراج کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''ہم آگے چلے پھر ایک تنور جیسی چیز پر آئے'' راوی نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ کہا کرتے تھے: ''اس میں شور کی آواز تھی۔ کہا کہ پھر ہم نے اس میں جھانکا تو اس کے اندر کچھ ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے آگ کی لپٹ آتی تھی۔ جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی تو وہ چلانے لگتے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ وہ ننگے مرد اور عورتیں جو آپ ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنور میں دیکھے وہ زنا کار مرد اور عورتیں تھیں۔'' (بخاری:7047)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بات نہیں کرے گا: ایک بوڑھا بدکار (زنا کرنے والا) دوسرے بال بچے والا مغرور کہ باوجود محتاجی کے اپنے گھمنڈ کی وجہ سے نوکری اور محنت نہ کرے، تیسرے جھوٹا بادشاہ۔'' (نسائی:2576)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب زنا کرنے والا زنا کرتا ہے تو زنا کے وقت اس کا ایمان نہیں رہتا، اور جب چوری کرنے والا چوری کرتا ہے تو چوری کے وقت اس کا ایمان نہیں رہتا، لیکن اس کے بعد بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔'' (ترمذی:2625)

(9) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین قسم کے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ جن سے روز قیامت نہ کلام کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی انہیں پاک صاف کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زانی، جھوٹا بادشا اور متکبر فقیر۔'' (مسلم:107)

(10) ابن ابی رباح یا عطا بن یسار اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ﴾ ''اس کے سات دروازے ہیں'' کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: ان دروازوں میں سے غم، حرارت، کرب و تکلیف اور سب سے بری بو کے لحاظ سے، سب سے برا اور شدید دروازہ وہ ہوگا جو ایسے زانیوں کے لیے ہوگا جنہوں نے اس کی حرمت کا علم ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کیا۔

(11) مکحول دمشقی بیان کرتے ہیں: جہنمی انتہائی تعفن والی بدبو محسوس کریں گے تو وہ کہیں گے: ہم نے اس سے زیادہ تعفن والی بدبو پہلے کبھی محسوس نہیں کی تو انہیں بتایا جائے گا کہ یہ زانیوں کی شرم گاہوں کی بدبو ہے۔

(12) ابن زید (عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم) تفسیر کے امام بیان کرتے ہیں: جہنمی، زانیوں کی شرم گاہوں سے اٹھنے والی بدبو سے تکلیف محسوس کریں گے اور دس آیات میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے لکھا: چوری نہ کرنا، نہ زنا کرنا ورنہ میں اپنا چہرہ تجھ سے چھپا لوں گا۔ (دیدار الٰہی سے محرومی)۔ جب یہ خطاب اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے تو اس کے علاوہ جو ہے اس کے لیے کیسے ہوگا؟

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کے لیے زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جو ضرور ہونے والا ہے تو آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا اور چھونا ہے اور پاؤں کا زنا جانا ہے (فاحشہ کی طرف) اور دل کا زنا خواہش اور تمنا ہے اور شرم گاہ ان باتوں کو سچ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہے یا جھوٹ۔" (مسلم:26757)

(14) سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھوں تو سیدھی تلوار سے اس کی گردن ماردوں پھر یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تمہیں سعد کی غیرت پر حیرت ہے؟ بلاشبہ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے اور اللہ تعالیٰ نے غیرت ہی کی وجہ سے فواحش کو حرام کیا ہے، چاہے وہ ظاہر میں ہوں یا چھپ کر۔" (بخاری:7416)

(15) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور بادل کے ٹکڑے کی طرح اس کے اوپر لٹکا رہتا ہے، پھر جب زنا سے الگ ہوتا ہے تو دوبارہ ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔" (ابوداؤد:4690)

(16) ﴿يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ "اس دن جب ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے۔" (النور:24)

(17) گناہ کے اعتبار سے سب سے بڑا زنا، ماں، بہن، سوتیلی ماں، اور محارم کے ساتھ زنا کرنا ہے۔ ایک روایت میں ہے امام حاکم نے جسے صحیح قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی محرم سے زنا کرے تو اس کو قتل کردو۔"

(18) سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں اپنے چچا سے ملا ان کے ساتھ ایک جھنڈا تھا میں نے ان سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر رکھی ہے، اور حکم دیا ہے کہ میں اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال لے لوں۔ (ابوداؤد:4457)

سوال 2: قتل اولاد اور زنا کے درمیان کیا تعلق ہے؟

جواب: قتل اولاد جان کا قتل ہے۔ زِنا بھی دراصل قتل نفس ہے مثلاً

(1) اگر زِنا کے نتیجے میں اولاد پیدا ہوجائے تو حمل کو ضائع کروادیا جاتا ہے۔

(2) ولد زِنا اگر پیدا ہوجائے تو بھی عموماً قتل کردیا جاتا ہے۔

(3) اگر ولد زِنا بچ جائے تو وہ معاشرے میں ذلیل ورسوا ہوجاتا ہے۔

(4) زِنا پورے معاشرے کے لیے قتل کا سبب ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نسب مل جاتا ہے۔

(5) زِنا کی وجہ سے خاندانی زندگی ختم ہوجاتی ہے کیونکہ جس معاشرے میں زِنا کا رواج ہوجاتا ہے وہاں خاندانی زندگی کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) زِنا کی وجہ سے خاندان اپنی اصل حیثیت میں باقی نہیں رہتے۔ اپنا کردار ادا نہیں کر سکتے۔ بچوں کی صحیح تربیت نہیں ہوتی، اس میں کمی رہ جاتی ہے۔

سوال 3: زنا کو روکنے کے لیے اسلام کیا ضروری اقدامات کرتا ہے؟

جواب: (1) اسلام اس کے لیے کوڑوں کی سزا دیتا ہے۔ ﴿اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ ۪ وَّلَا تَاۡخُذۡكُمۡ بِهِمَا رَاۡفَةٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۚ وَلۡیَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین میں نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کی سزا کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے۔'' (النور:2)

(2) اسلام شادی شدہ زانی کو رجم کی سزا دیتا ہے۔

(3) اسلام عورتوں اور مردوں کی مخلوط مجالس پر پابندی عائد کرتا ہے۔

(4) اسلام غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنے، اُن سے ملنے اور کلام کرنے پر پابندی عائد کرتا ہے۔

(5) اسلام مردوں اور عورتوں کے تنہائی میں ایک جگہ رہنے کی ممانعت کرتا ہے۔

(6) اسلام عورتوں کے گھر سے باہر بن سنور کر نکلنے پر پابندی عائد کرتا ہے۔

(7) اسلام ایسی چیزوں پر پابندی عائد کرتا ہے جس کے نتیجے میں نکاح میں مشکلات ہو جائیں مثلاً جہیز اور زیادہ مہر۔

(8) اسلام عورتوں کو حجاب کا حکم دیتا ہے۔ (9) اسلام نوجوان لوگوں کی شادی کی تلقین کرتا ہے۔

(10) اسلام شادی کی وجہ سے تنگدست ہو جانے کے خوف کو دُور کرتا ہے۔

(11) اسلام زِنا کی سخت سزا مقرر کرتا ہے۔ اسلام میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے ہے لیکن شادی شدہ زانی کو پتھروں سے رجم کرنے کا حکم ہے۔ (12) اسلام ہیجان انگیز اسباب کی ممانعت کرتا ہے۔

(13) خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت کرتا ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت بھی خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے کہ لوگ اس کی خوشبو پائیں تو وہ عورت زانیہ ہے۔'' (نسائی:5126)

(14) غیر محرم کے ساتھ ملنے کی ممانعت کرتا ہے۔ (i) ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہر گز تنہائی میں نہ ملے اِلّا یہ کہ اس کا محرم ساتھ ہو نہ ہی عورت محرم کے بغیر سفر کرے۔'' (مسلم) (ii) ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''تم لوگ ایسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کے گھروں میں داخل نہ ہو، جن کے شوہر گھروں پر نہ ہوں، کیونکہ شیطان تم میں سے ہر کسی کے اندر اس طرح گردش کر رہا ہے جس طرح خون کرتا ہے۔'' (ترمذی:1172)

(15) غیر محرم کو چھونے کی ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''غیر محرم عورت کو چھونے سے بہتر ہے کہ وہ مرد اپنے سر میں لوہے کی سیخ چبھو لے۔'' (طبرانی)(صحیح الترغیب:1910)

(16) ایک دوسرے کا ستر دیکھنے کی ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''کوئی مرد دوسرے مرد کا، کوئی عورت کسی دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے۔'' (مسلم)

(17) اکٹھا سونے کی ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ یا کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک چادر میں لیٹے، نہ سوئے۔'' (مسلم)

(18) غیر محرموں کے سامنے اظہار زینت کی ممانعت کرتا ہے۔ ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور:31)

(19) غیر مردوں کو بلا ضرورت آواز سنانے کی ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''دوران نماز کسی ضرورت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے (مثلاً امام کی بھول وغیرہ) مرد سبحان اللہ کہیں لیکن عورتیں تالی بجائیں۔'' (بخاری ومسلم)

(20) اسلام گانے بجانے کی ممانعت کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کے لوگوں پر زمین میں دھنسنے، شکلیں مسخ ہونے اور (آسمان سے) پتھروں کی بارش برسنے کا عذاب آئے گا۔'' کسی صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب گانے بجانے والی عورتیں ظاہر ہوں گی، آلات موسیقی عام استعمال ہوں گے اور شرابیں پی جائیں گی۔'' (ترمذی:2212)

(21) اسلام اخلاق خراب کرنے والے لٹریچر سے روکتا ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (النور:19) (کتاب النکاح:47_9)

سوال 4: جس معاشرے میں زنا عام ہوجاتا ہے وہ بربادی کی طرف کیسے سفر شروع کردیتی ہے؟

جواب: (1) جس معاشرے میں زنا عام ہوتا ہے۔ وہ زوال پذیر ہوجاتا ہے جیسے امریکہ اور یورپ مادی ترقی کے باوجود زوال کی طرف جارہے ہیں۔

(2) فرانس کے زوال کے آثار واضح ہیں۔

﴿وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَـقِّ‌ ؕ وَمَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا فَقَدۡ جَعَلۡنَا

''اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ اور جو کوئی مظلومانہ قتل کیا گیا تو یقیناً ہم نے

لِـوَلِيِّهٖ سُلۡطٰنًا فَلَا يُسۡرِفْ فِّى الۡقَتۡلِ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنۡصُوۡرًا﴾

اُس کے ولی کو پورا غلبہ دیا ہے چنانچہ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا'' (33)

سوال: قتل ناحق کی ممانعت کی وضاحت ﴿وَلَا تَقۡتُلُوا ... مَنۡصُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ﴾ ''اور کسی جان کو قتل نہ کرو'' اللہ رب العزت نے ناحق قتل کو حرام ٹھہرایا ہے۔

(2) ﴿الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ﴾ ''جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے'' یہ حکم ہر نفس کے لیے ہے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ ''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گا اور اس نے لعنت کی ہے اُس پر اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔'' (النساء:93)

(3) ﴿اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''مگر حق کے ساتھ'' مثلاً مقتول کے قصاص میں قاتل کو قتل کرنا، شادی شدہ زانی کو قتل کرنا، مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے والے مرتد کو قتل کرنا اور باغی کو بغاوت کی حالت میں قتل کرنا جب کہ اس کو قتل کئے بغیر بغاوت پر قابو نہ پایا جا سکتا ہو۔ (تفسیر سعدی:1458/2)

(4) ﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ ''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ یقیناً جس شخص نے کسی جان کو بغیر کسی جان کے (بدلے) قتل کیا یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا۔'' (المائدہ:32)

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''سات مہلکات سے بچو'' آپ ﷺ نے ان میں کسی جان کو، جس کا اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام قرار دیا ہے، ناحق قتل کرنے کا بھی ذکر فرمایا۔ اور ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی شریک مقرر کرے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے'' پھر اس نے کہا: اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس اندیشے سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔'' اس نے عرض کیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔'' (بخاری:4477)

(6) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان اپنی تلواریں سونت کر مد مقابل آ جاتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔'' عرض کیا گیا: اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو قاتل ہے، تو مقتول کا کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس لئے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔'' (بخاری:31)

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ بن جانا۔'' (بخاری:121)

(8) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اپنے دین کے بارے میں وسعت و کشادگی میں رہتا ہے، جب تک وہ کسی حرام خون (قتل) کا ارتکاب نہ کر لے۔'' (مسند احمد:152،148/4)

(9) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''روز قیامت لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خونوں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا۔‘‘ (بخاری:6864)

(10) رسول ﷺ نے فرمایا: ’’کسی مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے ہاں زوال دنیا سے بھی بڑھ کر ہے۔‘‘ (نسائی:83/7)

(11) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہیں۔‘‘ (بخاری:6675)

(12) آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے کسی ذمی شخص کو قتل کیا، جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پناہ حاصل تھی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ دیا، لہٰذا وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آئے گی۔‘‘ (ترمذی:1403) اگر ذمی کے قتل کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر کسی مسلمان کو کیسے قتل کیا جا سکتا ہے؟ ذمی، یہود و نصاریٰ میں سے وہ شخص ہے جو اسلامی مملکت میں رہنے کا عہد و پیماں کرے۔ تو اس کی جان کی حفاظت کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

(13) بحیثیت انسان کے مرد اور عورت دونوں کی جان کی حرمت مساوی ہے۔ جو شخص مومن (مرد ہو یا عورت) کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے۔ ’’خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے تم سب (مردوں اور عورتوں) کے خون اور مال ایک دوسرے پر حرام کر دیئے ہیں۔‘‘ (مسند احمد)

(14) عہد نبوی میں ایک یہودی نے ایک لڑکی کو قتل کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے لڑکی کے بدلے میں یہودی کو قتل کروا دیا۔ (بخاری، کتاب الدیات)

(15) ﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا﴾ ’’اور جو کوئی مظلومانہ قتل کیا گیا‘‘ جس کو ناحق قتل کیا گیا ہو۔

(16) ﴿فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا﴾ ’’تو یقیناً ہم نے اُس کے ولی کو پورا غلبہ دیا ہے‘‘ یہاں ’’ولی‘‘ سے مراد وہ شخص ہے جو مقتول کے ورثاء اور عصبہ میں سے اس کے سب سے زیادہ قریب ہو۔ یعنی ہم نے مقتول کے ولی کے لئے قاتل سے قصاص لینے کی ظاہری دلیل فراہم کر دی، نیز اسے قدری طور پر بھی قاتل پر اختیار عطا کر دیا ہے مگر یہ اس وقت ہے جب قصاص کی موجب تمام شرائط یکجا ہوں، مثلاً ارادہ اور تعدی کے ساتھ قتل کرنا اور مقتول اور قاتل میں برابری وغیرہ۔ (تفسیر سعدی:1458/2)

(17) رب العزت نے فرمایا: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ ’’تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے۔‘‘ (البقرۃ:178)

(18) ﴿فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ﴾ ’’چنانچہ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے‘‘ یعنی قتل میں زیادتی نہ کریں۔ (الدر المنثور:327/4) قتل میں اسراف کی تین صورتیں ہیں: (i) ولی قاتل کا مثلہ کرے۔ (یعنی اسے ایذا دے دے کر مارے، ناک کاٹے، کان کاٹے، وغیرہ وغیرہ۔) (ii) ولی قاتل کو کسی ایسی چیز کے ذریعے سے قتل کرے جس کے ذریعے سے مقتول کو قتل نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہو۔(iii) قاتل کو چھوڑ کر کسی اور کو قتل کر دیا جائے۔

(19) اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ صرف ولی کو قصاص لینے کا حق ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ اگر ولی قاتل کو معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے، نیز اس میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قاتل اور اس کے مددگاروں کے مقابلے میں مقتول کے ولی کی مدد کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1458/2)

(20) ﴿اِنَّهٗ كَانَ مَنۡصُوۡرًا﴾ ''یقیناوہ مدد دیا ہوا ہوگا'' بے شک مقتول کی مدد کی جائے گی۔ (جامع البیان:85/15)

﴿وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ حَتّٰى يَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ‌ ۖ وَاَوۡفُوۡا

''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور

بِالۡعَهۡدِ‌ ۖ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا﴾

عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا'' (34)

سوال 1: اڑانے کے ارادے سے یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَقۡرَبُوۡا ... اَشُدَّهٗ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ﴾ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ'' اللہ رب العزت نے یتیم کے سرپرستوں کو حکم دیا ہے کہ وہ یتیم اور اس کے مال کی حفاظت کریں۔ اس کے مال کے قریب نہ جائیں۔

(2) ﴿اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ﴾ ''مگر اس طریقے سے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہو'' یتیم اپنے مال کے بارے میں کم سنی میں کچھ نہیں جانتا۔ نہ وہ تجارتی معاملات کی معرفت رکھتا ہے، نہ کوئی اور انتظام کر سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یتیم کے سرپرستوں کو حکم دیا ہے کہ مال کو تجارت میں لگاؤ اور اسے برباد ہونے سے بچاؤ۔ یتیم کے مال کو برے ارادے سے فضول خرچ نہ کرو۔ اس مال میں اضافے کی خواہش رکھو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنۡ تُخَالِطُوۡهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ‌ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعۡنَتَكُمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ﴾ ''اور اگر تم انہیں ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (البقرۃ:220)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔ (بخاری: 6005)

(5) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مسلمان نے مسلم ماں باپ دونوں کی طرف سے یتیم ہو جانے والے بچے کو اپنے کھانے پینے میں اپنے ساتھ رکھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس یتیم کو غنی کر دیا تو اس کے لئے قطعی طور پر جنت واجب ہو جائے گی۔'' (مسند احمد: 9065) (6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! میں دو کمزوروں یتیم اور عورت کے حقوق کو ممنوع اور حرام قرار دیتا ہوں۔'' (مسند احمد: 9066)

(7) ﴿حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ﴾ ''یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے'' جب یتیم عاقل و بالغ ہو جائے تو وہ خود اپنے معاملات کا سرپرست بن جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ ابۡتَلُوا الۡیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ ۚ فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡہُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ اَمۡوَالَہُمۡ ۚ وَ لَا تَاۡکُلُوۡہَاۤ اِسۡرَافًا وَّ بِدَارًا اَنۡ یَّکۡبَرُوۡا ؕ وَ مَنۡ کَانَ غَنِیًّا فَلۡیَسۡتَعۡفِفۡ ۚ وَ مَنۡ کَانَ فَقِیۡرًا فَلۡیَاۡکُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ اَمۡوَالَہُمۡ فَاَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا﴾ ''اور یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان میں سمجھ بوجھ محسوس کرو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اُن کا مال فضول خرچی سے جلدی کرتے ہوئے نہ کھاؤ، اور جو مالدار ہے تو لازم ہے کہ وہ بچے اور جو محتاج ہے تو لازم ہے کہ وہ معروف طریقے سے کھائے۔ چنانچہ جب تم اُن کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اُن پر گواہ بناؤ، اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے۔'' (النساء: 6) عاقل و بالغ سے سرپرستی زائل ہو جاتی ہے۔

(8) نسفی رحمہ اللہ نے کہا: جب وہ اٹھارہ برس کو پہنچ جائے۔ (الاساس: 3062/6)

(9) سن رشد سے مراد وہ عمر ہے جس میں انسان اپنے نفع و نقصان کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

سوال 2: ایفائے عہد کے حکم کی وضاحت ﴿وَ اَوۡفُوۡا ... مَسۡـُٔوۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَہۡدِ﴾ ''اور عہد کو پورا کرو'' یعنی لوگوں سے جو عہد و پیمان کیا ہے اسے پورا کرو۔

(2) عہد عام لفظ ہے جو انسان اور رب کے درمیان یا اس کے اور مخلوق کے درمیان ہوتا ہے۔ (المحرر الوجیز: 455/3)

(3) عہد سے یوم الست کا میثاق بھی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے۔

(4) عہد سے مراد انسانوں کے آپس کے معاہدے بھی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) اس سے مراد ہے اجتماعی معاہدے بھی ہیں جو کسی جماعت یا معاشرے یا رعایا یا حکومت کی طرف سے ہو سکتے ہیں۔

(6) عہد سے مراد بین الاقوامی معاہدے بھی ہیں۔ (7) اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے عام طور پر عہد لیا اور دیا جاتا ہے اسی وجہ سے یہاں ایفائے عہد کا حکم دے دیا گیا۔ واللہ اعلم

(8) ﴿اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا﴾ ''یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ عہد توڑنے والے سے اس کی بدعہدی کے بارے میں سوال کریں گے۔ (الدر المنثور: 328/4) (9) عہد کو پورا کرنے کا بہت بڑا ثواب اور بدعہدی کا بہت بڑا گناہ ہے۔ (10) عہد توڑنے سے انسان تب بچ سکتا ہے جب وہ دوسرے فریق کو کمزور انسان کی حیثیت سے نہ دیکھے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے جس کی پکڑ سے بچنا کسی صورت ممکن نہیں۔

﴿وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ‌ؕ ذٰلِكَ خَيۡرٌ

''اور جب ماپ کرو تو پورا پورا ماپ کرو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو یہی بہتر ہے

وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا﴾

اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے'' (35)

سوال 1: ماپ اور تول پورا کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَوۡفُوا ... تَاۡوِيۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ﴾ ''اور جب ماپ کرو تو پورا پورا ماپ کرو'' یعنی پیمانے پورے بھر کر دو، کم نہ دو۔

(2) ﴿وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ﴾ ''اور سیدھی ترازو سے تولا کرو'' قتادہ نے فرمایا: عدل کرو۔ (الدر المنثور: 329/4)

(3) قسطاس یعنی ترازو اور اردو زبان میں بمعنی عدل ہے۔ قسطاس مستقیم وہ ترازو ہے جس میں پاسنگ بھی نہ ہو اسی سے پورا پورا تول کر دو۔ دنیا میں بھی اس میں بہتری ہے کہ تمہارا کاروبار چمک اٹھے گا اور آخرت میں بھی اس کی وجہ سے تم کو جہنم سے نجات ملے گی۔ اس کا ثواب بہت ہے اور انجام بھی خوش کن ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بیوپاریو! تمہیں دو چیزیں مل گئی ہیں جس کی وجہ سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں یعنی ناپ اور تول۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص باوجود قدرت کے صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے حرام چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی دنیا میں آخرت سے پہلے یقیناً اس سے بہتر چیز عطا فرماتا ہے۔'' (مختصر ابن کثیر: 1045/1)

(4) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عدل اور ناپ تول کو بغیر کسی کمی کے انصاف کے ساتھ پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ آیت کے عمومی معنی سے دھوکہ دہی، اندازے سے قیمت لگانے، کسی چیز کی قیمت طے ہونے کے بعد کسی دوسرے شخص کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف سے قیمت لگانے کی ممانعت اور معاملات میں خیرخواہی اور صداقت مستنبط ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:1459/2)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝﴾ ”ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب اُنہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو اُنہیں کم دیتے ہیں۔“(المطففین:1-3)

(6) زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کا معنی ہے جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو ان سے پورا پورا لیتے ہیں، اسی طرح جب وزن کر کے لیتے ہیں۔ اگرچہ، جب وزن کر کے لیتے ہیں کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ناپ اور وزن انہی دو کے ذریعے خرید و فروخت ہوتی ہے، ناپا جاتا ہے اور وزن کیا جاتا ہے۔ پس ان میں سے ایک دوسرے پر دلالت کرتا ہے۔

(7) سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں ابو جہینہ نامی ایک شخص تھا۔ اس کے پاس دو پیمانے تھے۔ ایک لینے کے لئے اور دوسرا دینے کے لئے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(8) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مہاجرو! پانچ (آزمائشیں) ہیں جن میں تم مبتلا ہو گے اور میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ: (۱) جب کسی قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے اور وہ اعلانیہ اس کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان میں طاعون اور مختلف بیماریاں، جو ان کے اسلاف میں نہیں تھیں، پھیل جاتی ہیں۔ (۲) جب لوگ ماپ تول میں کمی کرتے ہیں تو انہیں قحط سالیاں، سخت تکلیفیں اور بادشاہوں کے ظلم دبوچ لیتے ہیں۔ (۳) جب لوگ زکوۃ ادا کرنے سے رک جاتے ہیں تو آسمان سے بارش کا نزول بند ہو جاتا ہے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان پر بارش نازل نہ ہوتی۔ (۴) جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و پیمان کو توڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمنوں جن کا تعلق ان کے غیروں سے ہوتا ہے کو مسلط کر دیتا ہے جو ان سے ان کے بعض اموال چھین لیتے ہیں اور (۵) جب مسلمانوں کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اس کے نازل کردہ قوانین کو ترجیح نہیں دیتے تو اللہ تعالیٰ اس کو آپس میں لڑا دیتا ہے۔“(صحیحہ:966)

(9)﴿اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝﴾ ”کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناً وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔“(المطففین:4) (10) زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ان کو یقین ہوتا کہ وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو پھر وہ ناپ تول میں کمی نہ کرتے۔ مالک بن دینار سے روایت ہے انہوں نے کہا: میرا پڑوسی میرے پاس آیا جب کہ اس کی موت قریب آ چکی تھی اور وہ کہہ رہا تھا، آگ کے دو پہاڑ آگ کے دو پہاڑ۔ وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا: ابو یحییٰ میرے پاس دو پیمانے تھے میں ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیا کرتا تھا۔ مالک بن دینار نے کہا: میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کھڑا ہو کر ایک پیمانے کو دوسرے پر مارنے لگا، تو اس نے کہا: ابو یحییٰ! جب ایک کو دوسرے پر مارا جاتا ہے تو معاملے کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے پس وہ اسی حالت میں فوت ہو گیا۔ کسی نے کہا: میں ایک مریض کے پاس گیا جس پر موت کا عالم طاری تھا میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا، لیکن اس کی زبان نہیں چل رہی تھی۔ جب اسے افاقہ ہوا تو میں نے اس سے پوچھا: میرے بھائی! کیا ماجرا ہے کہ میں تمہیں کلمہ شہادت کی تلقین کر رہا تھا، جبکہ تمہاری زبان اسے ادا نہیں کرتی تھی؟ اس نے کہا: میرے بھائی! ترازو کا کانٹا میری زبان پر ہے جو مجھے اسے پڑھنے نہیں دیتا۔ میں نے اسے کہا: اللہ کی قسم! کیا تم وزن کم دیتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! لیکن میں نے کچھ مدت تک اپنے ترازو کی کارکردگی کے درست ہونے کو چیک نہیں کیا تھا۔ پس یہ اس شخص کا حال ہے جسے اپنے ترازو کی کارکردگی کے درست ہونے کا اعتبار اور یقین نہیں، تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو وزن میں کمی کرتا ہے؟ نافع بیان کرتے ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما بائع کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اللہ تعالیٰ سے ڈرو ناپ تول پورا کرو، کیونکہ کم دینے والوں کو کھڑا کیا جائے گا حتیٰ کہ پسینہ ان کے نصف کانوں تک پہنچا ہوگا، اسی طرح تاجر جب بیچتا ہے تو گز کھینچ کر رکھتا ہے اور جب خریدتا ہے تو اسے ڈھیلا رکھتا ہے۔ (کبیرہ گناہ: 351-353)

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والے ماپ میں سب سے برے تھے۔ (یعنی کم تولتے تھے اور کم ماپتے تھے) جیسے دغا باز بنئے اس زمانے میں کرتے تھے پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری ''خرابی ہے کم ماپنے والوں کے لئے'' اخیر تک۔ اس کے بعد اچھا ماپنے لگے۔ (سنن ابن ماجہ: 2223)

(12) ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک کچھ لوگ صبح کے وقت خرید و فروخت کرتے نظر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکارا: ''اے تاجروں کی جماعت!'' جب ان لوگوں نے اپنی نگاہیں اونچی اور گردنیں لمبی کر لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تاجر قیامت کے دن اس حال میں اٹھائیں جائیں گے کہ وہ فاسق و فاجر ہوں گے، سوائے ان کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور نیکوکار اور سچے ہوں۔'' (سنن ابن ماجہ: 2146)

(13) ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ''یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے'' ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ اس کے نہ ہونے سے (بہتر ہے)، ﴿وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ یعنی یہ عدل انجام کے اعتبار سے بہتر ہے، بندہ تاوان اور نقصان سے محفوظ رہتا ہے اور عدل و انصاف اور ناپ تول پورا کرنے سے برکت نازل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1459)

سوال 2: ناپ تول پورا کرنے کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: (1) ناپ تول پورا کرنے کا سب سے بڑا فائدہ دل کی پاکیزگی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)ناپ تول پورا کرنے سے اجر وثواب ملتا ہے۔(3)ناپ تول پورا کرنے سے لوگوں کے اندر اعتماد پیدا ہوتا ہے۔

(4)ناپ تول پورا کرنے سے معاشرے کی نشوونما صحت مند بنیادوں پر ہوتی ہے۔

(5)ناپ تول پورا کرنے سے کاروبار کو ترقی ملتی ہے۔(6)ناپ تول پورا کرنے سے برکت ملتی ہے۔

سوال3: ناپ تول میں کمی کے کیا نقصانات ہیں؟

جواب:(1)ناپ تول میں کمی کرنے سے انسان کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

(2)ناپ تول کی کمی کرنے سے مارکیٹ میں کاروباری اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

(3)ناپ تول کی کمی کرنے سے کساد بازاری پیدا ہوتی ہے۔

(4)ناپ تول میں کمی کرنے سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔(5)ناپ تول کی کمی کا نقصان پورے معاشرے کو ہوتا ہے۔

سوال 4: جو شخص تجارتی مقاصد کے لیے ناپ تول میں دیانت داری کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے دیانت داری سے کام لیتا ہے دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب:(1)جو شخص عقیدے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ناپ تول پورا کرتا ہے اس کی ذہنی سطح بلند ہوتی ہے۔

(2)ایسے شخص کا دل پاک ہوتا ہے اور دیانت داری سے اور پاک ہو جاتا ہے۔(3)ایسے شخص کو زیادہ سکون نصیب ہوتا ہے۔

(4)ایسے شخص کو مادی فوائد تو حاصل ہوتے ہیں روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں جب کہ محض تجارتی مقاصد کی خاطر دیانت داری سے کام لینے والے کو دُنیا کے مادی فوائد یعنی کاروباری فوائد تو حاصل ہوتے ہیں روحانی فوائد نصیب نہیں ہوتے۔اسلام انسانوں کے مادی اور روحانی فوائد کے لیے راہ نمائی کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی سچا دین ہے جو انسانوں کے لیے نفع مند ہے۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ

''اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں یقینا کان، آنکھ اور دل ان میں سے

كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا﴾

ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا'' (36)

سوال1: بلا علم بات نہ کرو، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَقْفُ...مَسْـُٔوْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ﴾''اوراس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں'' اس سے مراد تجسس کرنا، بدگمانی کرنا، کسی کو ٹوہ میں لگنا ہے۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی بات میں نہ پڑو جس کا تمہیں یقینی علم نہ ہو۔جب تک اس کی صحت کے بارے میں پختہ یقین نہ ہو چاہے وہ کوئی بات ہو، روایت ہو، کسی واقعے کا بیان ہو، کوئی شرعی یا قانونی مسئلہ ہو۔

(3) رب العزت نے بغیر علم کے محض گمان سے بات کرنے سے روکا ہے یعنی جو بات تم نہیں جانتے اسے زبان پر نہ لاؤ، نہ اس کا قصد کرو، نہ جھوٹی گواہی دو، بے دیکھے، بے سنے اور بے جانے نہ کہہ دیا کرو کہ میں نے دیکھا، سنا اور جانا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کے متعلق باز پرس کرے گا۔(مختصر ابن کثیر:1/1046)

(4)﴿اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ﴾''بہت گمان کرنے سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔'' (الحجرات:12)

(5) یعنی اس چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہیں بلکہ تم جو کچھ کہتے ہو یا کرتے ہو، اس کے بارے میں پوری تحقیق کر لیا کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ تمہارا قول وفعل یوں ہی ختم ہو جائے گا، تمہیں اس کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہوگا۔پس جو بندہ یہ جانتا ہے کہ اس سے اس کے قول وفعل کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اس بارے میں اسے جواب دہی کرنی ہوگی کہ اس نے اپنے ان اعضاء کو کہاں کہاں استعمال کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔اس پر لازم ہے کہ وہ اس سوال کا جواب تیار کر لے۔ان امور کا جواب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس نے ان اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں استعمال نہ کیا ہو، دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہ کیا ہو اور ان باتوں سے باز نہ رہا ہو جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1460)

(6)(i) علم انسان کو اپنے حواس سے ہوتا ہے اور انسان کے تمام حواس عقل اور اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔اس امانت کے بارے میں اُس نے سوال کرنا ہے جس نے یہ قوتیں عطا کی ہیں۔(ii) اسلام انسان کے دل کی درستگی چاہتا ہے تاکہ انسان کا عمل بھی پاک ہو اور بے فائدہ چیزوں میں پڑ کر انسان کی زندگی درست نہیں رہ سکتی اس وجہ سے جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پیچھے پڑنے سے روکا ہے۔(iii) بے فائدہ چیزوں کے پیچھے پڑنے سے رُکنا بہترین عمل اور اچھا طریقہ کار ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن سے روکا ہے۔

(7)﴿اِیَّاکُمۡ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکۡذَبُ الۡحَدِیۡثِ﴾''بدگمانی سے بچتے رہو کیونکہ بدگمانی کی باتیں اکثر جھوٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہیں۔'' (بخاری:6064)

(8) رب العزت نے مشرکوں پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی﴾ ''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔'' (النجم:23)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ جو سنے، اسے (بغیر تحقیق کیے) آگے بیان کر دے۔'' (مسلم:7)

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔'' (بخاری:7042)

(11) ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا﴾ ''یقیناً کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کے بارے میں سوال کرنا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے۔'' (النور:24)

(12) ﴿وَ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور تم سے ضرور اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (النحل:93)

(13) ﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ ''آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے۔'' (یٰس:65)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بغیر علم کے کسی چیز کے پیچھے پڑنے سے کیسے روکا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے آخرت کی جواب دہی کے احساس سے انسان کو ایسی چیزوں کے پیچھے پڑنے سے روک دیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کا علم نہ ہو اور اُس پر عمل کیسے ہوسکتا ہے جس کا علم نہ ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ نے آخرت کی جواب دہی کا شعور دلایا ہے۔ جو انسان جواب دہی کا یہ شعور رکھتا ہے وہ بغیر تحقیق کے بات نہیں کرتا۔ وہ کان، آنکھ اور دل ودماغ سے وہی کام لیتا ہے جس کے لیے وہ بنائے گئے ہیں۔ وہ زبان سے وہی بات کرتا ہے جو عمل میں لائے یا جس کی تحقیق ہو چکی ہو۔

سوال 3: ہر معاملے میں پوری تحقیق کرنے کے فوائد کو آج سائنس دانوں نے بھی پالیا ہے۔ اسلامی طریقے اور سائنسی طریقے میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) سائنسی طریقہ خشک ہے جب کہ اسلامی طریقہ کار میں دل کی درستگی اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت ہے۔ انسان کو پوری حکمت سمجھادی گئی ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی طریقہ کار حکیمانہ ہے۔

(2) سائنسی طریقہ کار کے مقابلے میں اسلامی طریقہ کار بامعنی اور بامقصد ہے۔

(3) انسان کو اسلامی طریقہ کار سے وہ فوائد تو نصیب ہوتے ہی ہیں۔ جو سائنسی طریقہ کار سے نصیب ہوتے ہیں لیکن اس طرح اُس کے دل کی دنیا کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسے سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ وہ قلبی اور عملی اعتبار سے پاکیزہ انسان بن جاتا ہے۔

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾

''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، یقیناً تم زمین کو کبھی نہیں پھاڑ سکو گے اور نہ کبھی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ پاؤ گے'' (37)

سوال 1: مغرورانہ چال کی مذمت کی وضاحت ﴿وَلَا تَمْشِ ... طُوْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا﴾ ''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو'' ابن جریج نے کہا: فخر نہ کرو۔ (جامع البیان: 84/15)

(2) اللہ تعالیٰ غرور کی چال سے منع فرمارہا ہے کیونکہ یہ چال مغروروں کی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1046/1)

(3) جو شخص تواضع کرے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تو اللہ تعالیٰ اسے اُٹھائے گا۔ وہ اپنے خیال میں حقیر ہوگا لیکن لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوگا۔ جو تکبر کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے گرادیتا ہے۔ وہ اپنے خیال میں بڑا ہوگا مگر لوگوں کے نزدیک حقیر ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگ اس سے اس قدر نفرت کرتے ہیں جس طرح کتے اور خنزیر سے۔ (الاساس: 3073/6)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک آدمی چلتے ہوئے جارہا تھا، اُسے اپنے سر کے بالوں اور دونوں چادروں سے اترا ہٹ پیدا ہوئی تو اس آدمی کو فوراً زمین میں دھنسادیا گیا اور قیامت قائم ہونے تک زمین میں دھنستا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چلا جائے گا۔" (بخاری:5465)

(5)(i) انسان کے پاس جب کوئی خوبی ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ تکبر میں مبتلا ہوتا ہے تو یہی بڑائی کا احساس چال میں بھی اُتر آتا ہے۔(ii) انسان کے دل اور دماغ سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا شعور نکلتا ہے تو انسان ذات کی بڑائی کے احساس میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر انسان اکڑتا ہے۔

(6) ﴿اِنَّكَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ﴾ "یقیناً تم زمین کو کبھی نہیں پھاڑ سکو گے" یعنی تم اپنے تکبر اور فخر سے زمین کو نہیں پھاڑ سکتے۔

(7) ﴿وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا﴾ "اور نہ کبھی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ پاؤ گے" تم اپنے تکبر اور فخر سے پہاڑوں کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتے۔ (جامع البیان:89/15)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کے فخر اور تکبر کا علاج کیسے کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑائی کے احساس میں مبتلا انسان کے سامنے اس کی کمزوریاں رکھی ہیں کہ تم ایسی زمین پر ہو جس کو پھاڑ نہیں سکتے۔ جہاں کے پہاڑ تمہاری بلندی کی نفی کرتے ہیں۔ جہاں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار کر رہی ہے لہٰذا اکڑو مت۔

(2) اللہ تعالیٰ انسان کو یہ شعور دلاتے ہیں جو تمہارے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ تمہاری قوت کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں لہٰذا اکڑو مت۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کو اکڑنا پسند نہیں۔ اس کے مقابلے میں کیسا رویہ پسند ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کو تواضع پسند ہے۔ ﴿وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ هَوۡنًا﴾ "اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں۔" (الفرقان:63)

(2) ﴿وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِكَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِكَ ؕ اِنَّ اَنۡكَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ﴾ "اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے۔" (لقمان:19)

(3) سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ ہی کوئی کسی پر زیادتی کرے۔" (صحیح مسلم:7210)

سوال 4: اگر کفار کے سامنے جنگی مظاہرہ ہو تو کیا اس میں کوئی استثناء ہے؟

جواب: اس کلیہ میں بھی ایک استثناء کا مقام ہے اگر کفار کے سامنے مظاہرہ مقصود ہو تو اس وقت اکڑ کر چلنا ہی اللہ تعالیٰ کو پسند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جنگ احد میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے اپنی تلوار سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی وہ کافروں کے سامنے اکڑ اکڑ کر چلنے لگے۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو یہ چال پسند نہیں مگر اس وقت پسند ہے۔'' عمرۂ قضاء کے موقعہ پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمل کا حکم دیا۔ اس سے بھی یہی مقصود تھا۔ فتح مکہ کے وقت آپ ﷺ نے اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کافروں کے سامنے ایسا ہی پر شکوہ مظاہرہ فرمایا۔ (تیسیر القرآن: 584/2)

﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا﴾

''یہ سب کام، ان کی برائی آپ کے رب کے نزدیک ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے'' (38)

سوال 1: تمام برے کاموں کی باز پرس ہوگی، اس کی وضاحت ﴿كُلُّ ذٰلِكَ ... مَكْرُوْهًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كُلُّ ذٰلِكَ﴾ ''یہ سب کام'' یعنی یہ سارے کام جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ﴿وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ سے لے کر یہاں تک۔

(2) ﴿كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا﴾ ''ان کی برائی آپ کے رب کے نزدیک ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن کاموں سے روکا ہے وہ بہت ہی برے کام ہیں۔ ان سب کی باز پرس کی جائے گی۔

(3) یعنی ان میں سے ہر برائی کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ یہ برائی برا سلوک کرے گی اور ان کو نقصان پہنچائے گی اور اللہ تعالیٰ اس برائی کو ناپسند کرتا اور اس کا انکار کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1461/2)

سوال 2: اسلام مکروہ امور سے کیوں روکتا ہے؟

جواب: (1) اسلام جن اُمور سے روکتا ہے اس کی وجہ بُرا پہلو ہے۔ اُن کاموں میں اچھے پہلو بھی ہو سکتے ہیں مگر بُرائی کے پہلو کے غالب ہونے کی وجہ سے اسلام اُن کاموں سے روکتا ہے۔

(2) اسلام جن کاموں سے روکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں اس لیے اُن سے روکتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

''یہ اس میں سے حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو وحی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ

فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾

ورنہ تجھے ملامت زدہ، دھتکارا ہوا جہنم میں ڈال دیا جائے گا'' (39)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1: رسول اللہ ﷺ تمام باتیں وحی سے بتاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ... مَّدۡحُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوۡحٰۤى اِلَيۡكَ رَبُّكَ مِنَ الۡحِكۡمَةِ﴾ "یہ اس میں سے حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو وحی کی ہے" یعنی یہ تمام حکمت کی باتیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے بھیجی ہیں۔

(2) حکمت کا مطلب ہے ٹھوس حقیقت، دانائی کی بات۔

(3) اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیئے ہیں انہیں حکمت کی باتیں قرار دیا ہے کیونکہ (i) اللہ تعالیٰ نے جو باتیں بیان کی ہیں وہ زندگی کے پختہ حقائق ہیں ان کی بنیاد پر انسانی زندگی درست ہوتی ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے جو باتیں بیان کی ہیں اگر معاشرہ اُن سے خالی ہو تو دنیا میں ہلاکت کے سوا اور کوئی چیز نہیں رہ جاتی۔

(4) حکمت محاسن اعمال، مکارم اخلاق کے حکم اور اخلاق رذیلہ اور اعمال قبیحہ سے ممانعت کا نام ہے اور یہ اعمال جو ان آیات کریمہ میں مذکور ہیں، حکمت عالیہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کو رب کائنات نے، افضل ترین کتاب، قرآن کریم میں سید المرسلین ﷺ کی طرف وحی کیا تاکہ آپ بہترین امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیں اور جسے یہ حکمت عطا کر دی گئی اسے خیر کثیر عطا کر دی گئی۔ پھر آیت کریمہ کو غیر اللہ کی عبادت کی ممانعت پر ختم کیا جیسا کہ غیر اللہ کی عبادت کی ممانعت سے اس کی ابتدا کی تھی۔ (تفسیر سعدی:1461/2)

(5) ﴿وَلَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ" اللہ تعالیٰ نے جیسے غیر اللہ کی عبادت سے روکنے سے ابتدا کی تھی ویسے ہی اختتام پر بھی غیر اللہ کی عبادت سے روکا ہے۔

(6) ﴿فَتُلۡقٰى فِىۡ جَهَنَّمَ﴾ "ورنہ تجھے جہنم میں ڈال دیا جائے گا" یعنی تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہو گے کیونکہ مشرک پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(7) ﴿مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا﴾ "ملامت زدہ، دھتکارا ہوا" یعنی تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہوگی اور تم ہر طرح کی بھلائی سے محروم رہو گے۔ جہنم میں ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم کر کے ڈال دیے جاؤ گے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے نصیحتوں کا آغاز بھی توحید سے کیا اختتام بھی توحید سے، حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی توحید ہی دین کی بنیاد ہے یہی تمام بھلائیوں کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے درست تعلق زندگی کی درستگی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رازہے۔اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق درست نہ ہو تو کوئی چیز زندگی کے نظام کو درست نہیں کرسکتی۔

﴿اَفَاَصۡفٰىكُمۡ رَبُّكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمۡ

''کیا پھر تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا اور اپنے لیے فرشتوں میں سے بیٹیاں بنالیں؟ بلاشبہ تم

لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِيۡمًا﴾

یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو'' (40)

ع 4/10 4

سوال: فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے والوں کی جو تردید کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَاَصۡفٰىكُمۡ ... عَظِيۡمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَاَصۡفٰىكُمۡ رَبُّكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا﴾ ''کیا پھر تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا اور اپنے لیے فرشتوں میں سے بیٹیاں بنالیں'' رب العزت نے مشرکوں کی تردید کی ہے جن کا خیال تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

(2) (i) سوالیہ انداز اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب یہ بتانا مقصود ہو کہ آپ کی بات بہت بُری ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھی سوال کیا ہے کہ تم بیٹیوں کو زندہ دفن کردیتے ہو اس کے باوجود فرشتوں کو بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔

(iii) یہ سوال اس لیے بھی کیا گیا کہ جو لڑکے اور لڑکیاں دیتا ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ دوسروں کو لڑکے دے اور اپنے لیے لڑکیاں رکھے؟ اس نے فرمایا: ﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰى (۲۱) تِلۡكَ اِذًا قِسۡمَةٌ ضِيۡزٰى (۲۲)﴾ ''کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اُس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو بڑی ناانصافی کی تقسیم ہے۔'' (النجم:22،21)

(3) ﴿اِنَّكُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِيۡمًا﴾ ''بلاشبہ تم یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو'' تمہاری یہ بات اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اولاد بناتے ہو۔

(4) تمہارے اس قول میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں تمہاری سوچ کا نقص ظاہر ہے کیونکہ اولاد اس کی ہوتی ہے جو محتاج ہو اور اس کی کچھ مخلوق اس سے بے نیاز ہو۔

(5) ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا (۸۸) لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـًٔا اِدًّا (۸۹) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا (۹۰) اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا (۹۱) وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (۹۲) اِنۡ كُلُّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (۹۳) لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا (۹۴) وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (۹۵)﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔ کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے۔ اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔'' (مریم:88-95)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ میں اس کو دوبارہ پیدا نہیں کروں گا حالانکہ میرے لیے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں ایک ہوں۔ بے نیاز ہوں نہ میرے لیے کوئی اولاد ہے۔ اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر ہے۔'' (بخاری:4974)

(7) حق یہ ہے کہ اس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں اولاد دی۔ وہ بہت بلند ہے اس سے جو لوگ اس کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ پاک ہے وہ جو نہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔ جو کسی کا محتاج نہیں، وہ بے نیاز ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾

''اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور انہیں وہ نفرت کے سوا زیادہ نہیں کرتا'' (41)

سوال: قرآن مجید نے طرح طرح سے سمجھا دیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... نُفُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا﴾ ''اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں عقیدہ توحید کو مختلف طرح سے بیان کیا ہے اس کے لیے بے شمار دلائل دیئے ہیں۔

(2) رب العزت نے اس قرآن میں اپنے بندوں کو بشارتیں دے کر، ڈراوے بیان کر کے، مختلف احکام واضح کیے ہیں اور طرح طرح کے دلائل دیے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دعوت حق ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نصیحت کی ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کے لیے لائحہ عمل بنائیں۔ وہ ان چیزوں کو اپنائیں جو انہیں نفع دیتی ہیں اور ان کو چھوڑ دیں جو ان کے لیے نقصان دہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ ''اور انہیں وہ نفرت کے سوا زیادہ نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ کی وعظ ونصیحت اور دلائل دینے کے باوجود اکثر لوگ حق سے بغض اور باطل سے محبت رکھنے کی وجہ سے اس قرآن سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ سنتے ہیں اور نہ اپنے لیے ضروری خیال کرتے ہیں، نہ ان کی پرواہ کرتے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ کی جانب سے کی گئی نصیحتیں لوگوں کی نفرت میں اضافہ کرتی ہیں اور وہ حق سے دور ہوجاتے ہیں۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔'' (بنی اسرائیل:82)

(7) قرآن سے نفرت میں اضافے کا سبب یہ تھا کہ انکار کرنے والوں کو ڈر تھا کہ اگر انہوں نے قرآن کو سن لیا تو وہ اپنے غلط عقیدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ شرکیہ عقائد کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ اُن کی نفرت میں اضافہ اس لیے ہوتا تھا کہ انہیں لگتا تھا قرآن کے مقابلے میں اُن کے عقائد ٹھہر نہیں سکیں گے۔

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا﴾

''آپ کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تب وہ عرش والے کی طرف ضرور کوئی راستہ تلاش کرتے'' (42)

سوال: قربت الٰہی کے لیے کسی پیر فقیر کے وسیلے کی ضرورت نہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ لَّوْ...سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قرآن حکیم میں سب سے زیادہ جس موضوع پر دلائل دیے گئے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کا حکم دیا اور شرک سے روکا ہے۔

(2) ان دلائل میں سے ایک دلیل یہاں بیان فرمائی ہے۔

(3)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی اے نبی ﷺ آپ مشرکوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کوئی اور اس کا شریک ہے۔ جن شریکوں کی وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے عبادت کرتے ہیں۔

(4)﴿لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں'' یعنی اگر وہ یہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور بھی معبود ہیں جو ہمیں اس کے قریب کردیں گے اور ہماری سفارش کریں گے۔

(5)﴿اِذًا لَّابۡتَغَوۡا اِلٰی ذِی الۡعَرۡشِ سَبِیۡلًا﴾ ''تب وہ عرش والے کی طرف ضرور کوئی راستہ تلاش کرتے'' یعنی جن کو تم شریک سمجھتے ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے، اس کی طرف رجوع کرتے، اس کے قرب کے لیے کوئی راستہ تلاش کرتے۔ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ تو جو شخص اپنے آپ کو رب کی عبادت کا محتاج سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو کیسے معبود قرار دے سکتا ہے؟ کیا یہ سب سے بڑی حماقت، سب سے بڑا ظلم نہیں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناؤ پھر یہ سمجھو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں گے؟ اور تمہارے حق میں سفارش کریں گے؟

(6) لہٰذا تم بھی اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو جس طرح کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو۔ تمہیں کسی ایسے معبود کی ضرورت ہی نہیں جو تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے کا کام دے۔ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو قطعی طور پر پسند نہیں فرماتا بلکہ وہ اسے ناپسند فرماتا ہے اور اسے اس سے بہت نفرت ہے۔ اس نے اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کی زبانی اس سے منع فرمایا ہے۔ (المصباح المنیر :668/3)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الۡوَسِیۡلَۃَ اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ وَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَہٗ وَ یَخَافُوۡنَ عَذَابَہٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحۡذُوۡرًا﴾ ''یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں، کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے۔'' (بنی اسرائیل :57)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ مَا کَانَ یَنۡۢبَغِیۡ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ مِنۡ دُوۡنِکَ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ وَ لٰکِنۡ مَّتَّعۡتَہُمۡ وَ اٰبَآءَہُمۡ حَتّٰی نَسُوا الذِّکۡرَ ۚ وَ کَانُوۡا قَوۡمًۢا بُوۡرًا﴾ ''وہ کہیں گے: ''پاک ہے آپ کی ذات، ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے۔'' (الفرقان :18)

(9) اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر غالب آنے کے لئے کوشش کرتے اور کوئی راستہ تلاش کرتے۔ پس یا تو وہ اس پر غالب آجاتے اور جو غالب آجاتا وہی رب اور الٰہ ہوتا لیکن جیسا کہ انہیں علم ہے اور وہ اقرار

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ ان کے خودساختہ معبود جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں، مقہور و مجبور اور مغلوب ہیں انہیں کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں، ان کا یہ حال ہوتے ہوئے پھر ان کو انہوں نے معبود کیوں بنایا ہے؟ تب اس معنی کے مطابق یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مشابہ ہے۔ ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا، پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (المومنون:91) (تفسیر سعدی:1463/2)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (الانبیاء:22)

﴿سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾

''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بے حد بلند ہے اُن باتوں سے جو وہ کہتے ہیں بہت زیادہ بلند ہونا'' (43)

سوال: اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے، اس کی وضاحت ﴿سُبْحٰنَهٗ... كَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بے حد بلند ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہر پہلو سے مقدس ہے، وہ پاک ہے۔ اس کے اوصاف عالی شان ہیں۔

(2) ﴿عَمَّا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''اُن باتوں سے جو وہ کہتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے الزامات سے، ان کے شرک سے اور ہم سر بنا لینے سے پاک ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک اور بلند ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے شریک ہیں۔

(4) ﴿عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''بہت زیادہ بلند ہونا'' پس وہ عالی قدر اور عظیم الشان ہے اور اس کی کبریائی ظاہر ہے۔ اس کی کبریائی برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہو۔ جو کوئی اس بات کا قائل ہے وہ صاف گمراہ اور بہت بڑا ظالم ہے۔ اس کی عظمت کے سامنے بڑی بڑی مخلوقات نہایت عاجز اور اس کی کبریائی کے سامنے بہت حقیر ہیں۔ ساتوں آسمانوں اور جو کچھ ان کے اندر موجود ہے اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان کے اوپر ہے، سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کرنے کا حق ہے حالانکہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن اُس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (الزمر:67)(تفسیر سعدی:2/1463،1464)

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر

يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾

اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے'' (44)

سوال: آسمانوں اور زمینوں کی ہر مخلوق رب کی تسبیح خواں ہے، اس کی وضاحت ﴿تُسَبِّحُ ... غَفُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں'' آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق اس بات کی ضرورت مند ہے کہ ان کا کوئی معبود ہو جس سے وہ محبت کریں، جس کا وہ قرب حاصل کریں، جس کی وہ پناہ لیں۔

(2) اس اعتبار سے سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور ان کی احتیاج کسی وقت بھی ختم نہیں ہوتی۔

(3) ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''اور کوئی چیز نہیں'' درخت، نباتات، جمادات، زندہ اور مردہ مخلوقات سب اس کے محتاج ہیں۔

(4) ﴿اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ ''مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے'' وہ زبان حال اور زبان قال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

(5) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے بھی جو پَر پھیلائے ہیں؟ ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔'' (النور:41)

(6) ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اُسی کی بادشاہی ہے اور اُسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' (التغابن:1)

(7) رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِشۡرَاقِ﴾ ''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے۔'' (ص:18)

(8) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو اُنہوں نے کھانے کی تسبیح سُنی۔ (بخاری:3385)

(9) ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ چیونٹیاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں۔ (مسلم)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''ایک چیونٹی نے ایک نبی (عزیر یا موسیٰ وکاٹ لیا تھا) تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیئے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا تو تم نے ایک ایسی خلقت کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔'' (صحیح بخاری:3019)

(11) مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوئے جس میں ریشمی کف اور ریشمی کھنڈیاں تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا اس شخص کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ چرواہوں کے لڑکوں کو اونچا کرے اور سرداروں کے لڑکوں کو ذلیل کرے، آپ کو غصہ آ گیا اور اس کا دامن گھسیٹتے ہوئے فرمایا: ''تجھے میں جانوروں کا لباس پہنے ہوئے تو نہیں دیکھتا؟'' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے: ''سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں بطور وصیت کے دو حکم دیتا ہوں اور دو ممانعت ایک تو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے سے منع کرتا ہوں اور دوسرے تکبر سے روکتا ہوں اور پہلا حکم تو میں تمہیں یہ کرتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کہتے رہو اس لئے کہ اگر آسمان وزمین اور ان کی تمام چیزیں ترازو کے پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی یہی کلمہ وزنی رہے گا سو اگر تمام آسمان اور زمین ایک حلقہ بنا دیئے جائیں اور ان پر اس کو رکھ دیا جائے اور وہ انہیں پاش پاش کر دے۔ دوسرا حکم میرا سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کا ہے کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے۔'' (ابن کثیر:214/3)

(12) ایک مرتبہ سیدنا حسن رحمہ اللہ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید قاشی نے کہا کہ اے ابو سعید کیا یہ خوان بھی تسبیح گو ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! مطلب یہ ہے کہ جب تک لکڑی کی صورت میں تھا تسبیح گو تھا۔ جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی۔ (ابن کثیر:214/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13)انسان جب غوروفکر کرتا ہے کہ زمین کی ہر چیز ہر درخت ، پتہ، دریا، سمندر، پھل ، پھول ، جانور، ہوائیں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے، اُس کے آگے جھکی ہوئی ہے تو اُس کے شعور کے اندر ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ اُسے محسوس ہوتا ہے کہ ہر چیز حرکت میں ہے وہ جس چیز کو دیکھے، چھوئے ،روندے ہر چیز تسبیح خواں ہے۔ یہ احساس انسان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ڈبو دیتا ہے۔ انسان کو ہر چیز باشعور نظر آنے لگتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو محسوس کر کے شعوری طور پر جھک جاتا ہے اور کائنات کے ساتھ شریک عمل ہو جاتا ہے۔

(14)﴿وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ ''لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے'' یعنی تم مخلوقات کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ تم ان کی زبان سے ناواقف ہو مگر اللہ تعالیٰ جو ساری مخلوقات کا خالق ہے جو عالم الغیوب ہے، سب کی تسبیح کو جانتا ہے۔

(15)انسان کائنات کی ہر چیز کی تسبیح کو نہیں سمجھتا کیونکہ: (i) انسان کائنات کے اسرار ورموز پر غور وفکر نہیں کرتا۔ (ii)انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کے قوانین پر غور وفکر نہیں کرتا۔ (iii)انسان کی روح کو مادّیت نے چھپا رکھا ہے اس لیے وہ کائنات کی تسبیح کی لطافت کو محسوس نہیں کرتا۔

(16)انسان جب اپنے دل کو بُرائیوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کی روح شفاف ہو جاتی ہے پھر وہ ہر چیز کی تسبیح سننے لگ جاتا ہے۔ اُس کا رابطہ رب سے ہو جاتا ہے تو وہ کائنات کی ہر مخلوق کے رب سے تعلق کو محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔

(17)﴿اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا﴾ ''یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار ہے'' اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔ جو اس کے بارے میں ایسی بات کہتے ہیں جس سے آسمان پھٹ جائیں، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں، ان کو بھی وہ حلیم مہلت دیتا ہے، انہیں بھی رزق دیتا ہے، ان سے درگزر کرتا ہے، انہیں توبہ کے لیے بلاتا ہے۔

(18)﴿غَفُوْرًا﴾ ''نہایت بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی مغفرت بہت وسیع ہے وہ گناہ گاروں کو اپنے در پر بلاتا ہے تاکہ وہ شرک سے توبہ کریں اور وہ ان کے گناہ بخش دے۔

(19)اگر اللہ تعالیٰ کا حلم اور مغفرت نہ ہوتی تو زمین و آسمان گر پڑتے اور زمین پر کوئی جاندار زندہ نہ بچتا۔

(20)اللہ تعالیٰ کی صفت حلیم اور غفور کو یہاں اس لیے لایا گیا ہے کہ انسان خطا کار ہے اُس کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی اتنی بھی پہچان نہیں جتنی کائنات کی دوسری مخلوقات کو ہے اسی لیے وہ شرک کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مہلت نہ دے، مغفرت نہ کرے تو سب برباد ہو جائیں۔ (21)اللہ تعالیٰ حلیم ہے، بار بار نصیحت کرتا ہے، ڈراتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(22) اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ انسان کی غلطیوں اور جہالتوں سے درگزر کرتا ہے۔

(23) اللہ تعالیٰ حلیم وغفور ہے، وہ اپنے نافرمان بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، وہ ڈھیل دیتا ہے، پھر بھی اگر بندے کفر اور نافرمانی پر اڑے رہیں تو اچانک عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے، بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے۔'' (صحیح بخاری: 4686)

(24) جو گناہوں سے رک جائے، ان سے ہٹ جائے، توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم اور مہربانی کرتا ہے۔ (ابن کثیر)

﴿وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

حِجَابًا مَّسْتُوْرًا﴾

ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں'' (45)

سوال: مشرکوں کے دلوں پر پردے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ ... مَّسْتُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے حق کو جھٹلانے والوں کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

(2) ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''اور جب تم قرآن پڑھتے ہو'' جو بھلائی کی دعوت دیتا ہے، جس میں ہدایت ہے، جس میں ان کی زندگی کا علم ہے۔

(3) ﴿جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا﴾ ''تو ہم آپ کے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں'' جس کی وجہ سے وہ قرآن کے فہم اور اس کے حقائق کو سمجھنے اور اس کی اطاعت کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کے دلوں اور ان کے درمیان ایک آڑ حائل کر دیتے ہیں۔ اس بات کا اعتراف مشرکین قریش بھی کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ ہمارے دل اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پردے میں ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے، پھر تم عمل کرو، یقیناً ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔'' (فصلت:5)

(4) ابن منذر نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مشرکین قریش کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ان کو کتاب اللہ کی طرف بلاتے تو وہ کہتے کہ یہ ہمیں مائل کرنا چاہتے ہیں۔ جس کی طرف یہ ہمیں بلا رہے ہیں اس سے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ان ہی کے اقوال روایت کر دیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ ۔الخ﴾ یعنی جب آپ قرآن کریم پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں۔ (تفسیر ابن عباس:187/2)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیا اور وہ بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا۔ یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر آپ اُنھیں ہدایت کی طرف بلائیں تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔'' (الکہف:57)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔'' (النحل:108)

﴿وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ

''اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور جب آپ

رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴾

قرآن میں اپنے رب کا، اُسی ایک کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں'' (46)

سوال: شرک سے ہدایت کی راہیں بند ہو جاتی ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَّجَعَلْنَا ...وَقْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ﴾ ''اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں'' اللہ رب العزت نے مشرکوں کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں تا کہ وہ قرآن کو نہ سمجھیں۔

(2) مشرک اس طرح ضرور سنتے ہیں تا کہ ان پر حجت قائم ہو جائے۔

(3) جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ اپنے ذہن میں سچائی کی حقیقت کا خود ساختہ معیار بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو جب قرآن سنایا جاتا ہے جس میں اُن کے خیالات کی تردید ہو رہی ہو تو قرآن کی باتیں ایسے سننے والوں کے لیے ناقابل فہم بن جاتی ہیں۔ یہ نفسیاتی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے انہیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ جس چیز کو وہ سچا مانتے ہیں، جو چیز اُسے غلط قرار دے وہ سچی کیسے ہو سکتی ہے؟

(4)﴿وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ ''اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے'' ''وقر'' سے مراد ایسا بوجھ ہے، ایسا ڈاٹ ہے جو قرآن سننے کے راستے میں رکاوٹ ہو۔ (5) ان کے کان قرآن نہیں سن سکتے یعنی سن لیں تو فائدہ نہ اٹھائیں، سیدھے راستے پر نہ آ سکیں۔

سوال 2: مشرکوں کے توحید سے فرار کی وضاحت ﴿وَاِذَا ذَكَرْتَ ... نُفُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ﴾ ''اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا، اُسی ایک کا ذکر کرتے ہیں'' یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی توحید کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور انہیں شرک سے روکتے ہیں اور توحید کی طرف بلاتے ہیں۔

(2)﴿وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴾ ''تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں'' مشرکوں پر آیات توحید کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن سے بغض رکھنے کی وجہ سے اور شرک سے محبت کی وجہ سے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش و خرم ہو جاتے ہیں۔'' (الزمر:45)

(4) اللہ تعالیٰ کی واحدانیت سے نفرت کا سبب اجتماعی نظام تھا جو جاہلی رسوم و رواج اور بت پرستی پر قائم تھا اور جس میں قریش کو اقتدار حاصل تھا۔ انہیں یہ ڈر لگتا تھا کہ قرآن کے پختہ نظریات کے مقابلے میں اُن کا نظام بچ نہیں سکے گا اور نظام نہ بچا تو اُن کی قیادت و سیادت نہیں بچ سکے گی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَسۡتَمِعُوۡنَ بِہٖۤ اِذۡ یَسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡکَ وَ اِذۡ ہُمۡ نَجۡوٰۤی

''ہم خوب جاننے والے ہیں اس نیت کو جس کے ساتھ وہ اسے غور سے سنتے ہیں، جب وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ

اِذۡ یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا﴾

سرگوشیاں کرتے ہیں، جب ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیچھے چلتے مگر ایک آدمی کے جس پر جادو کیا گیا ہے'' (47)

سوال 1: قرآن سننے کے بعد قریش جو سرگوشیاں کرتے تھے، ان کی وضاحت ﴿نَحۡنُ ... مَّسۡحُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَسۡتَمِعُوۡنَ بِہٖۤ﴾ ''ہم خوب جاننے والے ہیں اس نیت کو جس کے ساتھ وہ اسے غور سے سنتے ہیں'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عتبہ اور شیبہ جو ربیعہ کے دو بیٹے تھے اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل تھے۔ (الدر المنثور: 4/338)

(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پڑھتے تھے تو رب العزت مشرکوں کو سنتے وقت فائدہ اٹھانے سے روک دیتے تھے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان کے ارادے برے ہیں۔ وہ اس لئے قرآن سنتے تھے کہ کوئی چھوٹی سی بات ہاتھ آئے تو اس شوشے کی وجہ سے وہ سب میں عیب جوئی کر سکیں۔

(3) ﴿اِذۡ یَسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡکَ وَ اِذۡ ہُمۡ نَجۡوٰۤی﴾ ''جب وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں'' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تلاوت کرتے تھے تو اس سے فائدے اٹھانے سے مشرک کیسے محروم رکھے گئے۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے کہ تم ایسے شخص کی پیروی کرنا چاہتے ہو جو مسحور ہے۔

(4) یعنی ہم نے ان کو قرآن کے استماع کے وقت اس سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا ہے کیونکہ ہم ان کے برے ارادوں کا علم رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی چھوٹی سی بات ہی ہاتھ آئے تاکہ اس کے ذریعے سے اس میں عیب جوئی کریں۔ (تفسیر سعدی: 2/1465)

(5) ﴿اِذۡ یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا﴾ ''جب ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیچھے چلتے مگر ایک آدمی کے جس پر جادو کیا گیا ہے'' مسحور سے مشرکوں کی مراد یہ ہے کہ یہ شخص آسیب زدہ ہے اور جو کلام یہ پیش کرتا ہے اسے کوئی جن پڑھا جاتا ہے۔ کوئی آپ کو شاعر، کوئی آپ کو کاہن، کوئی دیوانہ، کوئی آسیب زدہ کہا کرتا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بدبخت آپ کے لئے لقب تجویز کر رہے ہیں اور گمراہ ہو رہے ہیں۔ (ابن کثیر)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6) کفارِ مکہ قرآن حکیم سُنتے تھے، متاثر ہوتے تھے پھر خفیہ مشورے اور سازشیں کرتے تھے پھر پختہ عہد کرتے تھے، نہیں سُنیں گے پھر جب اُن کی فطرت اُنہیں سُننے اور ماننے کے لیے مجبور کرتی تھی تو قرآن سنتے تھے لیکن ہٹ دھرمی اور مکاری سے اپنے تاثرات چھپاتے تھے اور آپ ﷺ کو جادوگر قرار دیتے تھے۔

سوال 2: اہل مکہ رسول اللہ ﷺ پر جادوگری کا الزام کیسے عائد کرتے تھے کوئی مثال دیں؟

جواب: سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ ابوسفیان بن حرب، ابوجہل بن ہشام اور اخنس بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ نبی کریم ﷺ کی زبانی سننے کے لئے نکلے۔ آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ لوگ چپ چاپ چھپ کر اردگرد آ کر بیٹھ گئے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ رات کو سنتے رہے۔ فجر ہوتے وقت یہاں سے چلے۔ اتفاقاً سب کی آپس میں ملاقات ہوگئی۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ اور لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے لیکن رات کو پھر یہ تینوں آ گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر قرآن سننے میں رات گزاری۔ صبح واپس چلے، راستے میں مل گئے، پھر سے کل کی باتیں دہرائیں اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام ہرگز کوئی نہ کرے گا۔ تیسری رات پھر یہی ہوا اب کے انہوں نے کہا آؤ اب عہد کرلیں کہ اب نہیں آئیں گے چنانچہ قول وقرار کر کے جدا ہوئے۔ صبح کو اخنس اپنی لاٹھی سنبھالے ابوسفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگا: ابوحنظلہ مجھے بتاؤ تمہاری اپنی رائے محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا ہے؟ اس نے کہا: ابوثعلبہ قرآن کی جو آیتیں میں نے سنی ہیں اس میں سے بہت سی آیتوں کا مطلب تو میں جان گیا لیکن بہت سے آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں۔ اخنس نے کہا واللہ میرا بھی یہی حال ہے۔ یہاں سے ہو کر اخنس ابوجہل کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا، اس نے کہا: سنئے شرافت وسرداری کے بارے میں ہمارا بنوعبدمناف سے مدت سے جھگڑا چلا آتا ہے۔ انہوں نے کھلایا تو ہم نے بھی کھلانا شروع کر دیا۔ انہوں نے سواریاں دیں تو ہم نے بھی سواریوں کے جانور دینا شروع کر دیے۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کئے اور ان انعامات میں ہم نے بھی ان کے پیچھے رہنا پسند کیا۔ اب جب کہ تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر رہے، اس دوڑ میں جب وہ بازی لے جانہ سکے تو جھٹ سے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم میں نبوت ہے، ہم میں ایک شخص ہے جس کے پاس آسمانی وحی آتی ہے۔ اب بتاؤ اس کو ہم کیسے مان لیں واللہ نہ اس پر ہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا کہیں گے۔ اسی وقت اخنس اسے چھوڑ کر چل دیا۔ (ابن کثیر)

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾

"آپ دیکھیں انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں؟ چنانچہ وہ بھٹک گئے، سو اب وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے" (48)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: ﴿اُنْظُرْ...سَبِيْلًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُنْظُرْ﴾ ''آپ دیکھیں'' اے محمد ﷺ اپنی دل کی آنکھ سے دیکھو۔

(2) ﴿كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ﴾ ''انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں؟'' وہ آپ کے لئے کیسے مثال بیان کرتے ہیں۔ کبھی ساحر، کبھی شاعر اور کبھی مجنون قرار دیتے ہیں۔ (جامع البیان: 97/15)

(3) یہ حق سے ہٹی ہوئی مثالیں ہیں۔

(4) ﴿فَضَلُّوْا﴾ ''چنانچہ وہ بھٹک گئے'' یعنی اس بارے میں وہ گمراہ ہو گئے یا یہ ضرب الامثال ان کی گمراہی کا سبب بن گئیں کیونکہ انہوں نے اپنے معاملات کی بنیاد ان مثالوں پر رکھی اور کسی فاسد چیز پر رکھی ہوئی بنیاد اس سے زیادہ فاسد ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1466/2)

(5) ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ ''سو اب وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے'' یعنی انہیں کسی طور پر بھی راستہ نہیں مل سکتا، اس لئے ان کے نصیب میں محض گمراہی اور صرف ظلم ہے۔ یعنی انہیں کبھی سیدھا راستہ نہیں مل سکتا۔ ان کے مقدر میں ہی گمراہی ہے۔ (6) اس آیت میں وعید بھی ہے اور نبی ﷺ کے لئے تسلی بھی۔ (تفسیر مراغی: 322/5)

سوال2: رسول اللہ ﷺ پر جادو کا الزام لگانے والوں کے بارے میں یہاں کیا واضح کیا گیا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ لوگ گمراہ ہو گئے راستہ نہیں پا سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو دلائل دیتے تھے اس سے سرداروں نے یہ محسوس کیا کہ ہماری سرداری ختم ہو جائے گی اس لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے کلام کو جادو قرار دیا۔ جو لوگ حقیقت کو اس کی اصل کے لحاظ سے نہ دیکھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ وہ ہماری حیثیت کی تائید کرتی ہے یا تردید ایسے لوگ کبھی سچ کو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾

''اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' (49)

سوال: زندگی بعد الموت کو نہ ماننے والوں کی جو تردید کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَقَالُوْٓا...جَدِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْٓا﴾ ''اور انہوں نے کہا'' رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہ رکھنے والوں، اس کو بعید سمجھنے والوں کی تردید کی ہے۔ وہ نبی ﷺ سے سوال کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا﴾ ''کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے'' یعنی جب ہم مٹی ہو جائیں گے۔

(3)﴿ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾ ''تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' یعنی ایسا نہیں ہوسکتا۔ ان کے زعم کے مطابق یہ بہت محال ہے۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی تکذیب کر کے اور اس کی آیات کو جھٹلا کر سخت جہالت کا ثبوت دیا ہے، خالق کائنات کی قدرت کو اپنی کمزور اور عاجز قدرت پر قیاس کیا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایسا کرنا ان کے بس میں نہیں اور وہ اس پر قدرت نہیں رکھتے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بھی اس پر قیاس کر لیا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو جہالت کی مثال بنایا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت عقلمند ہیں، حالانکہ ان کی جہالت سب سے واضح، سب سے نمایاں، دلائل و براہین کے اعتبار سے سب سے روشن اور سب سے بلند ہے تاکہ وہ اپنے بندوں کو دکھائے کہ یہاں سوائے اس کی توفیق اور اعانت یا ہلاکت اور ضلالت کے کچھ بھی نہیں۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا، اور اس کے بعد کہ جب آپ نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمانا، بے شک آپ ہی بے حد عطا کرنے والے ہیں۔'' (آل عمران:8) (تفسیر سعدی: 1467،1466/2)

(4) (i) منکرین رسالت اس لیے یہ باتیں کرتے تھے کہ اصل حقیقت کو نہیں سوچتے تھے کہ ایک وقت تھا جب وہ نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا۔ پہلی تخلیق دوسری تخلیق کے مقابلے میں مشکل ہوتی ہے۔ (ii) منکرین رسالت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین نہیں رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تو صرف ارادہ کرنے کی بات ہے۔

(5)﴿يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾﴾ ''وہ کہتے ہیں: ''کیا بلاشبہ ہم واقعی پہلی حالت میں واپس لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟'' انہوں نے کہا: ''تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے۔'' (النازعات:10-12)

(6)﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔'' (یٰس:78، 79)

﴿قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا﴾

''آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ'' (50)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: زندگی بعد موت کو جھٹلانے والوں کو جو جواب دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...حَدِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ موت کے بعد کی زندگی کو جھٹلانے والوں سے کہہ دیں۔

(2)﴿كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا﴾ ''تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اس لیے دی کہ (i) مٹی اور ہڈیوں سے لوہا زیادہ سخت ہے اور اس میں زندگی کے آثار پیدا کرنے مشکل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے وہ اس میں زندگی کے آثار پیدا کر سکتا ہے۔ (ii) پتھروں اور لوہے میں کوئی احساس نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے اُن کی بے لچک سوچ کی طرف اشارہ کیا ہے اور یقین دلایا ہے کہ دوبارہ زندگی ممکن ہے۔ یعنی تم پتھر بن جاؤ یا زمین یا آسمان، اللہ تعالیٰ کے لئے تمہیں زندہ کرنا مشکل کام نہیں۔ جب وہ کسی معدوم چیز کو وجود میں لانے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے وجود میں لے آتا ہے۔ جو چاہو بن جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور زندہ کرے گا۔ (ابن کثیر: 1051/1)

﴿اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ

''یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟

اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى

آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب

اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا﴾

ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو'' (51)

سوال: پتھر یا لوہا بن جانے کے بعد کون زندہ کرے گا، اس کی وضاحت ﴿اَوْ خَلْقًا...قَرِيْبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ﴾ ''یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو'' یعنی موت۔ اگر تم موت ہو جاؤ تو بھی وہ تمہیں زندگی دے گا۔ (جامع البیان: 98/15)

(2) یعنی اپنے زعم کے مطابق اس بات سے محفوظ ہو جاؤ کہ تم قدرت الٰہی کی گرفت میں آؤ یا اس کی مشیت تمہارے بارے میں نافذ ہو۔ پس تم کسی بھی حالت میں اور کسی بھی وصف میں منتقل ہو کر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے اور اس زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اور موت کے بعد تم اپنے بارے میں کسی تدبیر کا اختیار نہیں رکھتے۔اس لئے تدبیر اور تصرف اس ہستی کے لئے چھوڑ دو جو ہر چیز پر قادر اور ہر چیز پر محیط ہے۔(تفسیر سعدی:1467/2)

(3)﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''تو جلد ہی وہ کہیں گے'' یعنی آپ موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں دلائل دیں تو وہ جلد ہی کہیں گے۔

(4)﴿مَنْ يُّعِيْدُنَا﴾ ''کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟'' یعنی جب ہم پتھر یا لوہا یا اس سے بھی کوئی سخت چیز بن جائیں گے تو ہمیں کون زندہ کرے گا؟

(5)﴿قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا'' یعنی جس نے تمہیں پیدا کیا جب تم کوئی قابل ذکر چیز نہ تھے، وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔جیسا کہ فرمایا:﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں۔'' (الانبیاء:104)

(6)﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

(7)﴿فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ﴾ ''تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے'' وہ آپ کی بات پر تعجب اور انکار کرتے ہوئے سر ہلائیں گے۔

(8)﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ﴾ ''اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟'' یعنی ایسا کب ہوگا؟ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھانے کا وقت کب ہوگا؟ یہ ان کا اقرار نہیں بلکہ اپنے خیال میں دلیل کے میدان میں بے بس کرنے کے لئے ہوگا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' (یٰس:48) (9)﴿قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا﴾ ''آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو'' اس لئے اس کے وقت کے تعین کا کوئی فائدہ نہیں۔اس کا فائدہ اور اس کا دارومدار تو اس کے اقرار، اس کی تحقیق اور اس کے اثبات میں ہے ورنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اسے ضرور آنا ہے اس اعتبار سے وہ قریب ہی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1467/2)

(10) ﴿یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ﴾ ”اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔ سن لو! یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دُور کی گمراہی میں ہیں۔“ (الشوریٰ: 18)

(11) ﴿اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ۙ وَّنَرٰىهُ قَرِیْبًا ؕ﴾ ”یقیناً وہ اُسے دُور سمجھتے ہیں اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں۔“ (المعارج: 7،6)

ع 5 12 5

﴿یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

”جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے“ (52)

سوال 1: رب کی آواز سنتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿یَوْمَ ... بِحَمْدِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ﴾ ”جس دن وہ تمہیں پکارے گا“ یعنی موت کے بعد جب تمہارا رب تمہیں آواز دے کر بلائے گا۔ جب صور پھونکا جائے گا تو رب کی آواز سنتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(2) ﴿فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ﴾ ”تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے“ تم آواز سنتے ہی قبروں سے نکل آؤ گے۔ اپنے رب کی مخالفت نہ کر سکو گے۔ اس کے حکم کو ٹال نہ سکو گے۔

(3) ﴿بِحَمْدِهٖ﴾ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل پر قابل ستائش ہے۔ جب وہ اپنے بندوں کو قیامت کے روز اکٹھا کرے تو ان کو جزا دے گا۔ (تفسیر سعدی: 1468/2)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ ”اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی بار پکارے گا تب تم اچانک نکل آؤ گے۔“ (الروم: 25)

(5) ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ ۙ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ مُّهْطِعِیْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ یَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ﴾ ”چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: "یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔" (القمر:6-8)

سوال 2: قبروں سے اٹھ کر دنیوی زندگی کچھ بھی معلوم نہیں ہوگی، اس کی وضاحت ﴿وَتَظُنُّوْنَ...قَلِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ "اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے" یعنی قبر سے اٹھ کر لگے گا کہ دنیا میں تھوڑی ہی دیر ٹھہرے۔

(2) قیامت کے نہایت سرعت کے ساتھ واقع ہونے کی بنا پر اور جو نعمتیں تمہیں حاصل رہی ہیں۔ گویا کہ یہ سب کچھ واقع ہوا ہی نہیں۔ پس وہ لوگ جو قیامت کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے: ﴿مَتٰى هُوَ﴾ وہ قیامت کے ورود کے وقت بہت نادم ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا: ﴿هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ "یہی ہے وہ چیز جس کو تم جھٹلاتے تھے۔" (المطففین:17) (تفسیر سعدی:1468/2)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا﴾ "جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح۔" (النازعات:46)

(4) ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾ "اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔" (الروم:55)

(5) ﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (۱۱۲) قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْــَٔـلِ الْعَاۗدِّيْنَ (۱۱۳) قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱۴)﴾ "اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟" وہ کہیں گے: "ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!" (المؤمنون:112-114)

﴿وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ

"اور میرے بندوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہترین ہو، یقیناً شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقیناً شیطان ہمیشہ سے ہی انسان کا کھلا دشمن ہے۔" (53)

سوال: گفتگو محبت پیار اور ادب سے کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَقُلۡ ... مُّبِيۡنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلۡ لِّعِبَادِیۡ يَقُوۡلُوا الَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ﴾ "اور میرے بندوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہترین ہو" اللہ رب العزت نے محسن انسانیت کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے اچھے الفاظ، نرم لہجے، نہایت ادب اور شائستگی اور تہذیب کا خیال رکھیں ورنہ شیطان درشت لہجے، کڑوے الفاظ اور کھردرے انداز کی وجہ سے لڑائی کروا دے گا۔

(2) اللہ رب العزت کا بندوں پر احسان ہے کہ اس نے بہترین اخلاق کا حکم دیا ہے جو دنیا اور آخرت کی سعادت کا باعث بنتے ہیں۔ (3) یہ حکم اس کلام کے بارے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا ذریعہ ہے مثلاً تلاوت اور قراءت قرآن، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، ذکر الٰہی، حصول علم اور لوگوں کے ساتھ ان کے مقام اور مرتبے کے مطابق بات کرنا۔

(4) یہ حکم ان دو امور کے بارے میں بھی ہے جو عمدہ ہوں اور ان کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو بہتر کو ترجیح دینا۔

(5) احسن کلام اور اچھی بات ہمیشہ اچھے اخلاق اور نیک اعمال کی طرف لے جاتی ہے۔

(6) جسے زبان پر اختیار ہوتا ہے اسے تمام معاملات پر اختیار ہوتا ہے۔

(7) ابن سیرین نے کہا: لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ (الدر المنثور: 340/4)

(8) ابن جریج نے کہا: برائی سے درگزر کریں۔ (الدر المنثور: 340/4)

(9) برائی سے بات کرنے کی بجائے کہیں: ﴿یرحمك الله، یغفر الله لك﴾ "اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے۔" (تفسیر الدر المنثور: 340/4)

(10) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ﴾ "اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو۔" (النحل: 125)

(11) دعوت دینے والے گفتگو میں محتاط نہ رہیں تو ضد اور نفرت کی فضا پیدا ہو جاتی ہے جو شیطان کے لیے بڑی سازگار ہوتی ہے اور فرمایا: ﴿وَلَا تُجَادِلُوۡۤا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ﴾ "اور تم اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز سے۔" (العنکبوت: 46)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿اِنَّ الشَّيۡطٰنَ يَنۡزَغُ بَيۡنَهُمۡ﴾ ''یقیناً شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے'' شیطان انسان کا دشمن ہے۔ وہ بندوں کے دنیا اور آخرت کے معاملات میں فساد ڈالنا چاہتا ہے۔

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے کسی دینی بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ وہ نہیں جانتا ممکن ہے شیطان اسے اس کے ہاتھ سے چھڑوا دے اور پھر وہ کسی مسلمان کو مار کر اس کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گر پڑے۔'' (بخاری: 7072)

(14) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ، كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ﴾ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے (کسی ظالم کے) سپرد کرے اور جو شخص اپنے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت اور حاجت پوری کرے گا۔'' (صحیح بخاری: 6951)

(15)﴿اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا﴾ ''یقیناً شیطان ہمیشہ سے ہی انسان کا کھلا دشمن ہے'' اس سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بری باتوں میں شیطان کی دعوت قبول نہ کریں۔ آپس کے معاملات میں محبت، نرمی اور فیاضی اختیار کریں۔

(16) شیطان ایسا دشمن ہے جو پہلے انسان کو بہکاتا ہے اور پھر لاتعلق ہو جاتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَمَثَلِ الشَّيۡطٰنِ اِذۡ قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اكۡفُرۡ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّنۡكَ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: ''میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' (الحشر: 16)

﴿رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يَرۡحَمۡكُمۡ اَوۡ اِنۡ يَّشَاۡ يُعَذِّبۡكُمۡ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ

''تمہارا رب ہی تمہیں زیادہ جاننے والا ہے، اگر وہ چاہے تم پر رحم کرے، یا اگر وہ چاہے تمہیں عذاب دے اور ہم نے آپ کو

عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا﴾

اُن پر کوئی ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا'' (54)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی علیم و حکیم اور غفور و رحیم ہے، اس کی وضاحت ﴿رَبُّكُمۡ ... وَكِيۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ﴾ ''تمہارا رب ہی تمہیں زیادہ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم بے قید ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2) اللہ تعالیٰ کا علم جامع ہے جس کے ساتھ وہ لوگوں سے رحمت بھرا برتاؤ کرتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات کو کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ ہی اُن کے بارے میں ہر طرح کا علم رکھتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق کے بارے میں کامل ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَا يَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ﴾ ''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے۔'' (الملک:14)

(5) یعنی وہ جانتا ہے کون مومن ہے اور کون ایمان نہیں رکھتا۔ (زاد المسیر :35/5)

(6) اس لئے وہ تمہارے لئے وہی چاہتا ہے جس میں تمہاری بھلائی ہے اور تمہیں صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں تمہاری کوئی مصلحت ہے بسا اوقات تم ایک چیز کا ارادہ کرتے ہو مگر بھلائی اس کے برعکس کسی اور چیز میں ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:1469/2)

(7) ﴿اِنۡ يَّشَاۡ يَرۡحَمۡكُمۡ﴾ ''اگر وہ چاہے تم پر رحم کرے'' یعنی وہ اپنی رحمت سے تمہاری طرف توجہ کرے یہاں تک کہ تم اس کی ذات کا اور آخرت کا کفر کرنے سے لوٹ آؤ۔ (جامع البیان: 102/15)

(8) ﴿اَوۡ اِنۡ يَّشَاۡ يُعَذِّبۡكُمۡ﴾ ''یا اگر وہ چاہے تمہیں عذاب دے'' یعنی تم ایمان سے پھر جاؤ، پھر اپنے شرک پر وفات پاؤ پھر وہ قیامت کے دن تمہارے کفر پر تمہیں عذاب دے گا۔ (جامع البیان: 102/15)

(9) پس وہ جسے چاہتا ہے اسباب رحمت کی توفیق عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ پس وہ اسباب رحمت سے محروم ہو کر عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1469/2)

سوال 2: پیغمبر کا کام صرف پہنچا دینا ہے منوانا نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَاۤ ... وَكِيۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو اُن پر کوئی ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا'' اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ ہم نے آپ کو لوگوں پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ ان کے معاملات کی تدبیر کریں اور ان کو جزا دیں۔ وکیل اور کارساز تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور آپ تو صرف صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرنے والے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1469/2)

(2)(i) اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کافر اپنے کفر پر قائم رہتے ہیں تو آپ نگران نہیں ہیں کہ آپ سے باز پرس ہو۔

(ii) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ یہ آپ کا فرض نہیں ہے کہ لازماً کافروں کو کفر کی دلدل سے نکالیں۔ پیغمبر کا کام پہنچا دینا ہے، منوانا نہیں۔ (3) ہم نے تو آپ کو جھنجوڑ کر جگا دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اب جو آپ کی اطاعت کرے گا وہ جنتی ہے، ورنہ جہنمی۔ (مختصر ابن کثیر:1053/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿فَذَكِّرۡ ۗ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ ﴿۲۲﴾﴾ ''چنانچہ آپ نصیحت کریں۔یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔آپ اُن پر داروغہ نہیں ہیں۔'' (الغاشیۃ:22,21)

﴿وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَلَقَدۡ فَضَّلۡنَا بَعۡضَ النَّبِيّٖنَ

''اور آپ کا رب زیادہ جاننے والا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو

عَلٰى بَعۡضٍ وَّاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا﴾

بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی'' (55)

سوال1:اللہ تعالیٰ کو فرماں برداروں اور نافرمانوں کے مراتب خوب معلوم ہیں،اس کی وضاحت ﴿وَرَبُّكَ... وَالۡاَرۡضِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور آپ کا رب زیادہ جاننے والا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں'' یعنی اے محمد ﷺ! آپ کا رب آسمانوں اور زمین والوں کو خوب جانتا ہے۔وہ آسمان اور زمین والوں کی فرماں برداری اور نافرمانی میں مرتبوں کو خوب جانتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر:1053/1)

(2)﴿وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور آپ کا رب زیادہ جاننے والا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہی اُن کی تعداد،اُن کی ضروریات اور اُن کے حالات سے بہتر واقفیت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوقات کے بارے میں کامل ہے۔

(3) یعنی وہ تمام مخلوق کو جانتا ہے۔پس ان میں سے جو کوئی جس چیز کا مستحق ہے اور اس کی حکمت جس کا تقاضا کرتی ہے اسے وہی عطا کرتا ہے اور وہ تمام حسی اور معنوی خصائل میں ان کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1469/2)

سوال2:انبیاء میں بعض کو بعض پر برتری ہے،اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدۡ...زَبُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدۡ فَضَّلۡنَا بَعۡضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعۡضٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے'' اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت عطا کی۔رب العزت نے فرمایا: ﴿تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ۘ مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ﴾ ''یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کو اُس نے درجات میں بلند کیا'' (البقرۃ:253) یہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آیت مسلم اور بخاری کی حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو'' اس سے محض عصبیت کی بنا پر فضیلت دینا مراد ہے۔ اس سے مراد وہ فضیلت نہیں جو دلیل سے ثابت ہو۔ اگر کوئی مضبوط دلیل کسی چیز کے ثبوت پر موجود ہو تو پھر اس کی پیروی کرنا ضروری ہے۔

(2) نبی ﷺ اولوالعزم پیغمبروں میں افضل ہیں پھر آپ ﷺ کے بعد ابراہیم علیہ السلام پھر موسیٰ علیہ السلام پھر عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے: (i) یہ کہ مجھے وہ کلام ملا جس میں لفظ تھوڑے اور معنی بہت زیادہ ہیں (یعنی قرآن اور حدیث)۔

(ii) (دشمن پر) رعب کے ذریعے سے میری مدد کی گئی ہے۔ (iii) میرے لیے غنیمت کے اموال حلال کیے گئے ہیں۔

(iv) میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بنائی گئی ہے۔

(v) میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (vi) اور میرے اوپر نبوت ختم کی گئی ہے۔'' (مسلم: 1167)

(4) ﴿وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾ ''اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی'' زبور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ کسی کو کتاب فضیلت کی بنا پر عطا کی جاتی ہے اس لیے یہاں زبور کا تذکرہ کیا گیا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''داؤد علیہ السلام پر زبور پڑھنا اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنی سواری کے جانوروں پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسے جانے سے پہلے پڑھ چکے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔'' (بخاری: 3417)

سوال 3: انبیاء کی فضیلت کے کیا اسباب ہوتے ہیں؟

جواب: انبیاء علیہم السلام کی فضیلت کی حقیقت اور اس کے اسباب کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

(1) بعض رسولوں کو دوسروں کے مقابلے میں وسیع دائرہ کار دیا گیا مثلاً کبھی کوئی ایک قبیلے، ایک قوم، ایک نسل کا رسول ہوتا اور کبھی اپنے وقت کی تمام اقوام کا رسول ہوتا تھا۔

(2) رسولوں کے درمیان مرتبے کا فرق رسول یا اس کی قوم کو عطا کی جانے والی خصوصیات کی بناء پر ہوتا۔

(3) رسول کو دیے جانے والے پیغام، اس کی ہمہ گیری اور جامعیت کی وجہ سے بھی رسولوں کا مرتبہ فرق رہا۔

سوال 4: انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے روکا گیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے (دوسرے انبیاء علیہم السلام پر) فضیلت نہ دو۔'' (فضل القرآن، احسن البیان)

(2) اختلاف کے وقت ایک نبی کو فضیلت دینا دراصل دوسرے نبی کی شان کو گھٹانا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) فضیلت دینا انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور انسان کا کام مان لینا ہے۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مسلمانوں کی جماعت کے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے ایک شخص کا جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا میں برگزیدہ بنایا! قسم کھاتے ہوئے انھوں نے یہ کہا۔ اس پر یہودی نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ساری دنیا میں برگزیدہ کیا۔ اس پر مسلمان نے یہودی پر ہاتھ اٹھا کر تھپڑ مار دیا۔ وہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنے اور مسلمان کے جھگڑے کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع پر فرمایا: ''مجھے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش کر دیے جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا، پھر دیکھوں گا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں، اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں تھے اور مجھ سے پہلے ہی ہوش میں آ گئے یا انہیں اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے والوں میں ہی نہیں رکھا تھا۔'' (صحیح بخاری: 3408)

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ

''آپ کہہ دیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سمجھتے ہو انہیں پکار دیکھو چنانچہ نہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں

وَلَا تَحْوِیْلًا﴾

اور نہ ہی بدلنے کا'' (56)

سوال 1: جھوٹے معبود نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے، اس کی وضاحت ﴿قُلِ ۔۔۔ وَلَا تَحْوِیْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلِ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی مشرکوں سے ان کے عقیدے کی صحت کے بارے میں دلیل کا مطالبہ کرتے ہوئے کہہ دیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں جن کی وہ اللہ تعالیٰ کی طرح عبادت کرتے ہیں۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا عقیدہ درست ہے۔

(2) ﴿ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ ''جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سمجھتے ہو انہیں پکار دیکھو'' یعنی جن کے بارے میں تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ معبود ہیں۔ (3) یعنی تم ان کی طرف توجہ کر کے دیکھو وہ تمہارے کام آ سکتے ہیں، تمہیں کوئی نفع دے سکتے ہیں یا تمہیں نقصان سے بچا سکتے ہیں۔

(4) ﴿فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ﴾ ''چنانچہ نہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں'' یعنی یہ خود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساختہ معبود، فقر اور سختی وغیرہ کو بالکل دور نہیں کر سکتے۔

(5)﴿وَلَا تَحْوِيْلًا﴾ ''اور نہ ہی بدلنے کا'' اور نہ یہ باطل معبود کسی سختی کو کسی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہی کر سکتے ہیں۔ پس جب ان باطل معبودوں کے یہ اوصاف ہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کس لئے پکارتے ہو؟ یہ کسی کمال کے مالک ہیں نہ افعال نافعہ کے۔ تب ان بے بس اور بے اختیار ہستیوں کو معبود بنانا عقل و دین کی کمی اور رائے کی سفاہت ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جب انسان سفاہت میں پڑے رہنے کی وجہ سے اس کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کو اپنے گمراہ آباء و اجداد سے اخذ کرتا ہے تو اسی سفاہت کو انتہائی درست رائے اور عقل مندی سمجھنے لگتا ہے اور اس کے برعکس اللہ واحد کے لئے جو تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے اخلاص کو سفاہت خیال کرتا ہے۔ یہ کتنا تعجب خیز معاملہ ہے، جیسا کہ مشرکین کا قول ہے: ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ''کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا ہے اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔'' (ص:5) (تفسیر سعدی:2/1470)

(6) جھوٹے معبود نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔

(7) ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو قادر مطلق ہے، جو مخلوق پر پورا اختیار رکھتا ہے اور کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔

(8)﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (یونس:107)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد کے لیے کیا دلیل دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رب کے سوا کوئی نہیں جو مصیبت کو ٹال سکے یا مصیبت کا رُخ موڑ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو مصیبت دُور کر سکتا ہے کیونکہ وہ بندے کا، اس کی قسمت کا مالک ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ

''یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں، کہ کون ان میں سے زیادہ قریب

وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ

ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾

جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے۔" (57)

سوال: ﴿اُولٰٓئِكَ ... مَحْذُوْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ﴾ "یہی لوگ ہیں" سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت عرب کے اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو جنات کی عبادت کرتے تھے۔ پھر وہ جن مسلمان ہو گئے اور اُن کے پجاری اس بات سے بے خبر رہے۔ (صحیح مسلم:3030)

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ﴿اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ﴾ کا شان نزول یہ ہے کہ کچھ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے لیکن وہ جن بعد میں مسلمان ہو گئے اور یہ مشرک ان ہی کی پرستش کرتے ہوئے جاہلی شریعت پر قائم رہے۔ (صحیح بخاری:4714) (3) ﴿يَدْعُوْنَ﴾ "وہ پکارتے ہیں" یعنی انبیاء، صالحین اور فرشتوں کو۔

(4) ﴿يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ﴾ "وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قُربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں" یعنی مشرک جن کی عبادت کرتے ہیں وہ تو ان کی عبادت کے بارے میں نہیں جانتے۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اس کے قرب کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔

(5) وسیلہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ "و۔س۔ل" ہے جس کے معنی عربی زبان میں رضا اور رغبت سے کسی کا قرب حاصل کرنا مذکور ہے۔

(6) اصطلاحی طور پر وسیلہ سے مراد وہ نیک اعمال ہیں جن کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں دو جگہ لفظ وسیلہ استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔" (المائدہ:35) اور دوسرا اس مقام پر۔

(7) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تم مؤذن کی آواز سنو تو ان ہی الفاظ کو دہراؤ پھر میرے اوپر درود بھیجو کیونکہ جو میرے اوپر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لیے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔ وسیلہ ایک بلند مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک ہی بندے کے لیے مناسب ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ تو جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگی۔'' (مسلم:849)

(8)﴿وَیَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَهٗ وَیَخَافُوۡنَ عَذَابَهٗ﴾ ''اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں'' یعنی وہ رحمت کے امیدوار ہیں اور عذاب کے خوف کی وجہ سے ہر اس کام سے رکتے ہیں جو عذاب کا موجب بن جائے۔

(9) عبادت کی تکمیل امید اور خوف سے ہی ہوتی ہے۔ خوف کی وجہ سے انسان گناہوں سے باز رہتا ہے اور امید سے نیکیاں کرتا ہے۔

(10) سیدنا سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ رجاء اور خوف یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بھی رہنا اور ڈرتے بھی رہنا یہ انسان کے دو مختلف حال ہیں۔ جب یہ دونوں برابر درجے میں رہیں تو انسان صحیح راستے پر چلتا رہتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک مغلوب ہو جائے تو اسی مقدار سے انسان کے احوال میں خرابی آجاتی ہے۔ (قرطبی)

(11) خوف، امید اور محبت، یہ تین امور جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقربین کا وصف قرار دیا ہے، ہر بھلائی کی اساس ہیں۔ جس نے ان تینوں امور کی تکمیل کر لی، اس کے تمام امور مکمل ہو گئے اور اگر قلب ان امور سے خالی ہے تو وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہو جائے گا اور برائیاں اس کو گھیر لیں گی اور اللہ تعالیٰ نے محبت الٰہی کی علامت یہ بتائی ہے کہ بندہ ہر اس کام میں جدوجہد کرتا ہے جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص، خیر خواہی اور حتی المقدور ان کو بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے اس کے قرب کے حصول کے لئے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ ان تمام امور کے بغیر اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ (تفسیر سعدی:1471/2)

(12)﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُوۡرًا﴾ ''یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے'' آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے ڈرنا چاہیے۔ اس لیے ان اسباب سے بچنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بننے والے ہیں۔

﴿وَاِنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا نَحۡنُ مُهۡلِكُوۡهَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡهَا عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ

''اور کوئی بستی ایسی نہیں مگر ہم قیامت کے دن سے پہلے اسے ہلاک کرنے والے ہیں یا اُسے سخت عذاب دینے والے ہیں،

كَانَ ذٰلِكَ فِى الۡكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا﴾

بہت سخت عذاب یہ ہمیشہ سے کتاب اللہ میں لکھا ہوا ہے'' (58)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: قیامت سے پہلے کافروں کی تمام بستیوں کو تباہ کر دیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاِنۡ ... مَسۡطُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا نَحۡنُ مُهۡلِكُوۡهَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡهَا عَذَابًا شَدِيۡدًا﴾ ''کوئی بستی ایسی نہیں مگر ہم قیامت کے دن سے پہلے اسے ہلاک کرنے والے ہیں یا اُسے سخت عذاب دینے والے ہیں، بہت سخت عذاب'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والی کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے قیامت کے دن سے پہلے ہلاکت یا عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ عَتَتۡ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبۡنٰهَا حِسَابًا شَدِيۡدًا ۙ وَّعَذَّبۡنٰهَا عَذَابًا نُّكۡرًا ﴿۸﴾﴾ ''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اُس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے اُنہیں سزا دی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔'' (الطلاق:8)

(3) ﴿وَمَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۵﴾﴾ ''ہم نے کسی بھی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس کی ایک مقرر مدت لکھی ہوئی تھی۔ کوئی اُمت اپنی مقررہ مدت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔ (الحجر:5,4)

(4) ﴿كَانَ ذٰلِكَ فِى الۡـكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا﴾ ''یہ ہمیشہ سے کتاب اللہ میں لکھا ہوا ہے'' لوح محفوظ کا بیان اس آیت میں ہے کہ کافروں کی ہر بستی پر تباہی آنے والی ہے کہ اس کے تمام باشندے عذاب سے تباہ کر دیے جائیں گے، قتل کا عذاب بھیجا جائے گا یا جس عذاب کو اللہ تعالیٰ چاہے بھیج دے۔

(5) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ قلم ہے۔ پھر اس کو فرمایا: لکھو۔ اس نے عرض کیا: کیا لکھوں؟ فرمایا: لکھو اندازہ ہر چیز کا جو ہوئی اور ہونے والی ہے ابد تک یعنی قیامت تک۔'' (ترمذی:2155)

سوال 2: تباہی اور عذاب کن وجوہات کی بنا پر آتے ہیں؟

جواب: (1) تباہی اور عذاب نافرمانیوں اور گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰـكِنۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَمَاۤ اَغۡنَتۡ عَنۡهُمۡ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِىۡ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوۡهُمۡ غَيۡرَ تَتۡبِيۡبٍ﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا بلکہ انہوں نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا تھا، چنانچہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے ان کے معبود جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور اُن کے لیے بربادی کے سوا اُنہوں نے کسی چیز کا اضافہ نہ کیا۔" (ہود:101)

(3) ﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا﴾ "تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا۔" (الطلاق:9)

(4) اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کا فیصلہ ہے جس نے لازماً واقع ہونا ہے لہٰذا اس سے پہلے کہ عذاب آئے جھٹلانے والوں کو اللہ رب العزت کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور رسولوں کی تصدیق کرنی چاہیے۔

﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ

"اور ہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اُن کو جھٹلا دیا تھا اور ہم نے ثمود کو

النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا﴾

اونٹنی کا واضح معجزہ دیا چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیا اور ہم خوف دِلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں" (59)

سوال: معجزات نہ بھیجنے کے سبب کی وضاحت ﴿وَمَا مَنَعَنَآ ... تَخْوِيْفًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ "اور ہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اُن کو جھٹلا دیا تھا" مشرکوں نے نبی ﷺ سے معجزات کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئیں اور آپ ﷺ کی تصدیق کریں تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیں۔

(2) یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین مکہ نے مطالبہ کیا تھا کہ صفا کو سونے کا بنا دیا جائے یا مکہ کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جائیں تاکہ وہاں کاشت کاری ممکن ہو سکے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ ہم مطالبات پورے کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن اگر اس کے بعد ایمان نہ لائے تو ہلاکت یقینی ہے پھر انہیں مہلت نہیں دی جائے گی۔ نبی ﷺ نے اس بات کو پسند کیا کہ اُن کے مطالبے کو پورا نہ کیا جائے تاکہ وہ یقینی ہلاکت سے بچ جائیں۔ (مسند احمد:258/1)

(3) یہاں اللہ رب العزت نے واضح فرمایا کہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے ان کے مطالبات پر معجزات نازل نہیں فرمائے کیونکہ اگر وہ اس کے بعد ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر فوراً عذاب نازل ہو جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَآ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا وہ لوگ ایمان لائیں گے؟'' (الانبیاء:6)

(4)﴿وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا﴾ ''اور ہم نے ثمود کو اونٹنی کا واضح معجزہ دیا چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیا'' اللہ تعالیٰ نے ثمود کی طرف جو معجزہ بھیجا وہ ایک معین چٹان سے عظیم اونٹنی کا پیدا ہونا ہے۔اس کے لئے پانی کا ایک دن مقرر تھا۔جس دن وہ پانی پیتی تھی اس دن کسی اور کو پانی نہیں ملتا تھا۔ثمودیوں نے اس پر ظلم کیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور اونٹنی کو قتل کر دیا۔اس کی پاداش میں ان پر وہ عذاب آیا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ملتا ہے۔﴿فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ ''تو انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو صالح نے کہا: ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اُٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔'' (ہود:65) (5) اسی طرح اگر ان پر بھی معجزات آتے تو وہ اس پر بھی ایمان نہ لاتے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے عبرت کے طور پر یہ واقعہ سامنے رکھا ہے کہ معجزات طلب نہ کرو۔

(7)﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا﴾ ''اور ہم خوف دِلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آیات کا مقصد ڈرانا ہی تھا تاکہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آجائیں۔

(8) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفے میں زلزلہ آیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس کی جانب جھکو تمہیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔ (جامع البیان:109/15) (تفسیر منیر:119/8)

(9) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ میں کئی بار جھٹکے محسوس ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ضرور کوئی نئی بات کی ہے، دیکھو اگر اب ایسا ہوا تو میں تمہیں سخت سزائیں دوں گا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی:542/3)

(10) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ان میں گرہن کسی کی موت وحیات کی وجہ سے نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔'' (بخاری:1048)

﴿وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا

''اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ آپ کے رب نے بلاشبہ لوگوں کو گھیر رکھا ہے اور ہم نے کوئی خواب جو آپ کو دکھایا اسے نہیں بنایا

فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ

مگر لوگوں کے لئے آزمائش اور قرآن میں لعنت زدہ درخت بھی۔ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ع 6 5 6

﴿اِلَّا طُغْیَانًا کَبِیْرًا﴾

بہت بڑی سرکشی کے سوا زیادہ نہیں کرتا‘‘ (60)

سوال 1: ترغیب تبلیغ اور بشارت حفاظت کی وضاحت ﴿وَاِذْ... بِالنَّاسِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ﴾ ’’اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ آپ کے رب نے بلاشبہ لوگوں کو گھیر رکھا ہے‘‘ نبی ﷺ کو تبلیغ کی ترغیب دی گئی ہے اور آپ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری کی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (2) لوگوں کو گھیرنے کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کو ان سے محفوظ کر دیا جائے۔
(3) اس سے مراد اہل مکہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہیں۔ آپ ﷺ بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں وہ آپ ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔
(4) اس سے مراد آئندہ بدر کے میدان میں حاصل ہونے والی فتح بھی ہو سکتی ہے اور فتح مکہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے لوگوں کو گھیر رکھا ہے اور سب قابو میں آنے والے ہیں۔
(5) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ ’’اور جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں، یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں اور وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔‘‘ (الانفال:30)
(6) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وقدرت سے لوگوں کو گھیر رکھا ہے۔ پس ان کے لئے کوئی ٹھکانا نہیں جہاں یہ چھپ سکیں اور کوئی پناہ گاہ نہیں جہاں اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر پناہ لے سکیں اور یہ چیز عقل مند کے لئے ان امور سے باز رہنے کے لئے کافی ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں جس نے تمام لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی:1472/2)

سوال 2: واقعہ معراج اور شجر زقوم آزمائش ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَا جَعَلْنَا... كَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ ’’اور ہم نے کوئی خواب جو آپ کو دکھایا اسے نہیں بنایا مگر لوگوں کے لئے آزمائش‘‘ اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک شب معراج ہے۔
(2) یعنی آپ ﷺ کو معراج میں جو منظر دکھایا گیا تھا وہ لوگوں کے لئے آزمائش تھی۔ (3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ رؤیا آنکھوں دیکھا واقعہ تھا جو رحمت عالم ﷺ کو پیش آیا، یعنی خواب نہ تھا۔ (جامع البیان:110/15)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) کچھ لوگوں نے دین حق کو محض اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ واقعہ معراج ان کے دلوں اور عقلوں کی زد میں نہیں آ سکتا تھا، لہٰذا انہوں نے اس واقعے کا انکار کر دیا جب کہ دیگر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ثبات اور یقین کی دولت سے سرفراز فرما دیا تھا، اسی لیے فرمایا کہ ﴿اِلَّا فِتْنَةً﴾ یعنی اس واقعے کو آزمائش اور امتحان بنا دیا۔ (المصباح المنیر: 683/3)

(5) ابو یعلیٰ نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت سے اور ابن المنذر نے حسن کے حوالہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو جس رات کو معراج ہوئی تو اس کی صبح کو قریش کے چند آدمیوں کے سامنے معراج کا واقعہ بیان فرمایا، قریش آپ ﷺ کی ہنسی اڑانے لگے اور نبی ﷺ سے سیر معراج کی کوئی نشانی دریافت کی (بیت المقدس کا نقشہ اور اپنے قافلہ کی خبر دریافت کی) آپ ﷺ نے بیت المقدس کی حالت اور نقشہ بیان کر دیا اور قافلہ کی کیفیت بھی ظاہر کر دی۔ اس پر ولید بن مغیرہ بولا یہ شخص جادوگر ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل نازل کی۔ (تفسیر مظہری: 57/7)

(6) ﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ﴾ "اور قرآن میں لعنت زدہ درخت بھی" قرآن مجید میں جس درخت کی برائی کی گئی وہ زقوم ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (۴۴)﴾ "یقیناً زقوم کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے۔" (الدخان: 44,43)

(7) جس درخت کی برائی قرآن میں آئی ہے وہ زقوم کا درخت ہے۔ جب آپ نے لوگوں کو خبر دی کہ میں نے جنت وجہنم دونوں کو دیکھا اور درخت زقوم کو بھی دیکھا تو لوگوں نے آپ کو جھٹلایا بلکہ ابوجہل نامراد نے تو یہاں تک کہا کہ کھجور اور مکھن لے آؤ، پھر وہ کھجوریں مکھن سے کھانے لگا اور کہنے لگا آؤ دونوں کو ملا کر کھاؤ ہم تو اس کے سوا اور دوسرا زقوم جانتے نہیں۔ (ترقم کے معنی کھجور کو مکھن سے ملا کر کھانے کے ہیں زقوم یعنی کھجور و مکھن ملے جلے)۔ (مختصر ابن کثیر: 1056/2)

(8) ﴿وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا﴾ "ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کو بہت بڑی سرکشی کے سوا زیادہ نہیں کرتا" تخویف ان کی سرکشی کو اور زیادہ بڑھا دیتی ہے اور شر کی محبت اور خیر سے بغض رکھنے اور خیر کی عدم پیروی کے بارے میں یہ بلیغ ترین پیرایہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 1473/2)

(9) معجزات کی وجہ سے دل کے اندر کی حالت نہیں بدلتی۔ چونکہ ان کے دِلوں کے اندر دشمنی اور انکار ہے اس وجہ سے ان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے۔

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ

"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، اس نے کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِیۡنًا﴾

کہ میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟'' (61)

سوال 1: انسان سے شیطان کی قدیم دشمنی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذۡ قُلۡنَا ... طِیۡنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ﴾ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے سامنے ابلیس کی آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے دشمنی کا ذکر کرو۔ یہ قدیم دشمنی ہے اور اس وقت سے ہے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ (تفسیر مراغی: 334/5)

(2) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے سے حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا اور ابلیس نے غرور کر کے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اس نے خود کو بڑا اور آدم علیہ السلام کو حقیر جانا۔ (3) ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' ابلیس نے اپنی بڑائی کو مادہ پیدائش میں دیکھا تو کہا۔

(4) ﴿ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِیۡنًا﴾ ''کہ میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟'' اس نے اپنے تئیں یہ گمان کیا کہ وہ آدم علیہ السلام سے بہتر ہے کیونکہ اسے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

(5) ﴿قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُکَ ؕ قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ۚ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ''تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟'' اُس نے کہا: ''میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' (الاعراف: 12)

(6) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کے بارے میں کہا: ابلیس کا آدم علیہ السلام سے اس چیز پر حسد ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت دی اور اس نے کہا کہ میں آگ سے اور یہ مٹی سے بنا ہے اس طرح تکبر جیسے گناہ کا آغاز ہوا۔ (ابن ابی حاتم: 2336/7)

سوال 2: سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے واقعے سے ہمیں اطاعت اور نافرمانی کی حقیقت کے بارے میں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: (1) آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا واقعہ یہ بتاتا ہے کہ ماننے والے کیسے ہوتے ہیں اور نہ ماننے والے کیسے ہوتے ہیں۔ (2) فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھا اور اس کی اطاعت کر لی۔

(3) ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانا۔ آدم علیہ السلام کو دیکھا تو اُسے محسوس ہوا کہ سجدہ کرنے سے میں چھوٹا ہو جاؤں گا اور آدم علیہ السلام بڑے۔ اس لیے وہ سجدہ کرنے میں ناکام ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اپنی ذات کے حوالے سے دیکھتے ہیں اُن کے لیے تب حق کو ماننا مشکل ہو جاتا ہے جب اپنی ذات چھوٹی ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ جس وقت کوئی حکم کو حق کے اعتبار سے دیکھتا ہے تو وہ حق کو سمجھ کر مان لیتا ہے۔

﴿قَالَ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

''اُس نے کہا: کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا

لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اُکھاڑ پھینکوں گا۔'' (62)

سوال 1: ابلیس نے اولادِ آدم کو تباہ کرنے کا جو اعلان کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... قَلِیْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر ڈھٹائی سے کہا۔

(2) ﴿اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ﴾ ''کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟'' ابلیس نے حسد سے کہا۔

(3) ﴿لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ﴾ ''یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اُکھاڑ پھینکوں گا'' اگر آپ نے مجھے قیامت تک ڈھیل دے دی تو میں اس کی نسل کو گمراہ کر کے تباہ کر دوں گا۔ میں انہیں سیدھے راستے سے بھٹکا دوں گا۔

(4) احتنک الفرس بمعنی گھوڑے کے منہ میں رسی یا لگام دینا اور الحنک اس آدمی کو کہتے ہیں جسے زمانے نے تجربہ کار بنا دیا ہو۔ (منجد) گویا احتنک کے معنی کسی پر عقل اور تجربہ سے قابو پانا ہے اور شیطان کا دعویٰ یہ تھا کہ آدم اچھی طرح میرا دیکھا بھالا ہے اور میں اس پر اور اس کی اولاد پر قابو پا سکتا ہوں۔ (تیسیر القرآن: 594/2)

(5) احتناک گھٹی کو کہتے ہیں۔ عربوں کے یہاں گھٹی دینے کے لیے کھجوروں کو دانتوں کے نیچے پیس کر ملیدہ بنا کر بچے کے تالو پر لگا دیا جاتا تھا۔ یہاں شیطان کے احتناک سے مراد انسانی نسل کی جڑ کاٹنا ہے۔ اُن کی شخصیات کو، اُن کی فطرت کو کچل ڈالنا ہے۔

(6) ﴿اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ''بہت تھوڑے لوگوں کے سوا'' یعنی اولادِ آدم علیہ السلام میں سے تھوڑے سے لوگ ہوں گے جو شیطان سے دشمنی رکھیں گے اور اس کی بات نہیں مانیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: شیطان کے اغراض ومقاصد اور اس کے طریقہ واردات کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) شیطان کی انسان دشمنی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کو جہنم میں دھکیل کر جنت سے محروم کر دے۔ رب العزت نے اسی بارے میں آگاہ فرمایا: ﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ﴾ ''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم اُسے دشمن بنالو، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔'' (فاطر:6)

(2) اس بنیادی مقصد کے ساتھ اس کے ذیلی مقاصد بھی ہیں جو اصل مقصد کی تکمیل کے لیے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کفر اور شرک میں مبتلا کرنا یعنی انسانوں کو غیر اللہ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت سے انکار کی دعوت دینا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: (i) ﴿كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: ''میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' (الحشر:16) (ii) عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا۔ نبی ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: ''لوگو! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ بات بتاؤں جس سے تم آگاہ نہیں ہو اور وہ بات اللہ تعالیٰ نے مجھے آج ہی بتائی کہ میں نے جو کچھ اپنے بندے کو عطا کیا وہ اس کے لیے حلال ہے اور میں نے تمام بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا تھا، لیکن شیطانوں نے آکر انہیں اپنے دین سے پھیر دیا اور میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک کرنے کا حکم دیا کہ جن کے لیے میں نے کوئی سند نازل نہیں کی۔'' (مسلم)

☆ گناہوں میں مبتلا کرنا: اگر وہ لوگوں کو کافر نہ بنا سکے تو ناامید نہیں ہوتا۔ ان سے چھوٹے گناہ کروا کے ان کے دلوں میں دشمنی کی کاشت جاری رکھتا ہے۔ (i) نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگو سنو شیطان اس بات سے قطعی ناامید ہے کہ اس شہر میں اس کی عبادت ہوگی مگر کچھ اعمال جن کو تم معمولی اور حقیر سمجھتے ہو، ان میں اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اسی سے خوش ہو گا۔'' (ترمذی، ابن ماجہ) (ii) شیطان اس بات سے ناامید ہے کہ جزیرہ عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں گے۔ لیکن ان کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنے کے سلسلے میں وہ ناامید نہیں۔ (بخاری) (iii) شیطان لوگوں کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑکائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ ''بلاشبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' (المائدۃ:91) (iv) شیطان برائی کا حکم دیتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا یَاۡمُرُکُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَ الۡفَحۡشَآءِ وَ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾ ''وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے۔'' (البقرۃ:169)

☆ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکنا: شیطان جہاں برائی کا حکم دیتا ہے وہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ہر کام سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ (i) نبی ﷺ نے فرمایا: ''شیطان ابن آدم کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہے۔ چنانچہ اس کے اسلام کی راہ میں بیٹھتا اور کہتا ہے: کیا تم اسلام کی خاطر اپنا اور اپنے باپ داداؤں کا دین چھوڑو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر وہ اس کی ہجرت کی راہ میں بیٹھتا اور کہتا ہے: کیا تم ہجرت کی خاطر اپنا وطن، اپنا ماحول چھوڑ دو گے؟ مہاجر کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو لمبی رسی میں کھونٹے سے بندھا ہوا ہو۔ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر ہجرت کے لئے چل پڑتا ہے۔ پھر وہ اس کے جہاد کے راستہ میں بیٹھتا اور کہتا ہے: جہاد کرو گے تو اس میں نفس اور مال کی پریشانی تو ہے ہی، اگر لڑائی ہوئی اور تم مار دیئے گئے تو تمہاری بیوی (کسی) دوسرے سے شادی کر لے گی اور تمہاری دھن دولت بھی ٹھکانے لگ جائے گی! بندہ اس کی بات ٹھکرا کر جہاد کے لیے نکل جاتا ہے۔ جو شخص ایسا کرے گا اس کو جنت میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اگر اس کا قتل ہو تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اگر وہ ڈوب جائے تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے۔'' (صحیح الجامع:72/2) (ii) ابلیس کے اس عزم کا اظہار ان آیات سے بھی ہوتا ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِمَاۤ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَہُمۡ صِرَاطَکَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ﴿ۙ۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مِنۡ خَلۡفِہِمۡ وَ عَنۡ اَیۡمَانِہِمۡ وَ عَنۡ شَمَآئِلِہِمۡ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَکۡثَرَہُمۡ شٰکِرِیۡنَ ﴿۱۷﴾﴾ ''ابلیس نے کہا: پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں اُن کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔ پھر میں لازماً اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اُن پر آؤں گا اور آپ اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔'' (الاعراف:16،17)

☆ عبادت اور اطاعت میں خرابی پیدا کرنا: اگر ابلیس لوگوں کو اطاعت سے نہ روک سکے تو وہ عبادت اور اطاعت کے کاموں کو خراب کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اجر و ثواب سے محروم کر دے۔ (i) ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا: ''نماز خراب کرنے کے لیے شیطان میرے اور نماز کے درمیان حائل ہو جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور میری قراءت کو مجھ پر خلط ملط کر دیتا ہے" نبی ﷺ نے فرمایا: "یہ شیطان ہے جس کو "خنزب" کہا جاتا ہے۔ اگر تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور بائیں جانب تین بار تھوکو" تو صحابی کہتے ہیں: میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز ختم کر دی۔ (مسلم: 2203) (ii) جب بندہ نماز شروع کرتا ہے تو شیطان اس کے دل و دماغ پر سوار ہو کر اس کے دل میں ہزاروں خیالات ڈالتا اور اسے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر کے دنیا کے مسائل میں الجھا دیتا ہے۔ (iii) "جب شیطان کو اذان کی آواز آتی ہے تو وہ گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے تا کہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔ اذان ختم ہونے پر وہ واپس آ جاتا ہے اور پھر سے وسوسہ پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ پھر اقامت کی آواز سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے تا کہ اس کی آواز نہ سن سکے، اقامت ختم ہونے پر وہ واپس ہو جاتا ہے اور پھر سے وسوسہ پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔" (مسلم) (iv) ایک روایت میں ہے: "جب اقامت ختم ہوتی ہے تو آتا ہے اور انسان اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے: فلاں بات یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو۔ اس کو ایسی باتیں یاد دلاتا ہے جو پہلے یاد نہیں تھیں، اس میں الجھ کر آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں۔" (مسلم و بخاری)

☆ رحمن کی ہر مخالفت شیطان کی اطاعت ہے: رب العزت نے فرمایا: (i) ﴿اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَہُ اللّٰہُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِکَ نَصِیۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ﴿۱۱۸﴾﴾ "وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے اور اس (شیطان) نے کہا کہ یقیناً میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا۔" (النساء: 118،117)

(ii) شیطان بے حیائی کے کام کروانے کے لیے مفلسی کا وعدہ دیتا ہے: ﴿اَلشَّیۡطٰنُ یَعِدُکُمُ الۡفَقۡرَ وَ یَاۡمُرُکُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ ۚ وَ اللّٰہُ یَعِدُکُمۡ مَّغۡفِرَۃً مِّنۡہُ وَ فَضۡلًا ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ﴾ "شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" (البقرۃ: 268)

☆ جسمانی اور ذہنی ایذا رسائی: جس طرح شیطان انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اسی طرح وہ مسلمان کو جسمانی اور ذہنی طور پر پریشان کرنا چاہتا ہے۔ (الف) نبی ﷺ پر حملہ: (i) شیطان نے نبی ﷺ پر حملہ کیا تھا اور آپ ﷺ کے چہرے پر پھینکنے کے لیے آگ کا شعلہ لے کر آیا تھا۔ (ii) شیطانی خواب: شیطان پریشان کرنے کے لیے خواب دکھاتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "انسان نیند کی حالت میں جو خواب دیکھتا ہے وہ تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک رحمانی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، دوسرا شیطانی جو انسان کو رنجیدہ کرنے کے لیے شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، تیسرا نفسانی جس میں انسان اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ سے گفتگو کرتا ہے۔" (صحیح الجامع:185,184/3) (iii) اگر کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسے چاہئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور خواب لوگوں سے بیان کرے۔ اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور خواب کسی سے بیان نہ کرے کیونکہ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ (بخاری)

☆ موت کے وقت شیطان کا انسان کو جھنجوڑنا۔ نبی ﷺ موت کے وقت شیطان کے وسوسہ سے پناہ مانگنے کے لیے دعا کرتے تھے۔ ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَالْهَدْمِ وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَوْتِ لَدِیْغًا﴾ "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں گر کر ہلاک ہونے، عمارت میں دبنے، ڈوبنے اور جلنے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں موت کے وقت شیطان کے جھنجوڑنے سے اور اس بات سے کہ میں تیری راہ میں پشت دکھا کر مروں، اور پناہ چاہتا ہوں کہ کسی جانور کے ڈسنے سے میری موت واقع ہو۔" (صحیح الجامع:405/1)

☆ پیدائش کے وقت شیطان کا بچے کو تکلیف دینا نبی ﷺ نے فرمایا: "شیطان ہر بنی آدم کو اس کی پیدائش کے وقت تکلیف دیتا ہے جس سے بچہ چیخ اٹھتا ہے، مگر مریم اور اس کا بیٹا اس سے محفوظ رہے۔" (بخاری)

☆ طاعون کی بیماری جنوں سے ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "میری امت کا خاتمہ میدان جہاد کے نیزوں اور طاعون کی بیماری سے ہوگا وہ جنوں کے کچوکے کا نتیجہ ہے۔ دونوں حالتوں میں شہادت نصیب ہوگی۔" (صحیح الجامع:90/4)

☆ استحاضہ شیطان کی رگڑ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے استحاضہ (وہ خون جو حیض کی مقررہ مدت کے بعد کسی بیماری کی وجہ سے جاری رہے) والی عورت سے فرمایا تھا: "یہ شیطان کی رگڑ کی وجہ سے ہوتا ہے۔" (صحیح الجامع:196/3)

☆ انسان کے کھانے، پانی اور گھر میں شیطان کا حصہ۔ (i) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب ہم نبی ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شرکت کرتے تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ بڑھاتے جب تک کہ نبی ﷺ خود شروع کرنے کے لیے اپنا دست مبارک نہ بڑھا دیتے۔ ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک کھانے میں شریک ہوئے، تب ہی ایک لونڈی تیزی سے آئی جیسے کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہو اور کھانے میں ہاتھ بڑھانے لگی۔ نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر ایک دیہاتی اسی کیفیت کے ساتھ آیا۔ نبی ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "کھانے کے وقت ﴿بِسْمِ اللّٰہِ﴾ نہ کہا جائے تو شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے۔ شیطان کھانا حلال کرنے کے لیے اس لونڈی کو ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لا یا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس دیہاتی کو لے آیا تا کہ اس کے ذریعہ سے (کھانے کو) حلال کرے۔ میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس شیطان کا ہاتھ لونڈی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔'' (مسلم) (ii) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنا دروازہ بند کرو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو، بلاشبہ شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتا۔ اپنا چراغ بجھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ اپنا برتن ڈھانپ کر رکھو خواہ اس میں کوئی لکڑی آڑے طور پر رکھ دو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو اور اپنے مشکیزے کا تسمہ باندھ کر رکھو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو۔'' (ابوداؤد: 3731) (iii) اور فرمایا: ''جب آدمی اپنے گھر میں جاتا ہے، اور گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے کہ نہ تمہارے یہاں رہنے کا ٹھکانہ ہے، نہ کھانا ہے اور جب گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رہنے کا ٹھکانہ تو مل گیا اور جب کھاتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہارے رہنے کا ٹھکانہ بھی ہوا اور کھانا بھی ملا۔'' (مسلم: 5262)

☆ آسیب زدگی: علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ انسان کے جسم میں جن کا داخل ہونا باتفاق ائمہ اہل سنت و جماعت ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ ''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو'' (البقرۃ: 275) (مجموع الفتاویٰ، جلد 24، صفحہ 276)

(3) شیطان کے پھندے میں وہ پھنستا ہے جو حق کو نظر انداز کرتا ہے اور حق کو تسلیم کرنے کی صورت میں اپنی ذات کو چھوٹا محسوس کرتا ہے۔

سوال 3: انسان شیطان کے پھندوں سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: (1) انسان اگر شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ لے لے تو انسان کے لیے بچاؤ کا راستہ بن جاتا ہے۔

(2) انسان اپنی غلطیوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر آئندہ کبھی وہ غلطی نہ کرنے کا ارادہ کر کے شیطان کے پھندوں سے بچ سکتا ہے۔

﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا! پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تم سب کا پورا پورا بدلہ یقیناً جہنم ہی ہے'' (63)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: ابلیس کو مہلت اور جہنم کی وعید دے دی گئی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... مَّوۡفُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اذۡهَبۡ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا!'' ابلیس نے رب العزت سے مہلت مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ (۳۷) اِلٰى يَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ (۳۸)﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے۔ ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔'' (الحجر: 38,37)

(2) ﴿فَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ﴾ ''پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا'' یعنی جس نے بھی اپنے رب کو چھوڑ کر تجھے اپنا سرپرست بنالیا۔ پھر جو تیری پیروی کرے گا، کے الفاظ بتاتے ہیں کہ انسان کو اس دُنیا میں آزادی حاصل ہے چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اور چاہے تو شیطان کی سجھائی ہوئی راہ پر۔

(3) یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ شیطان کو دُنیا میں آزادی حاصل ہے کہ انسان کے اُوپر محنت کر کے اُسے اپنا ساتھی بنالے۔

(4) ﴿فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمۡ جَزَآءً مَّوۡفُوۡرًا﴾ ''تم سب کا پورا پورا بدلہ یقیناً جہنم ہی ہے'' تمہارے لیے اور تمہارے پیروکاروں کے لیے جہنم کا ایندھن بننا مقدر ہے۔ وہ تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا ہے۔ تمہاری نافرمانیوں کا پورا پورا بدلہ ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ فَالۡحَقُّ ۡوَالۡحَقَّ اَقُوۡلُ (۸۴) لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَمِمَّنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ (۸۵)﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو حق یہ ہے اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور اُن تمام لوگوں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا جنھوں نے اُن میں سے تیری پیروی کی ہے۔'' (ص: 85،84)

سوال 2: انسان شیطان کی پیروی کیسے کرتا ہے؟

جواب: (1) شیطان انسان کے اندر وسوسوں کے توسط سے داخل ہوجاتا ہے۔ اس طرح انسان کے اندر سیدھا راستہ گم کرنے کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔

(2) شیطانی خیالات کی وجہ سے انسان کے اندر ہدایت حاصل کرنے کی استعداد کم ہوجاتی ہے۔

(3) شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک نہیں کہتا۔

(4) شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی آیات سے اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے منہ موڑ لیتا ہے۔

(5) شیطان بے حقیقت چیزوں کو خوش نما بنا کر انسان کے سامنے بڑی حقیقت کے طور پر پیش کرتا ہے۔

(6) شیطان اپنی آواز سے اور خوب صورت الفاظ سے لوگوں کو پکارتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) شیطان مال اور اولاد میں انسان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔

﴿وَ اسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ وَ اَجۡلِبۡ عَلَیۡهِمۡ بِخَیۡلِكَ وَ رَجِلِكَ

”اور بہکا دے ان میں سے جن کو تو اپنی آواز سے بہکا سکے اور ان پر اپنے سوار اور اپنے پیادے چڑھا لا اور اُن کے مال

وَ شَارِكۡهُمۡ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ وَ عِدۡهُمۡ ؕ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا﴾

اور اُن کی اولاد میں اُن کے ساتھ شریک ہو جا اور اُن سے وعدے کر اور شیطان اُنہیں دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا“ (64)

سوال 1: شیطانی ہتھکنڈوں اور لشکروں کی وضاحت ﴿وَ اسۡتَفۡزِزۡ ... وَ رَجِلِكَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ﴾ ”اور بہکا دے ان میں سے جن کو تو اپنی آواز سے بہکا سکے“ شیطان کی آواز سے مراد لہو و لعب کی چیزیں، گانے کی آواز اور باجے ہیں۔

(2) مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لہو اور گانا۔ (جامع البیان: 117/15)

(3) یعنی اپنی رنگ برنگ آوازوں سے جیسے چاہے بہکا لے۔ اس سے گانے باجے اور دیگر لہو و لعب کی چیزیں مراد ہیں۔ جو آواز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بلائے وہی شیطانی آواز ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1057/1)

(4) شیطان کی آواز سے مراد ہر وہ پکار ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اکساتی ہو اور یہ آواز عموماً شیطان کے چیلوں چانٹوں سے ہی آتی ہے۔ پھر اس شیطانی آواز میں ہر قسم کا گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا، گانا بجانا، موسیقی، راگ رنگ اور مزامیر، طرب و نشاط کی محفلیں سب کچھ آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے انسان کو غافل بنا کر رکھتی ہیں اور اس کی اصل فطرت پر پردہ ڈالے رکھتی ہیں۔ (تیسیر القرآن: 594/2)

(5) اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو معصیت کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(6) ﴿وَ اَجۡلِبۡ عَلَیۡهِمۡ بِخَیۡلِكَ وَ رَجِلِكَ﴾ ”اور ان پر اپنے سوار اور اپنے پیادے چڑھا لا“ (i) اس سے تکوینی امر مراد ہے۔ جیسے رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ تَؤُزُّهُمۡ اَزًّا﴾ ”کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے کافروں پر شیاطین بھیج دیے ہیں جو انہیں اُبھار رہے ہیں، خوب اُبھارنا۔“ (مریم: 83) (ii) جو گناہوں کے لیے پیدل چل کر یا سواری پر جائے وہ شیطانی لشکر ہے۔ کچھ جن اور کچھ انسان شیطان کے سوار اور پیادے ہیں جو اسے مانتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1057/1) (iii) ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں سوار ہو کر یا پیدل بھاگ دوڑ کرتا ہے، شیطان کے سواروں اور پیادوں میں داخل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس کھلے دشمن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا ہے جو اپنے قول وفعل کے ذریعے سے ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1475،1474/2)

(7) شیطان کے سوار اور پیادوں سے مراد شیطان کے لشکر ہیں۔ یہ انسانوں اور جنوں میں سے شیطان کے پیروکار ہیں۔ جو اُس کے حکم سے نکلتے ہیں اور انسانوں کو بہکاتے ہیں۔ اُنھیں رب کے سیدھے راستے پر آنے نہیں دیتے۔

(8) نسل انسانی سے جنگ کرنے کے لیے ابلیس ہی نقشہ مرتب کرتا اور قیادت کا کردار انجام دیتا ہے۔ مرکز سے مختلف علاقوں میں فوجی دستے اور ٹکڑیاں روانہ کی جاتی ہیں۔ مشاورتی اجلاس منعقد ہوتے ہیں جن میں شیطان اپنی فوجوں سے ان کی کارگزاری کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا ہے اور جن لوگوں نے انسانوں کو خوب گمراہ کیا، ان کو خوب سراہتا ہے۔

(9) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر وہاں سے لوگوں کے پاس فوجی دستے روانہ کرتا ہے۔ اس کے نزدیک سب سے معزز فوجی وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ گر ہو، ایک فوجی آکر کہتا ہے: میں فلاں کے پیچھے پڑا تھا اور اس سے ایسا ایسا کہلوا کر چھوڑا۔ ابلیس کہتا ہے: میاں تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے فلاں کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کے اہل وعیال کے درمیان پھوٹ نہ ڈال دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تب شیطان اسے اپنے قریب کر لیتا اور کہتا ہے: شاباش! تم کام کے ہو۔'' (مسلم)

(10) لوگوں کو گمراہ کرنے کے میدان میں شیطان کو طویل تجربہ حاصل ہے۔ اسی لیے وہ بڑی فنکاری کے ساتھ منصوبہ سازی کرتا اور ڈورے ڈالتا ہے۔ جس دن انسانیت کا آغاز ہوا اسی دن سے شیطان زندہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۳۶) قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (۳۷) اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۳۸)﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! پھر مجھے تو اُس دن تک مہلت دے جب وہ اُٹھائے جائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے۔ ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔'' (الحجر: 36-38)

(12) جس شرانگیزی کے لیے اس نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے اس میں وہ تندہی اور جانفشانی سے کام کر رہا ہے، اسے نہ تھکن محسوس ہوتی ہے نہ سستی۔ حدیث میں ہے: ''شیطان نے کہا: تیری عزت وجلال کی قسم! جب تک تیرے بندوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے جسم میں روح رہے گی میں انہیں گمراہ کرتا رہوں گا۔ رب نے فرمایا: ''میری عزت وجلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے بخشش طلب کریں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔'' (صحیح الجامع:72/2)

(13) اللہ تعالیٰ نے شیطان کے طریقہ واردات کو مجسم انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ ایک کھلی جنگ کا نقشہ ہے جس میں گھوڑے ہیں، پیدل لشکر ہیں، آوازیں ہیں جس میں روایتی جنگوں کی طرح ہر قسم کے ہتھیار ہیں، جنگی چالیں ہیں۔ گھیرے میں لینا اور وار کرنا ہے۔ یوں ابلیس اور آدم کے درمیان جاری جنگ کے لیے انسانی شعور کو جھنجھوڑا گیا ہے۔

سوال 2: مال اور اولاد میں شیطان کی شراکت کی وضاحت ﴿وَشَارِكۡهُمۡ فِي الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَشَارِكۡهُمۡ فِي الۡاَمۡوَالِ﴾ ''اُن کے مال اُن کے ساتھ شریک ہوجا'' مال میں شیطان کی شراکت سے مراد ہے حرام ذریعے سے مال کمانا اور خرچ کرنا، جانوروں کو بتوں کے نام وقف کرنا مثلاً عربوں کے یہاں بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ وغیرہ جانور بتوں کے نام پر آزاد کیے جاتے تھے۔ مال میں شیطان کی شراکت سے مراد حرام طریقے سے دولت کمانا، حرام راستے پر دولت لٹانا، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں دولت لٹانا بھی ہے۔

(2) ﴿وَالۡاَوۡلَادِ﴾ ''اور اولاد میں'' (i) اولاد میں شرکت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اولاد کو بتوں کے نام پر وقف کر دیا جائے۔ (ii) اولاد کے غیر اسلامی نام رکھنا مثلاً پیراں دتہ، غلام نبی وغیرہ۔

(iii) اولاد کی غیر اسلامی طریقے سے تربیت کرنا۔

(iv) اولاد کے بُرے اخلاق و کردار پر مطمئن رہنا۔

(v) اولاد کو غربت کے خوف سے ہلاک کرنا۔

(vi) اولاد کو غیر اسلامی تہذیب کا نمائندہ بنانا۔

(3) اس میں ہر وہ معصیت شامل ہے جو ان کے مال اور اولاد سے متعلق ہے، مثلاً زکوٰۃ، کفارات، حقوق واجبہ ادا نہ کرنا، اولاد کی بھلائی اختیار کرنے اور شر کو ترک کرنے کی تربیت نہ کرنا، ناحق مال لینا یا مال کو ناحق خرچ کرنا اور روزگار میں حرام ذریعے اختیار کرنا وغیرہ بلکہ بہت سے مفسرین ذکر کرتے ہیں کہ کھانا کھاتے، پانی پیتے اور جماع کرتے وقت بسم اللہ سے ابتدا نہ کرنا، مال اور اولاد میں شیطان کو شریک کرنے میں داخل ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ان مذکورہ کاموں میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو اس میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔ (صحیح بخاری:5376)(تفسیر سعدی:1474/2، 1475)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرتے وقت یہ کہے: ﴿بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا﴾ ''اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا کرے۔'' پھر اگر اس کی اولاد ہوگی تو شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور نہ اس پر قابو پائے گا۔'' (بخاری:3533)

سوال 3: شیطان کا وعدہ سراسر دھوکا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَعِدْھُمْ ... غُرُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعِدْھُمْ﴾ ''اور اُن سے وعدے کر'' یعنی تم ان کے ساتھ سجا سجا کر جھوٹے وعدے کرو جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ (2) ﴿وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''اور شیطان انہیں دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا'' شیطان ان کے ساتھ جو وعدہ کرتا ہے وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ یعنی وہ ان کے سامنے نافرمانیوں اور عقائد کی خرابیوں کو سجا کر پیش کرتا ہے اور اجر کا وعدہ کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ ''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:268)

(3) ﴿وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّکُمْ فَاَخْلَفْتُکُمْ ؕ وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ ''اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔'' (ابراہیم:22)

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا﴾

''میرے بندوں پر بلاشبہ تجھے کوئی غلبہ نہیں اور آپ کا رب ہی کارساز کافی ہے'' (65)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اللہ تعالیٰ مومنوں کی شیطان سے حفاظت کرتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ ۔۔۔ وَكِيۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں ؟

جواب (1) ﴿اِنَّ عِبَادِيۡ﴾ ''میرے بندوں پر بلاشبہ'' اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کر کے اُن بندوں کو اعزاز بخشا ہے جن پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا ہے۔

(2) ﴿لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ﴾ ''تجھے کوئی غلبہ نہیں'' اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی مدد فرماتا ہے اور ان کی شیطان سے حفاظت فرماتا ہے۔

(3) اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ شیطان انسان کے مقابلے میں زیادہ تر ہے۔ اس کے لشکر، سوار اور پیادے کثیر ہیں اور وہ انسان کو ہر طرح سے گھیر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ایسے قلعوں میں محفوظ ہوتے ہیں جہاں شیطان اپنی طاقتوں کے باوجود عاجز آجاتا ہے۔ ﴿اِنَّ عِبَادِيۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ (۴۲) وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ (۴۳)﴾ ''بے شک میرے بندوں پر تیرے لیے کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلیں گے۔ اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔'' (الحجر: 43,42)

(4) ﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيۡلًا﴾ ''اور آپ کا رب ہی کارساز کافی ہے'' جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

(5) جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا کارساز بن جاتا ہے۔

(6) جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا دوست بن جاتا ہے۔

سوال 2: شیطان کا داؤ کن لوگوں پر چلتا ہے؟

جواب: شیطان کا داؤ صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو ضعیف الاعتقاد اور پہلے ہی شیطانی عمل پر لبیک کہنے کے لیے تیار بیٹھے ہوتے ہیں اور جن کے لیے حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں کے کئی دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ ایک دروازے سے مقصد حل نہ ہو تو دوسرے دروازے پر چلے جاتے ہیں اور ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو محض ظاہری اسباب پر تکیہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ فوراً شیطان کی چالوں میں پھنس جاتے ہیں۔

سوال 3: شیطان سے بچاؤ کے قلعے کون سے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا ﴿اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ﴾ پڑھنا۔

(2) ﴿لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ پڑھنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے ساتھ جڑ کر رہنا جو اپنی اور اپنے معاشرے کی اصلاح کا کام کر رہے ہوں۔

(4) اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ خصوصی تعلق قائم کرنا، اُسے سیکھنے، سکھانے، اس پر غور وفکر کرنے کا سلسلہ جاری رکھنا۔

(5) سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کی مثال ہے کہ اس کے پیچھے بڑی تیزی سے دشمن لگا ہوا ہے، تو جب وہ کسی مضبوط قلعے میں داخل ہو جاتا ہے تو اس نے دشمن سے اپنے آپ کو بچا لیا، اب اسی طرح بندہ اپنے آپ کو شیطان سے صرف ذکر الٰہی کے ذریعے سے بچا پاتا ہے۔'' (ترمذی:2863)

﴿رَبُّكُمُ الَّذِیۡ یُزۡجِیۡ لَكُمُ الۡفُلۡكَ فِی الۡبَحۡرِ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ

''تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو،

اِنَّهٗ كَانَ بِكُمۡ رَحِیۡمًا﴾

یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے'' (66)

سوال: کشتیاں اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی نشانیاں ہیں، اس کی وضاحت ﴿رَبُّكُمُ ... رَحِیۡمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبُّكُمُ الَّذِیۡ یُزۡجِیۡ لَكُمُ الۡفُلۡكَ فِی الۡبَحۡرِ﴾ ''تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی مہربانی کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اس نے بندوں کے لیے کشتیوں کو مسخر کر دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو گہرے تاریک سمندروں میں چلتی کشتی یا جہاز میں پہنچا دیا ہے جو سمندر میں ایک نکتے کی طرح ہوتا ہے۔ سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کے رحم وکرم پر لوگ خوف کے مارے کشتی سے چمٹے ہوئے ہیں۔ رُکی ہوئی سانسیں، اُڑے ہوئے چہرے، بیٹھے ہوئے دل۔ ایسے جیسے سخت طوفان میں اُڑتا ہوا ایک پتہ۔ اس طلاطم میں انسان کے اندر سے Super Power کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ اپنی ذات کا تعارف کرواتا ہے کہ تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں تمہاری کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تمہارا رب رحم کرنے والا ہے۔

(3) کشتی سازی کی صنعت اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے عطا فرمائی۔

(4) اسی نے ٹھاٹھیں مارتا سمندر انسانوں کے لیے مسخر کر دیا جس کی پشت پر کشتیاں اور جہاز تیرتے ہیں تاکہ لوگ ان پر سوار ہوں اور مال کے نقل وحمل کا فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر بے پناہ رحمت ہے کہ وہ انہیں ایسی نعمتیں عطا فرماتا ہے جن سے ان کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔

(5) ﴿لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ﴾ ''تاکہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو'' اللہ تعالیٰ نے دریاؤں اور سمندروں میں کشتیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جہاز انسان کے قبضے میں کر دیئے تاکہ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کر کے تجارتی فائدہ حاصل کر سکیں۔

(6)﴿اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ ''یقیناوہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بندوں پر نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ

''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو اور وہ سب گم ہو جاتے ہیں،

فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾

پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے'' (67)

سوال 1: کافر مصیبت میں اللہ تعالیٰ ہی کو یاد کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... اِيَّاهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(2)﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے'' یعنی جب کشتی دوران سفر مشکلات کا شکار ہوتی ہے۔ کشتی کے ہچکولوں سے تمہیں اپنی موت یقینی نظر آتی ہے۔

(3)﴿ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں'' جب سمندر میں موجوں کی وجہ سے وہ ہلاکت سے ڈرتے ہیں تو دوسرے معبودوں کو بھول جاتے ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں۔

(4) کشتی کے ہچکولے تمام باطل معبودوں کو بھلا دیتے ہیں۔

(5) ہمہ گیر خطرہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور انسان صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس سے دُعائیں کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْۗءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاۗءَ الْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''یا وہ جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے؟ اور وہ تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' (النمل:62)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: انسان عافیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... كَفُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا نَجّٰكُمۡ اِلَى الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ﴾ "پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو" جب اللہ تعالیٰ مصیبت دور کر کے انہیں سمندر کی ہلاکت میں سے بچا لیتا ہے تو وہ بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا تھا۔ (2) انسان عافیت کی حالت میں اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔

(3) (i) انسان خوف کے لمحات کو بھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھی بھول جاتا ہے۔

(ii) سمندر کے خطرات میں انسان کی فطرت سے جو پردے ہٹ جاتے ہیں وہ دوبارہ دل پر آ جاتے ہیں پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں۔ اس طرح اپنے رب سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ (4) ﴿وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا﴾ "اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے" بے شک انسان ایک اللہ کو پکارنے سے اعراض کرتے ہیں۔ وہ رب کی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں بلکہ ان کو مانتے بھی نہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ شکر کی توفیق بخشے۔ (مختصر ابن کثیر: 1059/1)

(5) انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سخت ناسپاس ہے۔ (6) انسان کی طبیعت میں ہی ناشکری داخل ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسان کے منہ موڑ جانے پر اُسے کیا تنبیہ کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ جس خطرے سے نکل کر تم سکون میں ہو وہ نہ خشکی میں ہے نہ سمندر میں۔ تم دوبارہ سمندر میں جا سکتے ہو اور اسی خطرے میں مبتلا ہو سکتے ہو۔ پھر خطروں کا کیا کہنا کئی شکلوں میں خشکی پر بھی تمہارا پیچھا کر رہے ہیں۔

﴿اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ يُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا

"تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے؟

ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَكُمۡ وَكِيۡلًا﴾

پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ گے؟" (68)

سوال: کیا خشکی پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آ سکتا، اس کی وضاحت ﴿اَفَاَمِنۡتُمۡ ... وَكِيۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ﴾ "تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جانب دھنسا دے'' یعنی کیا تم سمندر سے خشکی پر آ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ گئے ہو؟ کیا وہ تمہیں خشکی کے کسی حصے میں دھنسا نہیں سکتا؟

(2)﴿اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا﴾ ''یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے؟'' (i) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ خشکی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جب چاہے تمہیں دھنسا سکتا ہے۔ پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج سکتا ہے۔

(ii) سمندر اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں وہ چاہے تو سمندری طوفان تم پر چڑھا سکتا ہے پھر تم کیسے امن میں آ سکتے ہو؟

(iii) کوئی آتش فشاں پھٹ پڑے، لاوے اور پتھروں کی بارش برسا دے اور سب ہلاک ہو جائیں پھر تم کوئی مددگار اور کارساز نہ پاؤ گے جو تمہیں بچا سکے؟

(iv) جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو یا فرد کو قابو کر لے تو پھر کون اُسے بچا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی قدرت رکھتا ہے اور انسان بے اختیار ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿حِکۡمَۃٌۢ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغۡنِ النُّذُرُ﴾ ''کامل دانائی کی بات ہے، پھر بھی تنبیہات انہیں فائدہ نہیں دیتیں۔'' (القمر:5)

(4)﴿ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا ہِیَ تَمُوۡرُ ﴿۱۶﴾ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ کَیۡفَ نَذِیۡرِ ﴿۱۷﴾﴾ ''کیا تم اُس سے بے خوف ہو گئے کہ جو آسمان میں ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ تو اچانک وہ ہچکولے کھانے لگے۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے؟ پھر جلد ہی تم جان لو گے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا؟'' (الملک:17,16)

(5)﴿ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ وَکِیۡلًا﴾ ''پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ گے'' تم اپنے لیے کوئی مددگار نہ پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کو تم پر سے ہٹا دے اور تمہیں اس آفت سے بچا لے۔

﴿اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ فِیۡہِ تَارَۃً اُخۡرٰی فَیُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ

''یا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوسری بار اس میں لے جائے؟ پھر تم پر توڑ دینے والی آندھی بھیج دے

فَیُغۡرِقَکُمۡ بِمَا کَفَرۡتُمۡ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ عَلَیۡنَا بِہٖ تَبِیۡعًا﴾

پھر وہ تمہیں غرق کر دے اس کی وجہ سے جو تم نے کفر کیا، پھر تم اپنے لیے اس پر ہمارے خلاف پیچھا کرنے والا کوئی نہ پاؤ گے'' (69)

سوال: وہ چاہے تو تمہیں دوبارہ سمندر میں لے جائے، اس کی وضاحت ﴿اَمۡ ... تَبِیۡعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اَمۡ اَمِنۡتُمۡ﴾ ''یا تم بے خوف ہو گئے'' یعنی اے سمندر میں ہماری توحید کا اقرار کرنے والو اور باہر آ کر ہم سے منہ موڑنے والو! کیا تم اس سے محفوظ ہو؟

(2)﴿اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ فِیۡهِ تَارَةً اُخۡرٰی﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوسری بار اس میں لے جائے؟'' تم کیسے بے خوف ہو گئے ہو کہ دوبارہ سمندری سفر پر نہ جاؤ گے۔

(3)﴿فَیُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ﴾ ''پھر تم پر توڑ دینے والی آندھی بھیج دے'' اور تمہیں ایسی سخت ہوا سے ہلاک نہ کیا جائے گا جو جہاں سے گزرے ہر چیز کو توڑ کر رکھ دے؟

(4)﴿فَیُغۡرِقَکُمۡ بِمَا کَفَرۡتُمۡ﴾ ''پھر وہ تمہیں غرق کر دے اس کی وجہ سے جو تم نے کفر کیا'' یعنی کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ سمندری سفر پر لے جائے اور تم پر ایسا طوفان بھیجے جو تمہاری کشتی کو تمہاری ناشکری کی وجہ سے غرق کر دے؟ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا یَخَافُ عُقۡبٰهَا﴾ ''اور وہ اس (تباہی) کے انجام سے نہیں ڈرتا۔'' (الشمس:15)

(5)﴿ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ عَلَیۡنَا بِهٖ تَبِیۡعًا﴾ ''پھر تم اپنے لیے اس پر ہمارے خلاف پیچھا کرنے والا کوئی نہ پاؤ گے'' یہ بتاؤ ایسی صورت حال میں وہ کون سا معبود، کون سا حمایتی ہے جو تمہاری طرف داری کرتے ہوئے ہم سے باز پرس کر سکے؟ یعنی اس سلسلے میں تمہیں کوئی ایسا مددگار نہ ملے گا جو تمہارے جانے کے بعد تمہارا انتقام لے۔ اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ کا تعاقب کر سکے؟ کون ہے جو تاوان کا مطالبہ کر سکے؟ اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

﴿وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ

''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً اولادِ آدم کو عزت دی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق

وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا﴾ ع 10 7/7

دیا اور ہم نے جن کو پیدا کیا ان میں سے، بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا'' (70)

سوال 1: انسان کے شرف وفضیلت کی وضاحت ﴿وَلَقَدۡ... تَفۡضِیۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً اولادِ آدم کو عزت دی ہے'' اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو عزت وتکریم دی۔ انہیں اچھی صورت عطا کی۔ معتدل قدوقامت اور عقل عطا کی۔ پھر انہیں زبانوں اور صنعتوں کی معرفت دی اور وسائل معاش میں عمدہ غور وفکر کی صلاحیت دی اور زمین پر غلبہ دیا اور اوپر اور نیچے والے جہانوں کو ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے مسخر کیا۔ (تفسیر مراغی:5/340,339)

(2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شرف عطا کیا اور یہ فضلیت بخشی کہ انہیں احسن اور بہترین شکل وصورت میں پیدا فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔'' (التین:4)

(3) اللہ تعالیٰ کا بے پناہ احسان ہے کہ انسان دونوں پاؤں پر سیدھا کھڑا ہو کر چلتا ہے، ہاتھوں سے اٹھا کر کھاتا ہے، کان، آنکھ اور دل سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اچھی بری چیزوں میں تمیز کر سکتا ہے۔ چیزوں کے خواص سے واقف اور ان کے نقصانات پہچانتا ہے۔ دینی اور دنیاوی امور کے نفع ونقصان کو سمجھتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے انبیاء بھیج کر، کتابیں نازل کر کے عزت عطا کی اور انسانوں میں سے ایسے افراد پیدا کیے جن کو اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرمائیں۔

(5) (i) اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ شکل وصورت عطا کی جو کسی مخلوق کو عطا نہیں کی۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور اور ارادہ عطا کیا۔ (iii) ساری مخلوقات پر دوسرے کسی نہ کسی اعتبار سے اختیار رکھتے ہیں اور انسان دوسروں پر اپنے اختیارات استعمال کرتا ہے۔ دریا بے اختیار ہیں نشیب کی طرف بہتے ہیں انسان اپنے اختیار سے بلندیوں کا سفر کرتا ہے اور پہاڑ کے اُلٹے رُخ چل سکتا ہے۔ (iv) انسان کے لیے دُنیا میں سب سے اچھا رزق رکھا گیا۔ درخت انسان کے لیے غذا تیار کرتے ہیں۔ جانور اپنی غذا کو دُودھ اور گوشت کی شکل میں انسان کے لیے تیار کرتے ہیں۔ انسان اپنی عقل سے اپنے آرام کے لیے چیزیں تیار کرتا ہے۔ انسان اسی عقل سے دوسری مخلوقات کو تابع کر لیتا ہے۔

(6) ﴿وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ﴾ ''اور ہم نے انہیں خشکی میں سوار کیا'' یعنی ہم نے انہیں زمینی سواریاں دیں جیسے جانور اور گاڑیاں اور فضائی طیارے۔ (7) ﴿وَالْبَحْرِ﴾ ''اور سمندر میں'' سمندر میں کشتیاں اور بحری جہازوں پر سوار کیا۔

(8) (i) اللہ تعالیٰ کے انتظامات کی وجہ سے خشکی اور تری میں سواریوں کا ملنا ممکن ہوا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو انسان کے لیے معاون بنا دیا۔ اسی وجہ سے سرکش قوتیں انسان کے تابع ہو جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے خشکی اور تری میں انسان کی حکومت قائم ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے خشکی میں گھوڑے، گدھے، خچر، اُونٹ اور دیگر گاڑیاں، ریلیں، بسیں، ہوائی جہاز وغیرہ سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا اور سمندر میں کشتیاں، جہاز وغیرہ عطا کیے۔

(9) ﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ﴾ ''اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا'' یعنی انہیں نباتات اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیوانات میں سے پاک غذائیں مہیا کیں۔

(10) یعنی ہم نے انہیں ماکولات، مشروبات، ملبوسات اور بیویاں عطا کیں، چنانچہ ہر وہ پاک چیز جس کے ساتھ ان کی ضروریات وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ان کو مشرف فرمایا اور اس کا حصول ان کے لئے نہایت آسان کر دیا۔ (تفسیر سعدی:1477/2)

(11) یعنی انسان کو نفیس پھل اور غلے، گوشت اور دودھ عطا کیے۔ ذائقے اور نعمتیں دیں، رنگ رنگ کے کھانے اور طرح طرح کے لباس دیے۔

(12) ﴿وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی كَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا﴾ "اور ہم نے جن کو پیدا کیا ان میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا" یعنی ہم نے انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت عطا کی۔

(13) یعنی ہم نے انہیں بہت سے مناقب کے ذریعے سے خصوصی اعزاز بخشا اور انہیں بہت سے فضائل عطا کئے جو مختلف اقسام کی دیگر مخلوقات کو عطا نہیں کئے۔ پھر وہ اس ہستی کا شکر نہیں کرتے جس نے نعمتیں عطا کیں، تکالیف دور کیں؟ یہ نعمتیں انہیں اللہ تعالیٰ سے محجوب نہ کریں کہ وہ ان نعمتوں میں مشغول ہو کر اپنے رب کی عبادت سے غافل ہو جائیں بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان نعمتوں کو اپنے رب کی نافرمانی میں استعمال کیا۔ (سعدی:1478/2)

﴿یَوۡمَ نَدۡعُوۡا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ ۚ فَمَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیۡنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقۡرَءُوۡنَ

"جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے پھر جس کو اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی

كِتٰبَهُمۡ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا﴾

تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا" (71)

سوال: روز قیامت ہر شخص اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿یَوۡمَ ... فَتِیۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یَوۡمَ نَدۡعُوۡا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ﴾ "جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے"

(i) امام سے مراد پیشوا اور لیڈر ہیں۔ یہاں اس سے مراد پیغمبر بھی ہے۔ (ii) اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت ہر امت کا اس کے پیشوا کے ساتھ حساب لے گا۔ (المصباح المنیر:691/3)

(2) اس سے مراد آسمانی کتاب ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔

(3) امام سے مراد نامہ اعمال ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب ہر شخص آئے گا تو اس کا نامہ اعمال اُس کے ساتھ ہوگا۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رائے کو امام ابن کثیر اور امام شوکانی نے ترجیح دی ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہر اُمت کے لیے ایک رسول ہے تو جب کسی اُمت کا رسول آجاتا ہے تو اُن کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جاتا۔'' (یونس:47)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے۔ ہر اُمت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی آج تمھیں وہی جزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الجاثیہ:28)

(6)﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُنھیں ایسے راہ نما بنا دیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے، اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی۔'' (القصص:41)

(7) قیامت کے روز مخلوق کا جو حال ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ وہ تمام لوگوں کو (اپنی عدالت میں) بلائے گا ان کے ساتھ ان کے امام اور رشد و ہدایت کی طرف راہ نمائی کرنے والے راہ نما یعنی انبیاء و مرسلین اور ان کے نائبین بھی ہوں گے۔ پس ہر امت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگی اور اس امت کو وہی رسول، اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے گا جس نے دنیا میں اسے دعوت توحید پیش کی تھی۔ ان کے اعمال اس کتاب کے سامنے پیش کیے جائیں گے، جسے لے کر رسول اس امت میں مبعوث ہوا تھا کہ آیا ان کے اعمال اس کتاب کے موافق ہیں یا نہیں۔ تب یہ لوگ دو قسم کے گروہوں میں منقسم ہو جائیں گے۔ (تفسیر سعدی:1478/2)

(8)﴿فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ﴾ ''پھر جس کو اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی'' حسن نے فرمایا: کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جس میں ان کے اعمال ہیں۔ (جامع البیان:126/15)

(9) جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا:﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ (١٩) اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ (٢٠) فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (٢١) فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (٢٢) قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (٢٣) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (٢٤)﴾ ''سو جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: ''لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو۔ یقیناً میں یقین رکھتا تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ عالی مقام جنت میں۔ جس کے پھل قریب ہوں گے۔ مزے سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کھاؤ پیوا پنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے۔" (الحاقۃ:19-24)

(10) اس شخص کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنا ہادی اور راہ نما بنایا کیونکہ اس قرآن پر عمل کرنے والوں کی نیکیاں بڑھتی ہیں۔

(11) ﴿فَاُولٰٓئِكَ يَقۡرَءُوۡنَ كِتٰبَهُمۡ﴾ "تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے" جس کے دائیں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا وہ خوشی اور شوق سے اپنی نیکیوں کو پڑھے گا۔

(12) ﴿وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا﴾ "اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا" اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کریں گے۔ جو لوگ نیک اعمال کریں گے ان کے اعمال دس گنا بڑھا دیے جائیں گے کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ملنے والا ہے الحمد للہ اور ایک برائی کا بدلہ ایک گناہی ہے۔ (13) فتیل اُس جھلی کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی میں ہوتی ہے۔

(14) اللہ تعالیٰ نے کھجور کی گٹھلی کے اندر تک انسان کے ذہن کو پہنچایا ہے۔ پھر اُس کے دھاگے کی طرف توجہ دلا کر کہا ہے کہ دیکھو اس کی وجہ سے کسی کا نقصان ہونے والا نہیں لیکن اتنا بھی کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(15) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوۡمَ تَاۡتِىۡ كُلُّ نَفۡسٍ تُجَادِلُ عَنۡ نَّفۡسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ﴾ "جس دن ہر شخص اپنے بارے میں جھگڑا کرتا ہوا آئے گا اور ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔" (النحل:111)

﴿وَمَنۡ كَانَ فِىۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى وَاَضَلُّ سَبِيۡلًا﴾

"اور جو اس دنیا میں اندھا ہے وہی آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا" (72)

سوال 1: دنیا میں حق سے اندھا بننے والے کا کیا انجام ہوگا، اس کی وضاحت ﴿وَمَنۡ ...سَبِيۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنۡ كَانَ فِىۡ هٰذِهٖۤ﴾ "اور جو اس دنیا میں ہے" جو اس دنیا میں اندھا رہا۔

(2) ﴿اَعۡمٰى﴾ "اندھا" یہاں اندھے سے مراد ایسا شخص ہے جو دُنیا میں حق دیکھنے اور قبول کرنے سے محروم رہے۔

(3) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام سے اور کائنات کی نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانیں وہ اندھے ہیں۔

(4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ﴾ "پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔" (الحج:46) (5) ﴿فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى﴾ "وہی آخرت میں بھی اندھا ہوگا" ایسے لوگوں کا انجام یہ ہے کہ وہ آخرت میں بھی اندھے ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) آخرت میں اندھا ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے محرومی ہے یعنی اسے جنت کا راستہ نظر ہی نہیں آئے گا۔ دنیا میں اندھے پن کا علاج ممکن تھا کیونکہ اختیاری تھا لیکن آخرت میں اضطراری ہوگا۔ وہ دنیا کے اندھے پن کے نتیجے میں ہوگا۔ ایسا شخص جنت سے دور ہی کہیں بھٹکتا پھرے گا۔ اسے صرف دوزخ کے عذاب ہی نظر آئیں گے۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا وَّنَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِیۡۤ اَعۡمٰى وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا ﴿۱۲۵﴾﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔'' وہ کہے گا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں یقیناً دیکھنے والا تھا۔'' (طٰہٰ:124، 125)

(8) ﴿وَاَضَلُّ سَبِيۡلًا﴾ ''اور وہ راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا'' کیونکہ عمل کی جزا بھی اس کی جنس سے ہوتی ہے، یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر امت کو اس کے دین اور کتاب کی طرف بلایا جائے گا کہ آیا اس نے اس کتاب کے مطابق عمل کیا یا نہیں؟ ان کا کسی ایسے نبی کی شریعت کے مطابق مواخذہ نہیں کیا جائے گا جس کی اتباع کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو صرف اسی وقت عذاب دیتا ہے جب اس پر حجت قائم کر دی گئی ہو اور اس نے اس کی مخالفت کی ہو اور نیک لوگوں کو ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے اور انہیں بہت زیادہ فرحت و سرور حاصل ہوگا اور اس کے برعکس برے لوگوں کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے اور وہ غم زدہ ہوں گے اور وہ شدت حزن و غم اور ہلاکت کی وجہ سے اپنے اعمال ناموں کو پڑھنے پر قادر نہ ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:1479/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے گمراہی کو اندھے پن سے تشبیہ دے کر انسانی شعور کو کیسے بیدار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اندھے کی مثال دے کر یہ سمجھایا ہے کہ جس شخص کو نظر نہ آئے وہ اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے۔ کوئی ہاتھ پکڑ کر چلا دے تو چل پڑتا ہے ورنہ اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھانے کے لیے رہ جاتا ہے۔ یہی حال اُس شخص کا ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم نہیں کہ وہ اپنی زندگی کے طریقوں کے بارے میں لاعلم ہے۔ کوئی جیسے چلا دے چل پڑتا ہے ورنہ زندگی میں ٹھوکریں کھاتا کھاتا جب رب کے پاس پہنچتا ہے تو وہاں بھی اندھا ہی اُٹھایا جاتا ہے تو کیا زندگی اس انجام کے لیے ملی تھی؟

﴿وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَفۡتِنُوۡنَكَ عَنِ الَّذِیۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ لِتَفۡتَرِیَ عَلَيۡنَا غَيۡرَهٗ ۖ

''اور بلاشبہ قریب تھا وہ آپ کو ضرور بہکا دیں اس سے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تاکہ آپ ہمارے اوپر اس کے علاوہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اِذًا لَّا تَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا﴾

کوئی بات گھڑ لائیں اور تب وہ آپ کو ضرور دلی دوست بنا لیتے“(73)

سوال: انبیائے کرام کی حفاظت کی جاتی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ كَادُوْا ... خَلِیْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ﴾ ”اور بلا شبہ قریب تھا وہ آپ کو ضرور بہکا دیں اس سے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تاکہ آپ ہمارے اوپر اس کے علاوہ کوئی بات گھڑ لائیں“ اللہ رب العزت نے محمد ﷺ پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دشمنوں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرماتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کے خلاف سازش کرتے تھے مگر کامیاب نہیں ہوسکے۔

(2) انہوں نے آپ ﷺ کے خلاف یہ چال چلی تھی کہ آپ ﷺ قرآن کے علاوہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اور بہتان گھڑیں اور قرآن کو چھوڑ دیں۔ (3) مشرکین مکہ کی یہ کوشش تھی کہ رسول اللہ ﷺ قرآن حکیم کے احکامات میں تبدیلیاں پیدا کر دیں۔

(i) اُن کی یہ کوشش تھی کہ رسول اللہ ﷺ کچھ سخت احکامات کو بدل دیں۔ مثال کے طور پر اُن کے الٰہوں پر تنقید چھوڑ دیں۔ (ii) وہ چاہتے تھے کہ جو کچھ بھی ہمارے باپ دادا کرتے رہے اُن کو برا بھلا نہ کہا جائے۔ (iii) وہ چاہتے تھے کہ امیر لوگوں کے لیے الگ مجلسیں مقرر کر دیں اور غرباء کے لیے الگ۔ (iv) وہ چاہتے تھے کہ اُن کے علاقے کو بھی اسی طرح حرام قرار دیا جائے جیسے بیت اللہ کو حرام قرار دیا گیا۔

(4) دعوت کا اصل مقصد حقیقت کا اعلان، حقیقت کا پیغام ہے۔ اگر اس میں کمی کی جائے تو حقیقت چھپ جاتی ہے یا بدل جاتی ہے۔ اس لیے اس میں رعایت یا کمی کی اجازت نہیں۔

(5) ﴿وَاِذًا﴾ ”اور تب“ یعنی اگر آپ وہ کام کرتے جو مشرک چاہتے ہیں۔

(6) ﴿لَّا تَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا﴾ ”وہ آپ کو ضرور دلی دوست بنا لیتے“ یعنی خاص دوست، جو ان کو ان کے دوستوں سے زیادہ عزیز ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکارم اخلاق اور محاسن آداب سے نوازا ہے جو قریب اور بعید، دوست اور دشمن سب کو پسند ہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ آپ کے ساتھ صرف اس حق کی وجہ سے عداوت رکھتے ہیں جسے آپ لے کر مبعوث ہوئے ہیں، ان کو آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ کوئی عداوت نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ﴾ ”یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے ہیں، تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔'' (الانعام:33) (تفسیر سعدی:1480/2)

(7) مشرکین رسول اللہ ﷺ کو اپنے موقف سے ہٹا کر اُنہیں اپنی طرف مائل کرنا چاہتے تھے، اُنہیں اپنا دوست اور محبوب بنانا چاہتے تھے۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا﴾

''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے'' (74)

سوال: رسول اللہ ﷺ اپنے موقف پر کیسے قائم رہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْلَآ ... قَلِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے موقف پر قائم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بچایا جس کی وجہ سے وہ ذرا سا بھی اُن کی طرف نہیں جھکے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام عصمت ہے۔ پیغمبروں کے علاوہ یہ مقام کسی کو حاصل نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ﴾ ''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے'' یعنی گمراہی کی طرف بلانے والوں کی دعوت رد کروا کر اور حق پر ثابت قدم رکھ کر آپ پر احسان نہ کیا ہوتا۔

(2) ﴿لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا﴾ ''تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے'' یعنی آپ ﷺ کافروں کو ہدایت دینے کی حرص رکھتے ہوئے ان کی طرف جھک جاتے۔

(3) جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت کا کام اعلانیہ شروع کر دیا جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم ارشاد فرمایا تو اس سے مشرکین کی نیندیں حرام ہو گئیں اور مسلمانوں کے اعلانیہ قبول اسلام اور ان کی روز افزوں تعداد نے ان پر خوف طاری کر دیا کہ وہ کسی طور بھی مشرکین کی عداوت کی پرواہ نہیں کر رہے تھے۔ یہ بڑا اہم مسئلہ تھا۔ اس مشکل کا جو حل مشرکین نے نکالا تھا اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کرنے کے لیے انہوں نے ابو ولید عتبہ بن ربیعہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا: بھتیجے! ہماری قوم میں تمہارا جو نام و مرتبہ تھا اور جو بلند پایہ نسب ہے وہ تمہیں معلوم ہی ہے اور اب تم اپنی قوم میں ایک بڑا معاملہ لے کر آئے ہو جس کی وجہ سے تم نے ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا، ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار کر دیا، ان کے معبودوں میں، ان کے دین میں عیب نکالا اور ان کے گزشتہ آباء واجداد کو کافر ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا میری بات سنو! میں تم پر چند باتیں پیش کرتا ہوں ان پر غور کرو۔ ہو سکتا ہے کوئی بات ہی قبول ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوالولید کہو میں سنتا ہوں۔'' اس نے کہا: بھتیجے! جو معاملہ تم لے کر آئے ہو اگر اس سے تم یہ چاہتے ہو کہ مال حاصل کرو تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ ہم میں سب سے زیادہ مال دار تم ہو جاؤ گے۔ تم اگر چاہتے ہو کہ اعزاز و مقام حاصل کرو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا دیتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں حتیٰ کہ تمہارے سوا ہم کسی معاملے کا فیصلہ نہ کریں گے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ بادشاہ بن جاؤ تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا دیتے ہیں اور اگر تمہارے پاس آنے والا کوئی جن بھوت ہے جسے تم دیکھتے ہو مگر اپنے سے دفع نہیں کر سکتے تو ہم اس کے لیے تمہارا علاج تلاش کر دیتے ہیں۔ اس پر ہم اپنا مال خرچ کرنے کو تیار ہیں حتیٰ کہ تم شفایاب ہو جاؤ کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جن بھوت انسان پر غالب آ جاتا ہے جس کا علاج بہر حال کروانا ہی پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ یہ باتیں سنتے رہے اور جب وہ فارغ ہو چکا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوالولید! تم فارغ ہو گئے؟'' اس نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا اب میری بات سنو۔'' اس نے کہا: ٹھیک ہے سنتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿حٰمٓ (۱) تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (۲)﴾ ''حم۔ وسیع رحمت والے، نہایت رحم والے کی جانب سے اتارا ہوا ہے'' رسول اللہ ﷺ پڑھتے جا رہے تھے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے چپ چاپ سنتا جا رہا تھا۔ سجدے کی آیت پر پہنچ کر آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا: ''ابوالولید! تمہیں جو کچھ سننا تھا وہ سن چکے ہو اور اب تم جا سکتے ہو۔'' عتبہ اٹھ کر سیدھا اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ اسے آتا دیکھ کر مشرکین نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: خدا کی قسم! ابوالولید تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آ رہا جو چہرہ لے کر وہ گیا تھا۔ جب وہ آ کر بیٹھ گیا تو انہوں نے پوچھا: ابوالولید! پیچھے کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: پیچھے کی خبر یہ ہے کہ میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے واللہ! ویسا کلام میں نے کبھی نہیں سنا۔ خدا کی قسم! وہ نہ شعر ہے، نہ جادو اور نہ ہی کہانت ہے۔ اہل قریش! میری بات مانو اور اس معاملے کو مجھ ہی پر چھوڑ دو اور میری رائے یہ ہے کہ اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ کر الگ تھلگ بیٹھ رہو۔ خدا کی قسم! میں نے اس سے جو کلام سنا ہے اس سے کوئی بڑا واقعہ رونما ہو کر رہے گا۔ لہٰذا اس شخص کو اگر عرب نے مار ڈالا تو تمہارا کام دوسروں کے ذریعے انجام پائے گا اور یہ شخص اگر عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہت تمہاری بادشاہت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی اور اس کا وجود سب سے زیادہ تمہاری سعادت کا باعث ہو گا۔ قریش نے یہی جواب دیا: خدا کی قسم! اس کی زبان کا جادو تم پر بھی چل گیا ہے۔ عتبہ نے کہا: اس آدمی کے بارے میں میری رائے بہر حال یہی ہے لہٰذا تم وہی کرو جو تمہیں ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ (الرحیق المختوم: 154,153)

(4) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ بندہ اس بات کا شدید محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی سے نوازے رکھے اور یہ کہ بندہ گڑگڑا کر اپنے رب سے دعا کرتا رہے کہ وہ اسے ایمان پر ثابت قدمی عطا کرے اور اس مقصد کے حصول کے لئے تمام اسباب اختیار کرنے میں کوشاں رہے۔ نبی ﷺ مخلوق میں سب سے کامل ہستی تھے بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: ﴿وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ لَقَدۡ كِدۡتَّ تَرۡكَنُ اِلَيۡهِمۡ شَيۡـًٔا قَلِيۡلًا﴾ اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے تو دوسروں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1480، 1481)

﴿اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا﴾

''تب ہم آپ کو زندگی اور موت کے دوگنے عذاب کا مزہ چکھاتے، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار بھی نہ پاتے'' (75)

سوال: رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کی طرف جھکنے اور اپنے موقف کو تبدیل کرنے پر کیا تنبیہ کی گئی، اس کی وضاحت ﴿اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ... نَصِيۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر آپ جھکتے تو ہم آپ کو زندگی اور موت دونوں کا دُہرا عذاب چکھاتے اور اُس کے بعد آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پاتے۔

(2) ﴿اِذًا﴾ ''تب'' یعنی جب آپ ﷺ ان کی خواہشات کی طرف مائل ہو جاتے۔

(3) ﴿لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ﴾ ''ہم آپ کو زندگی اور موت کے دوگنے عذاب کا مزہ چکھاتے'' یعنی ہم آپ کو دنیا و آخرت میں کئی گنا عذاب دیتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامل ترین نعمتوں سے نوازا ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1480)

(4) ﴿ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا﴾ ''پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار بھی نہ پاتے'' یعنی کوئی ایسا مددگار نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آپ کو شر اور تمام اسباب شر سے محفوظ رکھا، آپ کو ثابت قدمی عطا کی اور صراط مستقیم کی طرف آپ کی راہ نمائی فرمائی اور آپ کسی طرح بھی مشرکین کی طرف مائل نہ ہوئے۔ پس آپ کو اللہ تعالیٰ نے کامل نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1480)

(5) سزا کسی کے مقام اور مرتبے کے مطابق ہوتی ہے اس لیے آپ ﷺ کو اتنی سخت تنبیہ کی گئی۔

﴿وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ مِنۡهَا وَاِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ

''اور بلاشبہ قریب تھا کہ وہ ضرور اس زمین سے آپ کے قدم اُکھاڑ دیں تا کہ آپ کو اس سے نکال دیں اور تب

خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا﴾

آپ کے پیچھے وہ بہت کم ٹھہر پائیں گے'' (76)

سوال: ﴿وَاِنۡ كَادُوۡا ... قَلِيۡلًا﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ مِنۡهَا﴾ ”اور بلاشبہ قریب تھا کہ وہ ضرور اس زمین سے آپ کے قدم اُکھاڑ دیں تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں“ جو قوم یہ کام کرتی تھی وہ قریش تھے۔ جس سرزمین پر یہ کام ہوا وہ مکہ کی سرزمین تھی۔ (جامع البیان:132/15)

(2) یعنی آپ کے ساتھ ان کے درمیان رہنے پر بغض کے سبب سے آپ کو سرزمین مکہ سے نکالنے اور آپ کو جلاوطن کرنے کے لئے سازشیں کرتے رہے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو آپ کے بعد بہت تھوڑا عرصہ یہاں ٹھہر سکیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر عذاب نازل ہو جائے جیسا کہ سنت الٰہی ہے اور تمام قوموں کے بارے میں سنت الٰہی میں کبھی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا۔ جس قوم نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اس کو نکال دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا ہی میں اس پر عذاب نازل کر دیا۔ جب کفار مکہ نے آپ کے خلاف سازشیں کیں اور آپ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تو وہ کچھ زیادہ عرصہ مکہ میں نہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر میدان بدر میں عذاب نازل کر دیا، ان کے تمام بڑے بڑے اور سرکردہ سردار قتل کر دیئے گئے اور ان کی کمر توڑ دی گئی۔ ﴿فَلَهُ الْحَمْدُ﴾ (تفسیر سعدی:1481,1480/2)

(3) جب بھی کوئی حق کی دعوت لے کر اُٹھتا ہے تو اپنے ماحول میں اجنبی ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر ایک طرف رواجی دین اور اُس کے علمبردار ہوتے ہیں جو بڑی حیثیت کے مالک ہوتے ہیں اور دوسری طرف حق کی دعوت دینے والا ہوتا ہے جو اپنے ماحول میں تنہا اور بے زور نظر آتا ہے یہ فرق غلط فہمی میں ڈال دیتا ہے اور لوگ دعوت دینے والے کو بے قدر و قیمت سمجھ لیتے ہیں حتیٰ کہ اپنے علاقے سے نکال دینا چاہتے ہیں، اسی لیے مشرکین سرزمین مکہ سے رسول اللہ ﷺ کے قدم اُکھاڑنا چاہتے تھے۔

(4)﴿وَاِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا﴾ ”اور تب آپ کے پیچھے وہ بہت کم ٹھہر پائیں گے“ اگر قریش محمد ﷺ کو نکالتے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دیتے۔ (جامع البیان:132/15)

(5) انسان جب دوسرے کو نکالتا ہے تو دراصل اپنے آپ کو نکالتا ہے اس لیے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے یہاں کوئی کسی کے خلاف تخریبی کاروائی کرتا ہے تو دراصل اللہ تعالیٰ کی نظروں میں خود کو مجرم بناتا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو چھوٹا کرنا دراصل اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں چھوٹا کرنا ہے اس لیے اگر مکہ والے سازشیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آجائیں گے۔

ع 8 7 8

﴿سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيۡلًا﴾

”اُن کا طریقہ تھا جو آپ سے پہلے ہم اپنے رسولوں میں سے بھیج چکے ہیں اور آپ ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے“ (77)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال1: اللہ تعالیٰ کی پیغمبروں کے بارے میں مستقل سنت کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿سُنَّةَ... تَحۡوِیۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِیۡلًا﴾ ''ان کا طریقہ تھا جو آپ سے پہلے ہم اپنے رسولوں میں سے بھیج چکے ہیں اور آپ ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے'' اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو قوم رسولوں کو اُن کے وطن سے نکال دیتی ہے پھر وہ قوم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ نہیں رہتی۔

(2) رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے ڈیڑھ برس کے بعد مشرکین مکہ میدان بدر میں عبرت ناک شکست سے دوچار ہوئے اور اس کے چھ برس کے بعد مکہ فتح ہو گیا اور مشرک سرزمین عرب میں سر اُٹھانے کے قابل نہ رہے۔

(3) ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡهِمۡ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمۡ وَهُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔'' (الانفال:33)

سوال2: ان آیات میں کیا سبق ہے؟

جواب: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی یاددہانی ہے کہ اس نے اپنے رسول پر احسان فرمایا اور اس کو شر سے محفوظ رکھا۔ پس یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف سے یہ امر پسند کرتا ہے کہ وہ اسباب شر کے وجود کے وقت اس کی نعمتوں کا ادراک کریں کہ اس نے ان کو شر سے بچایا اور ایمان پر ثبات عطا کیا۔ ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بندے کے بلند مرتبے کے مطابق اس کو پے در پے نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ اسی طرح جب وہ قابل ملامت فعل سرانجام دیتا ہے تو اس کا گناہ بھی بڑا ہوتا ہے اور اس کا جرم کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس ارشاد کے ذریعے سے نصیحت فرمائی حالانکہ آپ ہر گناہ سے پاک اور معصوم ہیں۔ ﴿اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَیٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیۡنَا نَصِیۡرًا﴾ ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے جرائم بڑھ کر کئی گنا ہو جاتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ حق ثابت ہو جاتا ہے، تب اللہ تعالیٰ ان پر عذاب واقع کر دیتا ہے جیسا کہ قوموں کے بارے میں سنت الٰہی ہے جب وہ اپنے رسول کو اس کے وطن سے نکال دیتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:1481/2)

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ

''آپ نماز قائم کریں سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور فجر کا قرآن پڑھیں۔ یقیناً فجر کا قرآن پڑھنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾

ہمیشہ سے حاضری کا وقت ہے'' (78)

سوال 1: وقت پر نماز قائم کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ...وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ ''آپ نماز قائم کریں'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا اور ان کے واسطے سے امت کو کہ وہ وقت پر نماز پڑھیں۔

(2) ﴿لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ ''سورج ڈھلنے سے'' یعنی زوال کے بعد۔

(3) ﴿لِدُلُوْكِ﴾ دلوک سے زوال مراد ہے۔ اس اعتبار سے اس آیت میں نماز پنجگانہ کے اوقات آ گئے۔

(4) ﴿اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ﴾ ''رات کے اندھیرے تک'' زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک ظہر، عصر، مغرب اور عشاء آ گئی۔

(5) ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ ''اور فجر کا قرآن پڑھیں'' اس میں صبح کی نماز آ گئی۔

(6) رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال سے تواتر کے ساتھ پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہیں جن کے مطابق مسلمان آج تک بحمد اللہ نمازیں ادا کرتے ہیں اور نسل در نسل بزرگ اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1063/1)

(7) انسان پر سورج کے ڈھلنے، رات کے چھا جانے اور فجر کے اوقات گہرے اثر چھوڑتے ہیں۔ اس طرح انسان کائنات پر غور وفکر کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ انسان کائنات میں کام کرنے والے قانون کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے بارے میں سوچتا ہے، اللہ تعالیٰ کے احسانات کو محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے آگے جھک جاتا ہے۔

سوال 2: نماز فجر میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ...مَشْهُوْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ ''یقیناً فجر کا قرآن پڑھنا ہمیشہ سے حاضری کا وقت ہے'' یہاں حاضری سے مراد فرشتوں کی حاضری ہے جب دن اور رات کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''رات اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔'' (بخاری: 648)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے فجر کی نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں یکجا ہوتے ہیں۔" اس کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ "یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے، (یعنی فرشتے حاضر ہوتے ہیں)۔" (بنی اسرائیل:78)

(بخاری:648، مسلم:1473)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کچھ فرشتے رات کو تمہارے پاس یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور کچھ فرشتے دن کو اور یہ سب فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر جو فرشتے رات کو تمہارے پاس رہے ہیں (آسمان پر) چڑھ جاتے ہیں، تو ان سے ان کا پروردگار پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خود اپنے بندوں سے خوب واقف ہے، کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انھیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور (جب) ہم ان کے پاس پہنچے تھے (تب بھی) وہ نماز پڑھ رہے تھے۔" (بخاری:3223)

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ

"اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب

مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾

آپ کو مقام محمود پر فائز کر دے" (79)

سوال 1: نماز تہجد کے حکم کی وضاحت ﴿وَمِنَ الَّيْلِ ... لَّكَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾ "اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نمازوں کے بعد نماز تہجد کا حکم ہے، یعنی وہ نماز ادا کیجیے جو رات کو سونے کے بعد فجر طلوع ہونے سے پہلے رات کے کسی حصے میں نصف شب کے بعد ادا کی جائے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد افضل نماز کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "رات کی نماز۔" (مسند احمد:394/5)

(3) تہجد کی نماز کی اصل روح اپنی مخصوص تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ رات کے وقت جب انسان اپنی نیند سے بیدار ہوتا ہے تو سکون ہوتا ہے۔ یہ سکون انسان کے اپنے اندر بھی ہوتا ہے اور ماحول میں بھی۔ ایسے وقت میں جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے اور نماز میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھتا ہے تو اپنی "عبدیت" کی اصل حالت میں ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں اُس کا دل اگر اُس کا ساتھ دے تو اُس کی ذات جو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکی ہوئی ہوتی ہے، بے قرار ہو کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنکھوں سے آنسو بن کر بہہ نکلتی ہے۔ یوں تہجد انسان کو اُس کے اصل مقام پر رہنے میں مدد دیتی ہے۔

(4) نماز تہجد ہی کا دوسرا نام قیام اللیل ہے اور ماہ رمضان میں قیام اللیل کو نماز تراویح کا نام دیا گیا ہے جو ماہ رمضان میں عموماً نماز عشاء کے بعد متصل ہی باجماعت نماز ادا کر لی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان میں یہ نماز تہجد (یا قیام اللیل یا تراویح) صرف دو دن باجماعت پڑھائی تھی۔ پھر تیسرے یا چوتھے دن پھر لوگ نماز کے لیے جمع ہوئے تو آپ ﷺ جماعت کے لیے نکلے ہی نہیں اور صبح کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے جماعت کے لیے نہ آنے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ میں اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا۔ (بخاری، کتاب التہجد)

(5) ﴿نَافِلَةً لَّكَ﴾ وہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، یعنی تا کہ رات کی یہ نماز آپ کے لئے زیادہ ثواب، بلند مراتب اور بلند درجات کی باعث ہو، بخلاف دیگر اہل ایمان کے، کہ ان کے لئے یہ نماز ان کی برائیوں کا کفارہ ہے۔ اس میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ پانچ نمازیں آپ پر اور تمام اہل ایمان پر فرض ہیں اور تہجد کی نماز خصوصی طور پر آپ پر فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تکریم بخشی کہ آپ کا وظیفہ عبادت دوسرے مومنوں سے زیادہ مقرر فرمایا تا کہ وہ آپ کی عظمت اور شان کو سمجھیں اور آپ اس کے ذریعے سے مقام محمود پر فائز ہوں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین آپ کی ستائش کریں گے۔ یہ شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے جب تمام خلائق سیدنا آدم علیہ السلام، سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور آخر میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس شفاعت کروانے کے لئے جائیں گے تو یہ تمام رسول شفاعت کرنے سے معذرت کریں گے اور پیچھے ہٹ جائیں گے تب لوگ بنی آدم کے سردار نبی ﷺ سے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتے ہوئے اس مقام کی ہولناکیوں سے ان کو نجات دے۔ نبی ﷺ اپنے رب کے پاس شفاعت کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا اور آپ کو ایسے مقام پر فائز کرے گا کہ اولین و آخرین آپ پر رشک کریں گے اور یوں تمام مخلوق آپ کی احسان مند ہوگی۔ (تفسیر سعدی: 1483،1482/2)

(6) نماز تہجد نبی ﷺ پر ساری زندگی فرض رہی۔ واقعہ معراج اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے نماز تہجد تمام مسلمانوں پر فرض تھی۔ سورہ مزمل کے پہلے رکوع میں اس کی وضاحت ہے۔ پھر جب پانچ نمازیں فرض ہو گئیں تو تمام مسلمانوں پر نماز تہجد فرض نہ رہی۔ (7) امت کے لیے اگرچہ یہ نماز فرض نہیں تاہم اس کی بہت ترغیب دلائی گئی ہے۔

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کی نماز میں اتنا طویل قیام کرتے کہ آپ کے قدم پھٹ جاتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اتنی زیادہ مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا پھر میں شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں۔'' عمر کے آخری حصہ میں (جب طویل قیام دشوار ہو گیا تو) آپ ﷺ بیٹھ کر رات کی نماز پڑھتے اور جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہو جاتے (اور تقریباً تیس یا چالیس آیتیں اور پڑھتے) پھر رکوع کرتے۔ (مسلم:7126، بخاری:4837)

(9) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات کو اس وقت نماز پڑھا کرو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، (اگر یہ کام کرو گے تو) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔'' (مسند احمد:23846، مستدرک حاکم:4283، ابن ماجہ:1334، ترمذی:2485)

سوال 2: مقام محمود کی وضاحت ﴿عَسٰٓی ... مَّحْمُوْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ ''قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کر دے'' یعنی یقین ہے کہ آپ کا رب آپ ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔

(2) ''مقام محمود'' سے مراد مقام شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کو یہ مقام قیامت کے دن عطا کریں گے۔ اس کے بعد لوگوں کا حساب کتاب ہو گا۔

(3) یعنی آپ یہ نماز ادا کرتے ہیں ہم آپ کو قیامت کے دن اس جگہ کھڑا کریں گے کہ سب لوگ آپ کی تعریف کرنے لگیں گے اور خود خالق بھی آپ کی تعریف فرمائے گا۔

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ﴾ اس کے لیے قیامت کے دن میری سفارش حلال ہو جائے گی۔'' (بخاری: کتاب الاذان)

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن میں تمام نبیوں کا امام، سب کا خطیب اور سب کا شفیع ہوں گا۔ میں ازراہ فخریہ بات نہیں بتا رہا۔'' (ابن ماجہ)

(6) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قیامت کے دن امتیں گروہ در گروہ چلیں گی۔ ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہو گی اور (انبیاء سے) کہے گی کہ اے فلاں! ہماری شفاعت کرو (مگر وہ سب ہی انکار کر دیں گے) آخر شفاعت کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ (بخاری، کتاب التفسیر:4718)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومنین قیامت کے دن پریشان ہو کر جمع ہوں گے اور (آپس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں) کہیں گے۔ بہتر یہ تھا کہ اپنے رب کے حضور میں آج کسی کو ہم اپنا سفارشی بناتے۔ چنانچہ سب لوگ سیدنا آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ آپ کے لیے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے۔ آپ ہمارے لیے اپنے رب کے حضور میں سفارش کردیں تا کہ آج کی اس مصیبت سے ہمیں نجات ملے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں۔ وہ اپنی لغزش کو یاد کریں گے اور ان کو پروردگار کے حضور میں جانے سے شرم آئے گی۔ کہیں گے کہ تم لوگ سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے (میرے بعد) زمین والوں کی طرف مبعوث کیا تھا۔ سب لوگ سیدنا نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ بھی کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں اور وہ اپنے رب سے اپنے سوال کو یاد کریں گے جس کے متعلق انہیں کوئی علم نہیں تھا۔ ان کو بھی شرم آئے گی اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے لیکن وہ بھی یہی کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا تھا اور تورات دی تھی۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے لیکن وہ بھی عذر کردیں گے کہ مجھ میں اس کی جرأت نہیں۔ ان کو بغیر کسی حق کے ایک شخص کو قتل کرنا یاد آجائے گا اور اپنے رب کے حضور میں جاتے ہوئے شرم دامن گیر ہوگی۔ کہیں گے کہ تم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں لیکن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہیں گے کہ مجھ میں اس کی ہمت نہیں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیے ہیں۔ چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے میں ان کے ساتھ جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت چاہوں گا۔ مجھے اجازت مل جائے گی پھر میں اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر پڑوں گا اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا میں سجدہ میں رہوں گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھاؤ اور جو چاہو مانگو تمہیں دیا جائے گا، جو چاہو کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی وہ حمد بیان کروں گا جو مجھے اس کی طرف سے سکھائی گئی ہوگی۔ اس کے بعد شفاعت کروں گا اور میرے لیے ایک حد مقرر کردی جائے گی۔ میں انہیں جنت میں داخل کراؤں گا اور پھر جب واپس آؤں گا تو اپنے رب کو پہلے کی طرح دیکھوں گا اور شفاعت کروں گا۔ اس مرتبہ پھر میرے لیے حد مقرر کردی جائے گی جنہیں میں جنت میں داخل کراؤں گا۔ چوتھی مرتبہ جب میں واپس آؤں گا تو عرض کروں گا کہ جہنم میں ان لوگوں کے سوا اور کوئی اب باقی نہیں رہا جنہیں قرآن نے ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا ضروری قرار دے دیا ہے۔'' (بخاری: 4476)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ

''اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب! مجھے سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور مجھے سچائی کے ساتھ نکالنا

مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾

اور اپنے پاس سے ایک غلبے کو میرا مددگار بنا'' (80)

سوال 1: ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو سکھائی گئی دعا ﴿وَقُلْ ... نَّصِیْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مسند احمد میں سیدنا ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مکہ میں تھے۔ پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری۔ (ابن کثیر: 235/3)

(2) ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ﴾ ''اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب! مجھے سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور مجھے سچائی کے ساتھ نکالنا'' یعنی میرا داخل ہونا اور میرا باہر نکلنا تیری اطاعت میں اور تیری رضا کے مطابق ہوتا کہ داخل ہونا اور باہر نکلنا اخلاص کو متضمن اور امر کے موافق ہو۔ (تفسیر سعدی: 1483/2)

(3) (i) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اول و آخر سچائی پر قائم رکھے یعنی ثابت قدم رکھے اور اخلاص اور اطمینان عطا کرے۔ (ii) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ سچائی کے ساتھ موت دینا اور سچائی کے ساتھ قیامت کے دن اُٹھانا۔

(iii) اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ سچائی کے ساتھ قبر میں داخل کرنا اور سچائی کے ساتھ نکالنا۔

(4) ﴿وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾ ''اور اپنے پاس سے ایک غلبے کو میرا مددگار بنا'' یعنی مجھے اپنی طرف سے ان تمام امور پر حجت ظاہرہ اور برہان قاطع عطا کر، جن کو میں اختیار کروں اور جن کو میں ترک کروں۔ یہ بندے کا بلند ترین حال ہے جس پر اللہ تعالیٰ اسے فائز کرتا ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ بندے کے تمام احوال بہترین احوال ہوں جو اسے اپنے رب کے قریب کریں اور بندے کے پاس اس کے ہر حال پر ایک ظاہری دلیل ہو اور یہ چیز علم نافع، عمل صالح اور مسائل و دلائل کے علم کو متضمن ہے۔ (تفسیر سعدی: 1483/2)

(5) ''اپنے پاس سے'' کے الفاظ میں گہری قُربت کا رنگ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہتے ہیں۔

(6) غلبہ عظیم کی دعا۔ نبی ﷺ سے پروردگار عالم نے وعدہ فرمایا تھا کہ پارسیوں کا تخت و تاج اور عزت و وقار آپ ﷺ کو دے دیا جائے گا۔ اسی طرح رومیوں کا تخت و تاج اور عزت و عظمت آپ ﷺ کے قدم چومے گی۔ (مختصر ابن کثیر: 1065/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں (مکہ سے تین میل پر) ثور پہاڑ کی غار میں چلے گئے، پس وہاں یہ لوگ تین راتیں رہے۔ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جو جوان گھبرو بڑا چالاک ہوشیار تھا، رات کو غار میں جا کر ان کے پاس رہتا اور سحر کے وقت واپس چلا آتا اور صبح قریش کے لوگوں کے ساتھ کرتا جیسے رات مکہ ہی میں گزاری ہو اور پھر جتنی باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نقصان پہنچانے کی سنتا، وہ یاد رکھتا اور رات کا اندھیرا ہوتے ہی (غار پر آ کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنا دیتا اور عامر بن فہیرہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، وہ ایک ایک دودھیل بکری گلے میں سے روکے رہتے (اس کا دودھ نہ نچوڑتے) جب ایک گھڑی رات گزر جاتی تو وہ بکری اس غار میں لے کر آتے اور دونوں صاحب تازہ اور گرم گرم دودھ پی کر رات بسر کرتے، یہاں تک کہ عامر بن فہیرہ اندھیرے ہی میں بکریوں کو آواز دینا شروع کرتے، تین راتیں برابر ایسا ہی کرتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی الدیل، جو کہ بنی عبد بن عدی میں سے تھا، میں سے ایک شخص کو اجرت پر راہ بتلانے والا (خریت) ٹھہرایا، خریت اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو راستہ بتلانے میں ماہر ہو۔ یہ شخص عاص بن وائل سہمی کے خاندان کا حلیف تھا (اس نے ہاتھ ڈبو کر ان کے ساتھ حلف کیا تھا) اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا، پس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) دونوں نے اس کو امین ٹھہرایا (بھروسہ کیا) اور اپنی اونٹنیاں اس کے حوالے کیں اور اس سے یہ وعدہ ٹھہرایا کہ وہ تین راتوں کے بعد اونٹنیاں لے کر غار ثور آ جائے، پس وہ (حسب وعدہ) تیسری (رات کی) صبح کو اونٹنیاں لے کر آیا اور آپ دونوں کے ساتھ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور راستہ بتانے والا شخص روانہ ہوئے اور راستہ بتانے والے نے ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا۔ سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قریش کے کافروں کا ایک ایلچی آیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک کے قتل کرنے یا پکڑ لینے والے کے لیے دیت (یعنی سو اونٹوں) کا وعدہ کیا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ میں بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص انہی کی قوم کا آیا اور ہمارے سامنے کھڑا ہو گیا، ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو اس نے کہا کہ اے سراقہ! میں نے ابھی چند آدمیوں کو دیکھا جو ساحل کے راستے سے جا رہے تھے...... میں سمجھتا ہوں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں (دل میں) پہچان گیا کہ یہ وہی لوگ ہوں گے لیکن اس سے میں نے کہا کہ یہ لوگ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی) نہیں ہیں لیکن تو نے فلاں اور فلاں اور فلاں کو دیکھا ہو گا جو ابھی ابھی ہمارے سامنے گئے ہیں، پھر میں گھڑی بھر اسی مجلس میں ٹھہرا رہا اور پھر اٹھ کر اپنے گھر گیا اور اپنی لونڈی سے کہا کہ تو میرا گھوڑا نکال اور ٹیلے کے پرے جا کر گھوڑے کو روکے رہ، میں نے اپنا نیزہ سنبھالا اور گھر کے پچھلے دروازے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نیزہ کی بھال (نوک) کو زمین پر لگائے ہوئے (یا بھال سے زمین پر لکیر کرتے ہوئے) باہر نکلا اور نیزہ کا اوپر کا حصہ میں نے جھکا دیا اور اسی طرح اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو گیا اور میں نے اسے دوڑایا تاکہ جلدی پہنچا دے۔ جب میں ان (نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں) کے قریب پہنچا تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں اس پر سے گر پڑا پھر میں اٹھ کر کھڑا ہوا اور ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس میں سے تیر نکالے اور ان سے فال لی کہ کیا میں انہیں ضرور پہنچا سکوں گا یا نہیں تو وہ بات (میرے خلاف) نکلی جسے میں برا سمجھتا تھا، (لیکن اونٹوں کے لالچ میں) میں پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور فال کے خلاف کیا، میرا گھوڑا مجھے لے کر (آپ ﷺ کے) قریب پہنچ گیا، یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی اور آپ ﷺ ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار ادھر ادھر دیکھ رہے تھے، اتنے میں میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ گھٹنوں تک زمین میں چھپ گئے اور میں اس کے اوپر سے گر پڑا، پھر میں نے اسے ڈانٹا تو وہ اٹھا مگر ایسی مشکل سے کہ اپنے ہاتھ زمین سے نہ نکال سکا، پھر جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے دونوں ہاتھوں (کے زمین کے باہر نکلنے کی وجہ) سے ایک گرد نکلی جو دھویں کی طرح آسمان میں پھیل گئی۔ میں نے پھر تیروں سے فال نکالی تو میری ناپسندیدہ بات نکلی (میرے خلاف نکلی) آخر میں نے انہیں امان (دینے) کے ساتھ پکارا تو وہ رک گئے، پس میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا اور جب مجھے ان تک پہنچنے میں یہ مصیبت پیش آئی تو میرے دل میں خیال آیا کہ عنقریب رسول اللہ ﷺ کا کام (دین اسلام) غالب آجائے گا پھر میں نے ان سے کہا کہ بے شک آپ کی قوم نے آپ کے بارے میں دیت مقرر کی ہے اور میں نے وہ سب خبریں بیان کیں جو لوگ ان کے ساتھ چاہتے تھے اور میں نے ان کے سامنے زادراہ (کھانا) اور (سفر کا) سامان پیش کیا لیکن انھوں نے مجھ سے کچھ نہیں لیا اور نہ مجھ سے مانگا۔ صرف یہ کہا کہ ہمارا حال پوشیدہ رکھنا، پس میں نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے امن کی ایک تحریر لکھ دیں تو آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، انہوں نے مجھے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ دیا اور پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہو گئے، (عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) رسول اللہ زبیر اور مسلمانوں کے کئی سواروں سے ملے جو تاجر تھے اور شام کے ملک سے لوٹے آرہے تھے، پس سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے، ادھر مدینہ میں مسلمانوں نے نبی ﷺ کے مکہ سے نکلنے کی خبر سنی تو وہ ہر روز صبح کو (مقام) حرہ تک آتے اور آپ ﷺ کا انتظار کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی (کی شدت) انھیں واپس (ہونے پر مجبور) کر دیتی۔ ایک دن وہ بہت انتظار کے بعد واپس آئے، جب اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک یہودی اپنے کسی کام سے اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر چڑھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو سفید پوش (سفید کپڑے پہنے ہوئے) دیکھا کہ سراب ان سے چھپ گیا تھا (جتنا آپ ﷺ نزدیک ہو رہے ہیں اتنی ہی دور سے پانی کی طرح ریت کا چمکنا کم ہوتا جاتا ہے) پس یہودی اپنے آپ کو بلند آواز سے یہ کہنے سے نہ روک سکا کہ اے گروہ عرب! یہ تمہارا سردار، جس کا تم انتظار کر رہے تھے (آپہنچا) پس مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے اور حرہ میں جا کر آپ ﷺ سے ملے۔ پس آپ ﷺ ان کے ساتھ داہنی جانب مڑے یہاں تک کہ بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جا کر اترے اور یہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ پس سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں (سے ملنے) کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے تو انصار کے کچھ لوگوں نے، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا تھا وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ (کو نبی ﷺ سمجھ کر انہی) کے پاس آتے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ پر دھوپ آنے لگی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور آپ ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کر لیا۔ پھر اس وقت لوگ رسول اللہ ﷺ کو پہچان گئے، پس نبی ﷺ دس سے کچھ اوپر راتوں تک بنی عمرو بن عوف میں رہے اور اس مسجد (قبا) کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ (پرہیزگاری) پر رکھی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز ادا فرمائی پھر اپنی سواری (اونٹنی) پر سوار ہو کر چلے اور لوگ آپ ﷺ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے یہاں تک کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے پاس جا کر (اونٹنی) بیٹھ گئی اور ان دنوں اس جگہ کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ زمین دو یتیم لڑکوں سہیل اور سہل کی تھی جو کہ اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے پس جب اونٹنی بیٹھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان شاء اللہ یہی ہمارا (رہنے کا) مقام ہوگا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں لڑکوں (سہیل اور سہل) کو بلایا اور ان سے اس زمین (کھلیان) کی قیمت پوچھی تاکہ وہاں مسجد بنائی جائے، ان دنوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں (قیمت نہ لیں گے) پس رسول اللہ ﷺ نے بطور ہبہ (تحفہ) لینے سے انکار کر دیا بلکہ ان دونوں سے خرید لی پھر وہاں مسجد بنانا شروع کی اور اس کے بنانے کے لیے خود بھی سب لوگوں کے ہمراہ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے اور فرماتے: ''یہ بوجھ اٹھانا خیبر کا بوجھ اٹھانے سے بہتر ہے بلکہ اس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں باقی رہنے والا ہے اور اس میں بہت طہارت اور پاکی ہے۔'' (بخاری: 3906,3905)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا کروائی گئی، ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) مکہ میں حالات رسول اللہ ﷺ کے موافق نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ مدینہ میں موافق حالات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا کر کے آپ کو مکہ سے نکال لیا جائے اس لیے یہ دُعا کروائی گئی۔

(2) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں اقتدار قائم کریں اور مسلمانوں کی تعداد اور قوت بڑھے حتیٰ کہ پورا عرب مسخر ہو جائے اور یہ دعوت دُنیا کے مختلف گوشوں تک پھیل جائے۔ اس مقصد کے لیے رسول اللہ ﷺ کا مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخلہ ضروری تھا اس لیے یہ دُعا کروائی۔

(3) آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ اسلام کو پروان چڑھانا غلبہ واقتدار کے بغیر ممکن نہیں اس لیے آپ ﷺ نے زبردست غلبہ کا سوال کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی، اس کے عہدوں کی، اس کے فرائض کی اور اس کے دین کی حفاظت وحمایت ہو سکے کیونکہ غلبہ واقتدار اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے جو اس نے اپنے بندوں کو بطور امانت دی ہے۔ ورنہ ایک دوسرے کو کھا جاتا اور طاقتور کمزور کو ہڑپ کر جاتا۔ (مختصر ابن کثیر: 1065/1)

﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا﴾

''اور آپ کہہ دیں حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل مٹنے ہی والا تھا'' (81)

سوال: کفار قریش کو جو وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَقُلۡ ... زَهُوۡقًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ﴾ ''اور آپ کہہ دیں حق آ گیا اور باطل مٹ گیا'' قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: حق سے مراد قرآن ہے اور زھق الباطل سے مراد باطل ہلاک ہو گیا اور وہ شیطان ہے۔ (جامع البیان: 152/15)

(2) حق وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کی طرف نازل فرمایا اور آپ کو حکم دیا کہ وہ اپنے قول سے اس کا اعلان کر دیں کہ حق آ گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں کوئی چیز کھڑی نہیں رہ سکتی اور باطل چلا گیا، یعنی مضمحل ہو کر معدوم ہو گیا۔ (تفسیر سعدی: 1483/2)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں (فتح کے بعد) داخل ہوئے تو کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے۔ نبی ﷺ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ہر ایک کو ٹکراتے جاتے اور پڑھتے جاتے۔ ﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا﴾ (بخاری: 4720)

(4) (i) حق یعنی سچائی کا مزاج ہے کہ وہ پھلے پھولے، زندہ رہے اور قائم رہے جب کہ باطل کا مزاج ہے کہ وہ مٹ جائے اور اس کا نام ونشان نہ رہے۔ (ii) حق قوت رکھتا ہے اور باطل کے مزاج میں فنا اور کمزوری ہے اس لیے حق آنے پر باطل مٹ جاتا ہے۔ (iii) باطل کے اندر باقی رہنے والے عناصر نہیں ہوتے۔ کچھ بیرونی عوامل ایسے ہوتے ہیں جن سے باطل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو فائدہ پہنچتا ہے۔ جب وہ ختم ہوتے ہیں تو باطل ختم ہو جاتا ہے۔

(5) سچائی کے اندر ہمیشہ رہنے کا سامان ہوتا ہے۔ بیرونی عوامل بعض اوقات سچائی کے خلاف ہوتے ہیں مثلاً اہل اقتدار لوگوں کی خواہشات لیکن آخر کار حق فتح سے ہمکنار ہوتا ہے کیونکہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، لازوال ہے، باقی رہنے والا ہے۔

(6) ﴿اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا﴾ ''یقیناً باطل مٹنے ہی والا تھا'' یعنی یہ باطل کا وصف ہے مگر کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر باطل کے مقابلے میں حق موجود نہ ہو تو باطل عروج پا کر مروج ہو جاتا ہے تاہم جب حق آجاتا ہے تو باطل مضمحل ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی حرکت باقی نہیں رہتی، اسی لئے باطل صرف انہی زمانوں اور انہی علاقوں میں رواج پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی بینات کے علم سے خالی ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1483/2)

(7) ﴿بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَـكُمُ الۡوَيۡلُ مِمَّا تَصِفُوۡنَ﴾ ''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔ (الانبیاء:18)

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ وَلَا يَزِيۡدُ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا خَسَارًا﴾

''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا'' (82)

سوال 1: قرآن باعث رحمت و شفا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَنُنَزِّلُ ... لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ﴾ ''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو شفا اور رحمت ہے'' یعنی یہ قرآن باعث رحمت اور شفا ہے جس میں باطل کا شائبہ تک بھی نہیں ہو سکتا، جو حکمت والے اور خوبیوں والے اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/1065،1066)

(2) ﴿لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''مومنوں کے لیے'' یہ قرآن نسخہ کیمیا اور شفا بخش ضرور ہے مگر ان کے لیے جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے مُنَزَّل من اللہ سمجھتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:605/2)

(3) یعنی قرآن کریم شفا اور رحمت پر مشتمل ہے اور یہ شفا اور رحمت ہر ایک کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اہل ایمان کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو اس کی آیات کی تصدیق کر کے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ رہے ظالم جو اس کی تصدیق نہیں کرتے یا اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے تو اس کی آیات ان کے خسارے ہی میں اضافہ کرتی ہیں کیونکہ ان پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔ پس وہ شفا جس کو قرآن متضمن ہے وہ قلوب کے لئے شفائے عام ہے اور قلوب سے شبہات، جہالت، آراء فاسدہ، انحراف، مذموم اور گھٹیا مقاصد جیسے امراض کو دور کرتی ہے کیونکہ قرآن علم یقینی پر مشتمل ہے جو ہر قسم کی جہالت اور تمام شبہات کو زائل کر دیتا ہے۔ قرآن وعظ و تذکیر پر مشتمل ہے جو ہر شہوت کو ختم کر دیتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہو۔ قرآن ابدان کے آلام و امراض سے شفا کو بھی متضمن ہے۔ رہی رحمت، تو قرآن کے اندر ایسے اسباب اور وسائل ذکر کئے گئے ہیں جن کو اختیار کرنے کی قرآن ترغیب دیتا ہے۔ جب بندہ ان کو اختیار کر لیتا ہے تو بے پایاں رحمت، ابدی سعادت، دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1484/2)

(4) قرآن میں شفا ہے، خواہشات اور طمع، حسد اور گندے افکار اور شیطان کے جھگڑوں سے نجات ہے۔ (الاساس:3111/6)

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''اے لوگو! تحقیق تمہارے ربّ کی جناب سے تمہارے پاس نصیحت آ گئی ہے جو دلوں کے لئے شِفا ہے اور مؤمنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔'' (یونس:57)

(6) ﴿شِفَآءٌ﴾ قرآن مجید روحانی بیماریوں کی شفا ہے۔ انسان کو جو وسوسے اور بے چینیاں لاحق ہو جاتی ہیں قرآن اس کے لیے شفا ہے۔

(7) قرآن مجید میں شعور کی بیماریوں کی شفا ہے۔ (i) قرآن مجید انسان کو بے فائدہ کاموں میں اپنی عقل کو اور جسم کو ضائع کرنے سے روکتا ہے اور مفید کاموں میں قوتیں لگانے کے لیے ترغیب دلاتا ہے۔ (ii) قرآن مجید لغزشوں اور بے راہ رویوں سے بچاتا ہے۔ (iii) قرآن مجید صحت مند انسانی سرگرمیوں کو تجویز کر کے زندگی کو مفید بناتا ہے۔

(8) قرآن مجید اجتماعی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ قرآن مجید اسلام کے اجتماعی عدل، اجتماعی سلامتی اور امن کے زیر سایہ زندگی بسر کرواتا ہے جس کی وجہ سے معاشرے کے افراد کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

(9) قرآن مجید انسان کا رشتہ رب سے جوڑ دیتا ہے جس کی وجہ سے انسان کو یہ شعور نصیب ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پر توکل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے یعنی انسان ہر طرح کے حالات میں راضی رہتا ہے پھر انسان کی بے چینیاں، حیرانیاں اور وسوسے ختم ہو جاتے ہیں یوں انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوسکون مل جاتا ہے۔

(10)﴿وَّرَحْمَةٌ﴾ قرآن مجید میں رحمت الٰہی کے خزانے ہیں۔اس کی تعلیمات انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے رحمت ہیں۔(11) قرآن مجید انسان کو روح کی بیماریوں سے بچاتا ہے اس اعتبار سے قرآن مجید رحمت ہے۔

(12) قرآن مجید ایک صحت منداور مضبوط طریقہ زندگی تجویز کرتا ہے جس کی وجہ سے انسانی سرگرمیاں فائدہ مند ہو جاتی ہیں یوں قرآن مجید رحمت بنتا ہے۔

(13) قرآن مجید انسان کو جسمانی اور روحانی میدان میں اعتدال کا راستہ دکھاتا ہے۔وہ قوتوں کو صحت مند میدانوں میں لگانے کا حکم دیتا ہے۔یہ ایک قسم کی رحمت ہے۔

(14) قرآن مجید اجتماعی بیماریوں کو دور کرتا ہے اور پھر انسانیت کو امن،عدل اور سلامتی ملتی ہے یوں قرآن مجید رحمت بنتا ہے۔(15) جو لوگ قرآن مجید کی سچائی کو قبول کر لیتے ہیں،خود کو اس کے مطابق ڈھال لیتے ہیں قرآن مجید اُن کے لیے رحمت بن جاتا ہے۔

سوال2:﴿وَلَا ۔۔۔خَسَارًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا'' کافروں کے لیے،ظالموں کے لیے یہ قرآن خسارے اور ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ؕ اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے،اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھا پن ہے،یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت:44)

(3)﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِیْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ (۱۲۴) وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (۱۲۵)﴾ ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔" (التوبۃ:125,124)

(4)(i) ظالم قرآن مجید سے خود فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگر قرآن مجید کی سچائی کو اختیار کر لیا تو چھوٹے ہو جائیں گے۔ وہ اپنی بڑائی کو بچانے کے لیے جو رہنے والی نہیں، بڑی چیز کو جو رہنے والی ہے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس طرح قرآن مجید اُن کے لیے خسارے کا سبب بنتا ہے۔ (ii) قرآن مجید اُن لوگوں کے لیے خسارہ بنتا ہے جو قرآن مجید کے ذریعے سربلند ہونے والوں پر کڑھتے ہیں اور جہاں بس چلے اُن پر ظلم کرتے ہیں اور دُنیا میں وہ بالآخر مسلمانوں کے مقابلے میں مغلوب ہو جاتے ہیں۔ (iii) قرآن مجید ظالموں کے لیے اس اعتبار سے بھی خسارہ بنتا ہے کہ ظالموں کو کفر اور سرکشیوں کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ اس لیے ظالموں کے لیے خسارے کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں ہوگا۔

﴿وَ اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِہٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّہُ

"اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑتا ہے اور اپنا پہلو بچاتا ہے اور جب اس کو کوئی

الشَّرُّ کَانَ یَـُٔوۡسًا﴾

مصیبت پہنچتی ہے تو بہت نا اُمید ہو جاتا ہے" (83)

سوال: خوشی اور غمی کی حالتوں میں انسان کی عادت کی وضاحت ﴿وَ اِذَاۤ ... یَـُٔوۡسًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِہٖ﴾ "اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑتا ہے اور اپنا پہلو بچاتا ہے" اللہ تعالیٰ نے انسان کی بحیثیت انسان خوشی اور غمی میں اس کمزوری کو بیان فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے مال و دولت، صحت و عافیت، فتح و نصرت اور رزق کی فراوانی کی نعمتوں سے نوازتا اور اس کی تمناؤں اور خوشیوں کو پورا فرما دیتا ہے تو وہ اس کی اطاعت اور عبادت سے روگرداں ہو جاتا اور پہلو پھیر لیتا ہے۔ (المصباح المنیر:706/3)

(2) یعنی وہ لوگ جن کے لئے قرآن خسارہ بنتا ہے ان کی صفات میں سے اعراض ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر سے اعراض اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ناشکری۔ (قرطبی:233/5)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا کَشَفۡنَا عَنۡہُ ضُرَّہٗ مَرَّ کَاَنۡ لَّمۡ یَدۡعُنَاۤ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّہٗ﴾ "پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو۔" (یونس:12)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل:67)

(5) عام طور پر دولت مندی انسان کو سرکش اور مغرور بنا دیتی ہے۔ انسان کو جب اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو وہ خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ کوئی بات تسلیم نہیں کرتا اور کسی معاملے میں نہیں جھکتا۔

(6) انسان اگر یہ یقین رکھے کہ دولت اور نعمتیں عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو وہ سرکشی سے بچ جاتا ہے۔

(7) انسان جب یہ سوچے کہ وہ حق کے مقابلے میں سرکشی دکھا رہا ہے اُس کا کیا حال ہوگا جب قیامت کے دن اُس کے اختیارات چھین لیے جائیں گے؟ تو محرومی کا احساس انسان کو سرکشی سے بچا لیتا ہے۔

(8)﴿وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـــُٔوْسًا﴾ ''اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بہت نا اُمید ہو جاتا ہے'' یعنی جب اسے کوئی بیماری، کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بھلائی سے مایوس ہو جاتا ہے، اپنے رب سے اُمید کاٹ لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جس حال میں ہے وہ اسی حال میں رہے گا۔

(9) انسان کا اگر اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق ہو تو اُسے اُمید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشکلات دور کر دے گا۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ اُسے اللہ تعالیٰ کے فضل کی اُمید لگ جاتی ہے اور وہ خوش اور مطمئن رہتا ہے، شکر گزار رہتا ہے، اس طرح مایوسی دور جاتی ہے۔

﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰي شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ

''آپ کہہ دیں ہر کوئی اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے۔ سو تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون

اَهْدٰى سَبِيْلًا﴾ ع 9

سیدھے راستے کی زیادہ ہدایت پانے والا ہے'' (84)

سوال 1: ہر ایک اپنے شاکلہ کے مطابق عمل کر رہا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ۔۔۔ شَاكِلَتِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰي شَاكِلَتِهٖ﴾ ''آپ کہہ دیں ہر کوئی اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے'' یعنی ہر شخص اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی عادات پر، اپنی اپنی ذہنیت پر اور اپنے اپنے دین پر عمل کرتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1066/1)

(2) یعنی اپنے مذہب، اپنے خراج، استعداد کے مطابق کام کرتا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 281/10)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ (۱۲۱) وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (۱۲۲)﴾ ”اور آپ اُن لوگوں سے کہہ دیں جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو بلاشبہ ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔ اور تم انتظار کرو بے شک ہم بھی منتظر ہیں۔“ (ہود: 121، 122)

(4) اس سے مراد ہے کہ ہر ایک اپنے رجحان، میلان، ماحول اور ذہنی خول کے مطابق عمل کر رہا ہے۔

(5) یعنی اس طریقے پر جو اس کے احوال کے لائق ہوتا ہے۔ اگر وہ نیک بندوں میں سے ہیں تو ان کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ان کا عمل رب کائنات کی رضا کی خاطر ہوتا ہے اور اگر وہ نیک اور ابرار لوگوں کی بجائے ان لوگوں میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ ان کے حال پر چھوڑ کر ان سے الگ ہو گیا ہو تو ان کے لئے صرف وہی عمل مناسب ہوتا ہے جو اس نے مخلوق کو خوش کرنے کے لئے کیا ہو اور ان کے موافق صرف وہی عمل ہوتا ہے جو ان کی اغراض کے موافق ہو۔ (تفسیر سعدی: 1485/2)

(6) شاکلہ سے مراد ذہنی سانچہ ہے۔ ہر انسان جس دُنیا میں رہتا ہے اُس کے کچھ رجحانات بن جاتے ہیں اور جس ماحول میں رہتا ہے وہ اس کے حالات بن جاتے ہیں۔ یہ رجحانات اور حالات ایک خاص ذہنی سانچہ بنا دیتے ہیں۔ انسان اس کے تحت سوچنے لگ جاتا ہے۔ اسی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ یہی شاکلہ ہے۔

(7) شاکلہ کے معنی طور طریقہ، ڈھب، ڈھنگ ہیں۔ یعنی ہر انسان اپنی افتادِ طبع کے مطابق کام کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص صدقہ اعلانیہ دیتا ہے اور اس سے اس کو مقصود یہ ہے کہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو اور دوسرا صدقہ پوشیدہ طور پر دیتا ہے اور اس کو مقصود یہ ہے کہ نمائش نہ ہو۔ اب دیکھئے نیت دونوں کی بخیر ہے لیکن طریقہ اور انداز فکر الگ الگ ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ رات کو نکلے اور دیکھا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں آہستہ آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ پوچھا اتنا آہستہ کیوں پڑھتے ہو؟ عرض کیا، اس لیے کہ میرا رب بہرا نہیں ہے کہ چلا کر پڑھوں۔ آگے گئے تو دیکھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ پوچھا کہ اتنا بلند آواز سے کیوں پڑھ رہے ہو؟ عرض کیا کہ سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں تو آپ ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ اس واقعہ میں عمل ایک ہی ہے نیت بھی دونوں کی بخیر ہے لیکن سوچ کا انداز الگ الگ ہے۔ یہی شاکلہ کا مفہوم ہے۔ اسی لحاظ سے بعض علماء نے اس لفظ سے مراد ہی ”نیت“ لی ہے۔ (تیسیر القرآن: 606/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے شاکلہ (ذہنی خول) کو توڑنے کی کیا سبیل بتائی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَرَبُّكُمْ...

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سَبِیْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا﴾ ''سو تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون سیدھے راستے کی زیادہ ہدایت پانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے شاکلہ (ذہنی خول) کو توڑنے کی سبیل بتائی ہے:

(i) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رب بہتر جانتا ہے کون سیدھے راستے پر ہے۔ انسان جب یہ سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم صحیح ہے اس لیے جو طرزِ عمل اس کے مطابق ہے وہ صحیح ہے اور جو اس کے مطابق نہیں وہ غلط ہے تو انسان حقیقت کو اس کے اصل رنگ میں دیکھ لیتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے حقیقت کو اپنی ذات کے ساتھ متعلق کر کے سمجھایا ہے۔ جو رب کے علم سے سوچے تو شاکلہ ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال 3: انسان ہدایت کیسے پاتا ہے؟

جواب: (1) انسان جب اپنے ذہنی خول کو توڑ کر حقیقت کو اس کے اصلی رنگ میں دیکھے تو وہ ہدایت پا جاتا ہے۔

(2) جو لوگ غور و فکر کریں اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی نظر سے دیکھنے لگیں وہ شاکلہ سے آزاد ہو کر ہدایت کے راستے پر آسکتے ہیں۔

(3) وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہے جو ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے پس اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور کون ہے جو صلاحیت نہیں رکھتا تو وہ اسے اپنے حال پر چھوڑ کر ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1485/2)

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ

''اور وہ آپ سے رُوح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں رُوح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں

الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

علم میں سے بہت ہی کم دیا گیا ہے'' (85)

سوال: روح کے بارے میں بیان ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ... قَلِيْلًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جوب: (1)﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ ''اور وہ آپ سے رُوح کے بارے میں پوچھتے ہیں'' سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک کھیت میں حاضر تھا۔ نبی ﷺ اس وقت کھجور کے ایک تنے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ کچھ یہودی اس طرف سے گزرے۔ کسی یہودی نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ ان میں سے کسی نے اس پر کہا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ دوسرا یہودی بولا: کہیں وہ کوئی ایسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات نہ کہہ دیں جو تم کو ناپسند ہو۔رائے اس پر ٹھہری کہ روح کے بارے میں پوچھنا ہی چاہئے چنانچہ انہوں نے آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا۔ نبی ﷺ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے اور ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس وقت آپ پر وحی اتر رہی ہے اس لیے میں وہیں کھڑا رہا۔ جب وحی ختم ہوئی تو آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور یہ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ روح میرے پروردگار کے حکم ہی سے ہے اور تمہیں علم تو تھوڑا ہی دیا گیا ہے۔'' (بخاری:4721)(2) روح کا تعلق مخفی امور سے ہے۔کوئی شخص بھی روح کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔اس لیے رب العزت نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا۔

(3)﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾ ''آپ کہہ دیں رُوح میرے رب کے حکم سے ہے''یعنی روح کے بارے میں میرے رب نے حکم دیا کہ ''ہو جاؤ'' اور وہ وجود میں آ گئی۔(4) روح کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(5) روح ایک راز ہے۔کیسے آتی ہے؟ کیسے جاتی ہے؟ کہاں سے آتی ہے؟ نکل کر کہاں جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔

(6)﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ''اور تمہیں علم میں سے بہت ہی کم دیا گیا ہے'' انسان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے قلیل ہے۔

(7) انسان کو احساس دلایا گیا ہے کہ نہ تو اس کے پاس کثیر علم ہے، نہ وہ رکھ سکتا ہے اس لئے وہ ایسے سوالات میں نہ اُلجھے جن کو وہ کم علمی کی وجہ سے نہیں جان سکتا۔

(8) انسان کی صلاحیتیں محدود ہیں اور جہاں لامحدود ہے۔انسان کی محدودیت کا تقاضا ہے کہ وہ بالواسطہ علم پر قناعت کرے۔اس آیت مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب مسئول سے کسی معاملے میں سوال کیا جائے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ (لایعنی) سوال کا جواب دینے سے گریز کرے جو سائل نے پوچھا ہے اور اس امر میں اس کی راہ نمائی کرے جس کا وہ محتاج اور جو اس کے لیے فائدہ مند ہے۔(تفسیر سعدی:1485/2)

﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ

''اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور بہ ضرور لے جائیں اُس کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے پھر آپ

عَلَیْنَا وَكِیْلًا﴾

اس پر ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پائیں گے''(86)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو قرآن کو لے جائے، اس کی وضاحت ﴿وَلَئِنۡ ... وَکِیۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ﴾ ”اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور بہ ضرور لے جائیں اُس کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے“ قرآن اور وحی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت، فضل، احسان اور رحمت ہے۔

(2) اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا جو ان کے لیے بہت بڑا انعام ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس وحی کے قریب باطل نہیں آ سکتا۔

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخری زمانے میں شام کی طرف سے ایک سرخ ہوا چلے گی جس سے قرآن میں اور دلوں میں قرآن کی ایک آیت بھی نہ رہے گی اور مصاحف وقلوب سے قرآن اٹھا لیا جائے گا پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی کہ ہم وحی سلب کرنے پر بھی قادر ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1068/1)

(4) ﴿ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیۡنَا وَکِیۡلًا﴾ ”پھر آپ اس پر ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پائیں گے“ یعنی جس ہستی نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے اگر وہ اسے واپس لے لے تو آپ کوئی ہستی نہیں پائیں گے جو اسے واپس لا دے اور آپ کو کوئی وکیل ایسا نہیں ملے گا جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم یعنی قرآن کو واپس لا سکے۔

(5)(i) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو وحی کے ذریعے جو کچھ عطا کیا ہے سب کچھ چھین لیں۔

(ii) اگر ہم تم سے یہ علم چھین لیں تو تم ہمارے مقابلے کے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ گے۔

﴿اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ کَانَ عَلَیۡكَ کَبِیۡرًا﴾

”مگر یہ صرف آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے، یقیناً آپ پر اُس کا فضل ہمیشہ سے بہت بڑا ہے“ (87)

سوال: قرآن مجید کا نزول اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا رَحۡمَةً ... کَبِیۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ﴾ ”مگر یہ صرف آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے“ قرآن مجید کا نزول اور اس کی حفاظت اگرچہ پوری انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے لیکن صاحب قرآن محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے۔

(2) ﴿اِنَّ فَضۡلَهٗ کَانَ عَلَیۡكَ کَبِیۡرًا﴾ ”یقیناً آپ پر اُس کا فضل ہمیشہ سے بہت بڑا ہے“ آپ پر اللہ تعالیٰ کا اتنا فضل وکرم ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ رب العزت نے فرمایا ﴿قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ﴾ ”آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔“ (یونس: 58)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(3)(i)اللہ تعالیٰ چاہتے تو وحی نہ نازل کرتے۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ اُس نے انسانیت کو سچے علم سے محروم نہیں رکھا۔(ii)اللہ تعالیٰ چاہتے تو وحی کو سلب کر لیتے۔(iii)اللہ تعالیٰ نے اپنے بڑے فضل سے اور اپنی رحمت سے محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے۔

﴿قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ

''آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ

بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا﴾

اس جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں'' (88)

سوال: قرآن عظیم کے چیلنج کی وضاحت ﴿قُلۡ ... ظَهِیۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں'' یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جنوں اور انسانوں کو معارضے کی دعوت دی ہے کہ وہ اس جیسا قرآن بنا لائیں اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ بھی فرما دیا کہ وہ اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کر لیں۔ یہ سب کچھ اسی طرح واقع ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ جھٹلانے والوں کی بہت زیادہ خواہش تھی کہ وہ کسی طریقے سے اس دعوت کو جھوٹا ثابت کریں جسے رسول ﷺ لے کر آئے اور وہ لغت عرب کے ماہر اور فصاحت وبلاغت کے مالک تھے۔ اگر ان میں اس دعوت کا مقابلہ کرنے کی ذرا سی بھی اہلیت ہوتی تو وہ ضرور اس کا مقابلہ کرتے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ انہوں نے طوعاً وکرھاً اس بارے میں اپنی بے بسی کو تسلیم کر لیا اور قرآن کے معارضے سے عاجز آ گئے۔ اور وہ مخلوق جو مٹی سے پیدا کی گئی، جو ہر پہلو سے ناقص ہے، جو علم، قدرت، ارادہ اور مشیت سے محروم ہے، اس کا کلام اور کمال اس کے رب کا عطا کردہ ہے، رب کائنات کے کلام کا کس طرح مقابلہ کر سکتی ہے، جو تمام بھید کو جاننے والا ہے، جو کمال مطلق، حمد مطلق اور مجد عظیم کا مالک ہے، وہ ایسی ہستی ہے کہ اگر سات سمندروں کو روشنائی اور تمام درختوں کے قلم بنا دیئے جائیں، تو تمام روشنائی ختم ہو جائے گی اور قلم فنا ہو جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ پس جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات میں، اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کے مماثل نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام بھی جو کہ اس کی صفت ہے، بے مثل ہے۔ اس کی ذات، اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسماء، اس کی صفات اور اس کے افعال میں کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔ تب ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو مخلوق کے کلام کو خالق کے کلام کے مشابہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے اسے اپنے دل سے گھڑ کر اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1487،1486/2)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٣٧) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (٣٨)﴾ ”اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔“ (یونس: 38،37)

(3) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (١٣) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (١٤)﴾ ”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو؟ چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اُتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟“ (ہود: 14،13)

(4) قرآن کی فضیلت کا تذکرہ ہے کہ اگر کائنات کے تمام انسان اور جن قرآن جیسی عظیم کتاب لانے پر اتفاق کر لیں تو یہ کتاب نہیں لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہی کیوں نہ کر لیں کیونکہ یہ کام ساری مخلوقات کی طاقت سے باہر ہے۔ (5) خالق کا کلام مخلوق کے کلام سے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ

”اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کی ہیں مگر اکثر لوگوں نے

اِلَّا كُفُوْرًا﴾

کفر کے سوا ہر بات کا انکار کیا ہے“ (89)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال:﴿وَلَقَدْ... كُفُوْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کی ہیں''یعنی ہم نے اس قرآن میں مختلف طرح کی مثالیں اور مواعظ بیان کیے ہیں۔ ان کے مضامین کو بار بار دہرایا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور تقویٰ اختیار کریں۔

(2)﴿فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ ''مگر اکثر لوگوں نے کفر کے سوا ہر بات کا انکار کیا ہے''مگر کم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی اس سب سے بڑی نعمت کی ناقدری کرتے ہیں یعنی وہ معجزات اور آیات کا مطالبہ کرتے ہیں۔

(3) اکثر لوگ حق نہیں مانتے اور سیدھی بات کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے باطل پر جمے رہتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا﴾

''اور انھوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کردیں''(90)

سوال: مشرکین مکہ نے ایمان لانے کے لیے کیا شرط پیش کی، اس کی وضاحت﴿وَقَالُوْا... يَنْۢبُوْعًا﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا﴾ ''اور انھوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کردیں''مشرکین مکہ نے ایمان لانے کے لیے خرقِ عادت معجزات کو طلب کیا، مثلاً اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک زمین پھاڑ کر چشمے نہیں نکال لاتے۔

﴿اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا﴾

''یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، چنانچہ آپ اس کے درمیان میں نہریں جاری کردیں، خوب جاری کرنا''(91)

سوال: مشرکین مکہ کے مطالبے کی وضاحت﴿اَوْ تَكُوْنَ... تَفْجِيْرًا﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا﴾ ''یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو چنانچہ آپ اس کے درمیان میں نہریں جاری کردیں، خوب جاری کرنا''یعنی تمہارے پاس باغات، کھجوریں، انگور اور چشمے ہوں گے تو تم بازاروں میں آنے جانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرو گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) یہ مطالبہ اس لئے کیا گیا تا کہ ایمان لانے کا مطالبہ کرنے کا کوئی موقع باقی نہ رہے۔ نہ اُنگوروں اور کھجوروں کے باغ پیدا ہوں نہ نہریں جاری ہوں اور یوں ایمان سے بچنے کے اسباب پیدا ہو جائیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۹۶) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (۹۷)﴾ ”یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔“ (یونس:97،96)

(3) ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ﴾ ”اور اگر واقعتاً ہم اُن پر فرشتے اُتار دیتے اور مردے اُن سے باتیں کرتے اور ہم اُن کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں۔“ (الانعام:111)

﴿اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ

”یا جیسے آپ نے دعویٰ کیا ہے، ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا اللہ تعالیٰ

وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا﴾

اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں“ (92)

سوال: مشرکین کے مزید مطالبات کی وضاحت ﴿اَوْ تُسْقِطَ۔۔۔قَبِیْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا﴾ ”یا جیسے آپ نے دعویٰ کیا ہے، ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں“ یعنی آپ ہمیں ایسا معجزہ دکھاؤ کہ عذاب کی وجہ سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ ”سو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو، اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔“ (الشعراء:187)

(3) مشرکین یہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن پر آسمان کے ٹکڑے گریں۔ یہ بات تو وہ بے یقینی کی وجہ سے کہتے تھے تا کہ ان سے ایمان کا مطالبہ نہ ہو سکے۔

(4) ﴿اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا﴾ ”یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں“ فرشتوں کے سامنے آنے سے مراد یہ ہے کہ ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ سکیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(5) یعنی فرشتے روبرو آ کر آپ ﷺ کی گواہی دیں۔

(6) رب العزت نے ان کے ایسے ہی مطالبات کا ایک اور مقام پر ذکر فرمایا ہے ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭلَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اور جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔'' (الفرقان:21)

﴿اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ

''یا آپ کا کوئی سونے کا گھر ہو یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں اور آپ کے چڑھنے کو ہم نہ مانیں گے یہاں تک کہ آپ ہم پر ایسی کتاب

ع 10 9 10

عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾

اُتار دیں جسے ہم پڑھیں، آپ کہہ دیں کہ پاک ہے میرا رب میں ایک انسان کے سوا کچھ نہیں، جو رسول ہے'' (93)

سوال: مشرکین کے عجیب مطالبات کی وضاحت ﴿اَوْ يَكُوْنَ ... رَّسُوْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مشرکین کے عجیب مطالبات کا ذکر ہے: ﴿اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ﴾ ''یا آپ کا کوئی سونے کا گھر ہو'' یعنی تمہارے لیے سونے سے منقش اور آراستہ گھر ہو۔

(2) ﴿اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ﴾ ''یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں'' یعنی تم جسمانی طور پر آسمان پر چڑھ جاؤ۔

(3) مشرکین کے مطالبات سے اُن کی قوت ادراک کی ناپختگی کا اظہار ہو رہا ہے۔

(4) ان مطالبات سے اُن کی ہٹ دھرمی کا پتہ چل رہا ہے۔ وہ کسی طور ایمان کی بات سننا بھی نہیں چاہتے۔

(5) ﴿وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ﴾ ''اور آپ کے چڑھنے کو ہم نہ مانیں گے یہاں تک کہ آپ ہم پر ایسی کتاب اُتار دیں جسے ہم پڑھیں'' چونکہ یہ کلام محض تعنت اور رسول کو بے بس کرنے کی خواہش اور داعیہ ہے، یہ احمق ترین اور ظالم ترین لوگوں کا کلام ہے جو حق کو ٹھکرا دینے کو متضمن ہے، نیز یہ اللہ تعالیٰ کے حضور بے ادبی اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بے بنیاد دعویٰ ہے کہ آپ یہ آیات خود تصنیف کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بیان کریں۔ (تفسیر سعدی:1488/2)

(6) ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ پاک ہے میرا رب'' یعنی جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہو وہ اس سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ اس کے احکامات ان کی خواہشات کے تابع ہوں۔ وہ بہت بلند اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بالاتر ہے کہ اس کی آیات ان کے گمراہ نظریات کے تابع ہوں۔

(7) ﴿هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا﴾ ''میں ایک انسان کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے'' یعنی میرا کوئی اختیار نہیں۔

(8) (i) اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی ہے کہ معجزات اگرچہ پیغمبروں کے ہاتھوں ظاہر کیے جاتے ہیں لیکن اس میں پیغمبر کا کوئی ہاتھ نہیں ہوتا۔ (ii) رسول اپنے مقررہ فرائض کے مطابق کام کرتے ہیں۔ وہ اپنے فرائض اور حدود سے بڑھ کر کام نہیں کرتے۔

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ

''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ

بَشَرًا رَّسُوۡلًا﴾

نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' (94)

سوال: رسول کی بشریت کی وجہ سے مشرکین ایمان لانے سے انکار کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... رَّسُوۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰۤى﴾ ''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں'' یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی وحی پر ایمان لانے اور اس کے انبیاء کی نبوت کا انکار کرنے سے نہیں روکا مگر اس شبہے نے جس نے ان کے دل میں گرہ ڈال دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رسول بنا کر کیوں بھیجا۔ (الاساس: 3122/6)

(2) ﴿اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا﴾ ''اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے'' انہیں بشر کے رسول بنائے جانے پر یقین نہیں آتا بلکہ انہیں نہایت تعجب ہوتا تھا۔

(3) اکثر لوگ رسولوں کے انسان ہونے کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔

(4) (i) لوگوں نے انسانیت اور بشریت کی قدر نہیں جانی۔ (ii) لوگوں نے فرشتوں کے مزاج اور اُن کے کام کو سمجھنے میں غلطی کی۔ (iii) لوگوں نے اس بات کو نہیں سمجھا کہ انسان کو رسول بنانے میں کیا حکمت ہے۔

(iv) لوگوں کو اس بات پر تعجب تھا کہ ہمارے جیسا چلتا پھرتا، کھاتا پیتا، بیوی بچے رکھتا شخص آخر رسول کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعجب اُن کے ایمان کے راستے کی رکاوٹ بن گیا۔

(v) لوگوں نے رسالت کی حقیقت کو نہیں سمجھا اس لیے بشر کو رسول تسلیم کرنے سے انکار کیا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈراؤ اور بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً اُن کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے۔'' (یونس:2)

(6) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے تو اُنہوں نے کہا: ''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' چنانچہ اُنہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی اُن سے بے پرواہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تمام خوبیوں والا ہے۔'' (التغابن:6)

(7) ﴿فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾ ''چنانچہ اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے۔'' (المومنون:47)

(8) ﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اُن کے رسولوں نے کہا کہ کیا اُس اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے اور تمہیں ایک مدتِ مقررہ تک مہلت دے۔ انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہی ہو، تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو، جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔'' (ابراہیم:10)

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ

''آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے اُن پر

مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔‘‘ (95)

سوال: فرشتوں کا رسول ہونا کیسے ممکن تھا، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... رَّسُوْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے اُن پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے‘‘ فرشتوں کا رسول ہونا اسی صورت ممکن تھا کہ زمین میں فرشتے بستے ہوتے۔ پھر فرشتے رسول بن کر آتے۔ اور جب زمین میں انسان بستے ہیں تو انسانوں کے لیے فرشتے کیسے رسول ہو سکتے ہیں؟

(2) یعنی اگر وہ فرشتوں کو دیکھنے کی طاقت رکھتے اور ان سے احکام اخذ کر سکتے تو فرشتوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا جاتا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ﴾ ’’اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں۔‘‘ (الانعام:9) (4) انسانوں کو رسول بنا کر بھیجنا اللہ تعالیٰ کی حکمت، اس کا احسان اور اس کی نعمت عظمیٰ ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو اُنہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔‘‘ (آل عمران:164)

(6) ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾ ’’جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔‘‘ (البقرۃ:151)

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

’’آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے، یقیناً وہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا﴾

خبر رکھنے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے‘‘(96)

سوال: رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... بَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی راہ نمائی فرمائی ہے کہ اپنی نبوت کی صداقت کی دلیل کے طور پر وہ ان مشرکوں سے یہ کہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے، وہ اسے جانتا ہے جو میں تمہارے پاس لایا ہوں، اگر میں جھوٹا ہوتا تو وہ مجھ سے شدید انتقام لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (۴۴) لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (۴۵) ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (۴۶)﴾ ’’اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا۔ تو یقیناً ہم اُس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے پھر یقیناً ہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے۔‘‘ (الحاقۃ:46) (المصباح المنیر:3/717)

(2) اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول کے لیے گواہی ہے کہ اس نے معجزات کے ذریعے سے اپنے نبی کی تائید کی اور ان لوگوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کو فتح ونصرت عطا کی جنہوں نے آپ ﷺ سے دشمنی کی۔

(3) اللہ تعالیٰ کی گواہی کی بات سے انسان کو اس کا انجام یاد دلایا گیا ہے کہ اگر تم نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے بچ نہیں سکو گے۔

(4) اس سے مراد یہ ہے کہ میں نے جو پیغام پہنچانا تھا پہنچا دیا اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ وہی بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔

(5) ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ ’’وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُس کو ہر دین پر غالب کر دے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے۔‘‘ (سورہ الفتح:28)

(6) ﴿اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ﴾ ’’یقیناً وہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی‘‘ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کی، ان کے امور کی، ان کے افعال کی، ان کے حق اور باطل پر ہونے کی اور ان کی ہدایت اور گمراہی کی۔

(7) ﴿خَبِيْرًۢا﴾ ’’پوری خبر رکھنے والا ہے‘‘ یعنی اسے معلوم ہے کہ کون ہدایت کا حق دار ہے یا نہیں اور کون انعام کا حق دار ہے یا نہیں۔ (8) ﴿بَصِيْرًا﴾ ’’اور سب کچھ دیکھنے والا ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے بندوں کے امور اور ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملات چھپے نہیں رہتے۔

﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۗ

''اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۗ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ

ہرگز نہیں پائیں گے، اور ہم قیامت کے دن اُنہیں اُن کے چہروں کے بل اندھا، گونگا اور بہرہ اُٹھائیں گے، اُن کا ٹھکانہ

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾

جہنم ہے، جب کبھی وہ بجھنے لگے گی تو ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کر دیں گے'' (97)

سوال 1: ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ ... دُوْنِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ﴾ ''اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے'' اے محمد ﷺ جس کو اللہ تعالیٰ ایمان کے لیے ہدایت دے اور جو آپ اپنے رب کی جانب سے لائے ہو وہ اس کی تصدیق کرے۔

(2) ﴿فَهُوَ الْمُهْتَدِ﴾ ''تو وہی ہدایت پانے والا ہے'' وہی حق تک پہنچنے والا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ہدایت نہیں پا سکتا کیونکہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (جامع البیان: 167/15)

(3) ﴿وَمَنْ يُّضْلِلْ﴾ ''اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے'' جس کو اللہ تعالیٰ حق سے گمراہ کر دے اور پھر اسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے کی توفیق نہ ملے۔

(4) ﴿فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست ہرگز نہیں پائیں گے'' اے محمد! آپ ﷺ ان کے لیے کوئی مددگار نہ پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی مدد کر سکے جب کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے سزا کا فیصلہ کر دے۔ جب وہ چہروں کے بل اندھے اور گونگے بنا کر اکٹھا کرے گا وہ نہ دیکھ سکیں گے اور نہ بول سکیں گے۔

(5) اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہدایت اور گمراہی صرف اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ جسے ہدایت سے نوازنا چاہتا ہے تو اسے آسان راہیں میسر کر دیتا ہے اور اس کو تنگی سے بچا لیتا ہے اور وہی درحقیقت ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرتا ہے اسے اس کے نفس کے حوالے کر کے اس سے الگ ہو جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ (تفسیر سعدی: 1490,1489/2) (6) (i) انسان کو ہدایت اور گمراہی دونوں کی استعداد بخشی گئی ہے۔ (ii) انسان اپنے آزادانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختیار سے ہدایت یا گمراہی کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔(iii) جو ہدایت کے اُصولوں اور طریقوں کو اپناتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا مستحق ہو جاتا ہے۔(iv) جو گمراہی کے اُصولوں اور طریقوں کو اپناتا ہے وہ گمراہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔

سوال 2: گمراہوں کی سزا کی وضاحت ﴿وَنَحْشُرُهُمْ ...سَعِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾ ''اور ہم قیامت کے دن اُنہیں اُن کے چہروں کے بل اُٹھائیں گے'' مشرک جب قیامت کے دن اپنی قبروں سے منہ کے بل اٹھائے جائیں گے۔

(2) ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾ ''جس دن انہیں چہرہ کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا۔'' (القمر:48)

(3) ﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے وہی لوگ ٹھکانے میں بدترین اور راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔'' (الفرقان:34)

(4) ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو بُرائی لے کر آئے گا وہ اَوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ تم جو اعمال کر رہے تھے کیا اس کے سوا تمہیں جزا دی جاری ہے؟'' (النمل:90)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس نے اسے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے اس پر قادر ہے کہ قیامت کے دن اس کو اس کے چہرے کے بل چلا دے۔'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا، ہمارے رب کی عزت کی قسم! یوں ہی ہوگا۔ (بخاری:4760)

(6) ﴿عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا﴾ ''اندھا، گونگا اور بہرہ'' جس طرح لوگ دُنیا میں حق کے معاملے میں گونگے، بہرے اور اندھے بنتے ہیں بدلے کے طور پر قیامت کے دن بھی ایسے ہی اُٹھایا جائے گا۔

(7) مسند احمد میں ہے سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اے بنی غفار قبیلے کے لوگو! سچ کہو اور قسمیں نہ کھاؤ۔ صادق و مصدوق پیغمبر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائیں گے ایک فوج تو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے والی ہوگی اور ایک چلنے اور دوڑنے والی، ایک وہ جنہیں فرشتے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کریں گے۔ لوگوں نے کہا دو قسمیں تو سمجھ آ گئیں لیکن یہ چلنے اور دوڑنے والے سمجھ نہیں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سواریوں پر آفت آئے گی۔ یہاں تک کہ ایک انسان ہرا بھرا باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدنا چاہے لیکن مل نہ سکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گی۔(مسند احمد:165/5) یہ اس وقت نابینا ہوں گے، بے زبان ہوں گے کچھ بھی نہ کہہ سکیں گے غرض مختلف حال ہوں گے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کیے جائیں گے، دنیا میں حق سے اندھے، بہرے اور گونگے بنے رہے آج سخت احتیاج والے دن، سچ مچ اندھے، بہرے اور گونگے بنا دیے گئے۔(ابن کثیر:244/3)

(8)﴿مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ﴾ ''اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے''یعنی ان کا گھر، ان کی جائے قرار جہنم ہے جہاں ہر قسم کا عذاب ہے۔

(9)﴿كُلَّمَا خَبَتْ﴾ ''جب کبھی وہ بجھنے لگے گی''یعنی عذاب ان پر سے کبھی ختم نہیں ہوگا، نہ اس میں کمی آئے گی۔

(10)﴿زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کر دیں گے''جب کبھی جہنم کے شعلے مدہم پڑیں گے انہیں اور بھڑکا دیا جائے گا۔اب سزا بھگتو تمہارے لیے عذاب کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

(11)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تمہاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔''صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، واللہ! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی دنیا کی آگ کافی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر (69) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔''(مسلم:7165)

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا

یہ اُن کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے یقیناً ہماری آیات کا انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے؟

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾

تو کیا واقعتاً ہم ضرور نئی پیدائش میں اُٹھائے جانے والے ہیں؟(98)

سوال1:اوندھے منہ حشر کی سزا کس وجہ سے ہوگی، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ... جَدِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''یہ اُن کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے یقیناً ہماری آیات کا انکار کیا''اوندھے منہ حشر کی سزا اس وجہ سے ہوگی۔(i) اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات کی تصدیق نہیں کی۔

(ii) کائنات کی نشانیوں پر غور وفکر نہیں کیا۔

(2)﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے؟ تو کیا واقعتاً ہم ضرور نئی پیدائش میں اُٹھائے جانے والے ہیں''ان کے اس عبرت ناک عذاب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ موت کے بعد کی زندگی کے دلائل نہیں مانتے تھے۔وہ کہا کرتے تھے کہ جب ہم بوسیدہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندگی ملے گی؟

سوال 2: اس اعتراض کا اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو ہمیں دوبارہ کون زندہ کرے گا؟

جواب: وہ ذات جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا وہی ذات دوبارہ پیدا فرمائے گی۔ ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا﴾ ”تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔“ (بنی اسرائیل:51) اور فرمایا: ﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا﴾ ”اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔“ (مریم:67)

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ

”اور کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسوں کو پیدا

وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ

کرے؟ اور اُس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں، پھر بھی ظالموں نے

اِلَّا كُفُوْرًا﴾

سوائے کفر کے ہر بات کا انکار کیا ہے“ (99)

سوال: اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کے لیے جو دلیل دی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَوَلَمْ ... كُفُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ﴾ ”اور کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کرے“ (i) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ ان جیسوں کی پیدائش پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے یہ دلیل دی ہے کہ آسمان اور زمین کے مقابلے میں انسان کی تخلیق آسان ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(2) یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی پیدائش سے زیادہ مشکل کام ہے۔ ﴿لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَكۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (غافر:57)

(3) ﴿وَجَعَلَ لَهُمۡ اَجَلًا لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ﴾ ''اور اُس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں'' اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس گھڑی کو اچانک لے آئے۔ (تفسیر سعدی:1490/2)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعۡدُوۡدٍ﴾ ''اور ہم اسے ایک گنی ہوئی مدت کے لئے ہی مؤخر کر رہے ہیں۔'' (ہود:104)

(5) ﴿فَاَبَى الظّٰلِمُوۡنَ اِلَّا كُفُوۡرًا﴾ ''پھر بھی ظالموں نے سوائے کفر کے ہر بات کا انکار کیا ہے'' اور اس بات کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی بعد موت پر دلائل و براہین قائم کر دیئے ہیں ﴿فَاَبَى الظّٰلِمُوۡنَ اِلَّا كُفُوۡرًا﴾ ''پھر بھی ظالموں نے سوائے کفر کے ہر بات کا انکار کیا ہے'' ظلم کرتے اور افترا کرتے ہوئے۔ (تفسیر سعدی:1490/2)

(6)(i) لوگ بعث بعد الموت کا انکار اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ظالم ہیں، حقیقت کو نہیں مانتے۔ وہ انکار کر کے ظلم کرتے ہیں۔ (ii) انسان ہٹ دھرمی کی وجہ سے دلائل کو نہیں مانتا۔

﴿قُلۡ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّيۡۤ اِذًا لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ ؕ

''آپ کہہ دیں اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے، تب خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم اُنہیں ضرور روکے رکھتے

وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا﴾

اور انسان بڑا ہی بخیل ہے'' (100)

سوال 1: بخل انسانی طبیعت کا خاصہ ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلۡ... قَتُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّيۡۤ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے'' یعنی وہ خزانے جو کبھی ختم ہوتے ہیں نہ خالی ہوتے ہیں۔

(2) ﴿اِذًا لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ﴾ ''تب خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم اُنہیں ضرور روکے رکھتے'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے خزانے آپ کے قبضے میں آ جائیں تو آپ خرچ ہونے کے ڈر سے انہیں روک لو گے حالانکہ وہ ختم نہیں ہو سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان تنگ دل ہے، بخل اور کنجوسی اس کی جبلت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴾ ''یا ان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے؟ تب وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے۔'' (النساء:53)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ اسے کوئی خرچ کم نہیں کرتا جو دن و رات وہ کرتا رہتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب سے زمین و آسمان کو اس نے پیدا کیا ہے کتنا خرچ کر دیا ہے۔ اس سارے خرچ نے اس میں کوئی کمی نہیں کی جو اس کے ہاتھ میں ہے اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے جسے وہ اٹھاتا اور جھکاتا ہے۔'' (صحیح بخاری:7419)

(5) ﴿ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴾ ''اور انسان بڑا ہی بخیل ہے'' یعنی (i) انسان تنگ دل ہے اس لیے خوف زدہ ہوتا ہے۔ (ii) انسان بخیل ہے اس لیے ختم ہو جانے کے خوف سے تنگ دل ہو جاتا ہے۔ (iii) انسان کو بخل اور کنجوسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں کمی نظر آتی ہے۔

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں جب موسیٰ اُن کے پاس آیا

فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴾

تو فرعون نے اُس سے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں'' (101)

سوال: موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات دیے گئے، اس کی وضاحت ﴿ وَلَقَدْ ... مَسْحُوْرًا ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے'' یعنی اے رسول کہ جس کی آیات و معجزات کے ذریعے سے تائید کی گئی ہے۔ آپ پہلے رسول نہیں ہیں جس کی لوگوں نے تکذیب کی۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کو رسول بنا کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا، ہم نے انہیں عطا کیے، ﴿ تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ﴾ ''نو واضح معجزات'' جو شخص حق کا قصد رکھتا ہے اس کے لئے ان میں ایک ہی معجزہ کافی ہے۔ جیسے اژدہا، عصا، طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک، خون، ید بیضا اور سمندر کا پھٹ جانا۔ (تفسیر سعدی:2/1491)

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نو بڑے بڑے معجزات دے کر مبعوث فرمایا جن سے ان کی نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ فرعون اور فرعونیوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں: یہ نو معجزے ہیں عصا، ید بیضاء، قحط، دریا (کا پھٹ جانا)، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون۔ (مختصر ابن کثیر:1/1074)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿فَسۡـَٔلۡ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِذۡ جَآءَهُمۡ فَقَالَ لَهٗ فِرۡعَوۡنُ اِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰمُوۡسٰی مَسۡحُوۡرًا﴾ ''چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں۔ جب موسیٰ اُن کے پاس آیا تو فرعون نے اُس سے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں،'' فرعون حق کا مخالف تھا اور حق کے مخالفوں کی صفات میں سے ہے کہ جب وہ دلائل کو الفاظ سے رد کرنے اور دبانے میں کامیاب نہیں ہوتے تو پروپیگنڈے کے ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک نبی کے خلاف پروپیگنڈا ہے کہ جو نشانیاں تم لائے ہو وہ جادو ہیں۔

﴿قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ بَصَآئِرَ ۚ

''موسیٰ نے کہا: ''بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ان کو نازل نہیں فرمایا مگر آسمانوں وزمین کے پروردگار ہی نے، بصیرت (کا سامان ہیں)

وَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا﴾

اور اے فرعون! واقعی میں سمجھتا ہوں کہ تو یقیناً ہلاک کیا ہوا ہے'' (102)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... مَثۡبُوۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا۔

(2)﴿لَقَدۡ عَلِمۡتَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ'' یعنی تجھے خوب معلوم ہے۔

(3)﴿مَاۤ اَنۡزَلَ هٰۤؤُلَآءِ﴾ ''ان کو نازل نہیں فرمایا'' یعنی ان نو معجزات کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔

(4)﴿اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بَصَآئِرَ﴾ ''مگر آسمانوں وزمین کے پروردگار ہی نے، بصیرت (کا سامان ہیں)'' اللہ تعالیٰ نے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اس نے تم پر حجت قائم کرنے کے لیے دلائل اتارے ہیں جو میری رسالت کی نشانیاں ہیں۔

(5)﴿فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰیٰتُنَا مُبۡصِرَةً قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَیۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانۡظُرۡ كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۱۴﴾﴾ ''تو جب آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں اُن کے سامنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے اور انہوں نے اُن کا ظلم اور تکبر سے انکار کیا حالانکہ اُن کے دل اس کا یقین کر چکے تھے پس آپ دیکھیں فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا!'' (النمل:13، 14)

(6)﴿وَاِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا﴾ ''اور اے فرعون! واقعی میں سمجھتا ہوں کہ تو یقیناً ہلاک کیا ہوا ہے'' یعنی اے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرعون! میں جانتا ہوں کہ تو ضرور دھتکار کر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پھینکا جانے والا ہے۔

﴿فَاَرَادَ اَنۡ یَّسۡتَفِزَّهُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ فَاَغۡرَقۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ جَمِیۡعًا﴾

''پھر فرعون نے ارادہ کیا کہ انہیں زمین سے اُکھاڑ پھینکے، تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا'' (103)

سوال: فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کی وضاحت ﴿فَاَرَادَ ... جَمِیۡعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَرَادَ﴾ ''پھر فرعون نے ارادہ کیا'' فرعون نے ارادہ کیا۔

(2) ﴿اَنۡ یَّسۡتَفِزَّهُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ﴾ ''کہ انہیں زمین سے اُکھاڑ پھینکے'' یعنی وہ بنی اسرائیل کو مصر کی سرزمین سے جلاوطن کر کے مصر خالی کرانا چاہتا تھا۔ سرکش لوگ اور ڈکٹیٹر سچی دعوت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں اس لیے اُس نے بھی یہی ردعمل ظاہر کیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو برباد کرنے کی ٹھان لی۔

(3) ﴿فَاَغۡرَقۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ جَمِیۡعًا﴾ ''تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے اپنی سُنت کے مطابق ظالموں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں غرق کر دیا۔

﴿وَّ قُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡكُنُوا الۡاَرۡضَ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ

''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس زمین میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا تو

الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِیۡفًا﴾

ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے'' (104)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فلسطین کا وارث بنا دیا، اس کی وضاحت ﴿وَّقُلۡنَا ... الۡاَرۡضَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1): ﴿وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡكُنُوا الۡاَرۡضَ﴾ ''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس زمین میں رہو'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فلسطین کا وارث بنا دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی سُنت کے مطابق جب ظالموں کو ہلاک کر دیا تو سُنت کے تحت پسے ہوئے کمزور لوگوں کو زمین کا وارث بنا دیا۔

(3) ﴿فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ فِی الۡیَمِّ بِاَنَّهُمۡ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوۡا عَنۡهَا غٰفِلِیۡنَ (۱۳۶) وَاَوۡرَثۡنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الۡقَوۡمَ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا یُسۡتَضۡعَفُوۡنَ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡهَا ؕ وَتَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ الۡحُسۡنٰی عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ بِمَا صَبَرُوۡا ؕ وَدَمَّرۡنَا مَا کَانَ یَصۡنَعُ فِرۡعَوۡنُ وَقَوۡمُهٗ وَمَا کَانُوۡا یَعۡرِشُوۡنَ ﴿۱۳۷﴾﴾ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔ اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے انہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' (الاعراف:137,136) (4) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فتح مکہ کی بشارت دی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ سب کو ایک ساتھ کب لا کر کھڑا کر دیں گے، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا ... لَفِیۡفًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ جِئۡنَا بِکُمۡ لَفِیۡفًا﴾ ''پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب قیامت آئے گی تو ہم تم سب کو لے کر آئیں گے یعنی تمہیں اور تمہارے دشمنوں کو بھی۔ پھر عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کی جزا دیں گے۔

(2) ﴿قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۬ۙ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۵۰﴾﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں۔'' (الواقعہ:50,49)

(3) سیدنا قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے کہ اچانک رونے لگے، ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی رونے لگیں، سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''تم کیوں رو رہی ہو؟'' بیوی نے عرض کیا ''آپ کو روتے دیکھا تو میں بھی رونے لگی'' سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا: ﴿وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ ''تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا جہنم سے گزر نہ ہو'' (مریم:71) اور مجھے معلوم نہیں کہ جہنم کے اوپر رکھے ہوئے پل صراط سے گزرتے ہوئے ہم بچیں گے یا نہیں؟'' (حاکم: کتاب الاھوال:73)

(4) سیدنا ابو میسرہ رضی اللہ عنہ جب اپنے بستر پر جاتے تو کہتے ''اے کاش میری ماں مجھے نہ جنتی'' اور رونے لگتے، ان سے کہا گیا ''اے ابو میسرہ کیوں روتے ہو؟'' سیدنا ابو میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ہم نے جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے لیکن یہ علم نہیں کہ نجات ہوگی یا نہیں؟'' (ابن کثیر:179/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) سیدہ فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان جو کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی تھیں، فرماتی ہیں کہ لوگوں میں سیدنا عمر رحمۃ اللہ علیہ سے نماز روزہ زیادہ کرنے والے تو بہت تھے لیکن اپنے رب کے ڈر سے رونے والا میں نے سیدنا عمر رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب نماز عشاء سے فارغ ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ بلند کر لیتے اور مسلسل روتے رہتے حتیٰ کہ نیند غالب آ جاتی، جگایا جاتا تو پھر اپنے ہاتھ بلند کر کے رونا شروع کر دیتے حتیٰ کہ آنکھوں میں نیند غالب آ جاتی۔ (تذکرۃ الحفاظ:120/1)

﴿وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا

''اور ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور حق کے ساتھ ہی وہ نازل ہوا ہے۔ اور ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا

وَّنَذِيۡرًا﴾

اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' (105)

سوال 1: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے پاس سے حق لے کر اترا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَبِالۡحَقِّ ... نَزَلَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ﴾ ''اور ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے'' یعنی ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے، وہ سراپا حق ہے۔

(2) ﴿وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ﴾ ''اور حق کے ساتھ ہی وہ نازل ہوا ہے'' یعنی یہ قرآن شیطان کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ سچی اور عدل پر مبنی کتاب ہے۔

(3) قرآن یقینی، قطعی اور غیر مشتبہ کتاب ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ﴾ ''یہی وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے۔'' (البقرۃ:2)

(4) ﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ يُّفۡتَرٰى مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔'' (یونس:37)

(5) ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِالذِّكۡرِ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۚ وَاِنَّهٗ لَـكِتٰبٌ عَزِيۡزٌ (41) لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (۴۲)﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اس ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا جب کہ وہ اُن کے پاس آ گیا حالانکہ یقیناً وہ ایک باعزت کتاب ہے۔ باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔'' (حم السجدہ 41:42)

(6)﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ ''الر۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔'' (ہود 11:1)

(7) قرآن حکیم مفصل ہے۔ اس میں دین کے اصول اور کلیات بیان کئے گئے ہیں جو انسان کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ ''تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو منصف تلاش کروں حالانکہ اُس نے تمہاری جانب یہ کتاب مفصل نازل کی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں یقیناً وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل کی گئی ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔'' (الانعام 6:114)

(8) قرآن حق اور باطل کی امتیازی کسوٹی ہے۔ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' (الفرقان 25:1)

سوال 2: قرآن حکیم کس حق کے ساتھ نازل ہوا؟

جواب: (1) قرآن حکیم سچائی پر مشتمل ہے۔

(2) قرآن حکیم اسی سچائی پر مشتمل ہے جس کی قوت پر یہ کائنات قائم ہے۔

(3) قرآن حکیم کا مقصد سچائی کو قائم کرنا ہے۔

(4) قرآن حکیم اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ سچائی کو مستقل زمین میں قائم کر دے اور اسی کی جڑیں مضبوط کر دے۔

سوال 3: نزول قرآن کا مقصد کیا ہے؟

جواب: نزول قرآن کا مقصد ایک اُمت کو تشکیل دینا اور اس کی تربیت کرنا تھا کہ یہ اُمت اس سچائی کو لے کر سارے جہان میں پھیل جائے اور نظام حیات کی تعلیم دے اور اس سچائی کے نظام کو قائم کر دے۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کو مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَمَاۤ... وَّنَذِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے'' یعنی جن لوگوں نے اطاعت کی ان کے لیے دنیا و آخرت کے ثواب کے لیے خوش خبری دینے والا بنایا۔

(2)﴿وَّنَذِیْرًا﴾ ''اور ڈرانے والا'' یعنی نافرمانوں کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے۔

(3)(i) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اطاعت گزاروں کے لیے خوش خبریاں دینے والے مبشر بنا کر بھیجے گئے۔

(ii) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نافرمانوں کو ڈراوے دینے کے لیے نذیر بنا کر بھیجے گئے۔

﴿وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ

''اور ہم نے اس قرآن مجید کو جدا جدا کر کے نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور

نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا﴾

ہم نے اسے نازل کیا، بتدریج نازل کرنا'' (106)

سوال 1: قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَقُرْاٰنًا ... تَنْزِیْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ﴾ ''اور ہم نے اس قرآن مجید کو جدا جدا کر کے نازل کیا ہے'' یعنی ہم نے اس قرآن کو وقفے وقفے سے نازل کیا ہے جو حق اور باطل میں تفریق کرنے والا ہے۔

(2) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا﴾ ''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اتارا) تا کہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔'' (الفرقان:32)

(3)﴿لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ﴾ ''تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں'' قرآن مجید امت کی تربیت کے لیے نازل کیا گیا۔ تربیت کے لیے طویل مدت درکار ہوتی ہے اس لیے قرآن حکیم بھی طویل مدت تک اور وقت اور حالات کے مطابق نازل ہوتا رہا۔ (4) مسلمانوں نے اس کتاب کے مطابق عمل کرنا تھا۔ اس لیے اسے تدریج کے ساتھ نازل کیا گیا۔ (5) قرآن مجید کو اس لیے تدریج کے ساتھ نازل کیا گیا تا کہ لوگ اسے خوب سمجھیں اور یہ آہستہ آہستہ ان کے فکر و عمل کا حصہ بنتا جائے۔ (6) تا کہ وہ اس کے معانی میں تدبر کریں اور اس میں سے اس کے مختلف علوم کا استخراج کریں۔ (تفسیر سعدی:1492/2) (7)﴿وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا﴾ ''اور ہم نے اسے نازل کیا، بتدریج نازل کرنا'' قرآن پہلے لوح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محفوظ سے بیت العزت میں رکھا گیا پھر بتدریج 23 سال میں اترا۔یعنی ہم نے یہ قرآن لوح محفوظ سے علیحدہ کر کے دنیوی آسمان کے عزت والے گھر میں بھیج دیا پھر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے واقعات کے اعتبار سے 23 سال کی مدت میں آپ پر نازل کیا۔(مختصر ابن کثیر:1/1075)

﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ

”آپ کہہ دیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، یقیناً اس سے پہلے جن لوگوں کو علم دیا گیا جب اُن پر یہ پڑھا جاتا ہے

یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا﴾

وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں“(107)

سوال 1: قرآن مجید حق ہے، سابقہ اہل علم اس کا اعتراف کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...سُجَّدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا﴾ ”آپ کہہ دو تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ“ نبی ﷺ کو حکم ہے کہ ان کافروں سے فرما دیں کہ میں جو تمہارے پاس یہ قرآن لایا ہوں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ مگر ہے یہ حق ہی، اللہ تعالیٰ ہی نے اسے اتارا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/1074)

(2) اللہ تعالیٰ کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں، تمہیں ہی اس کے جھٹلانے کا نقصان پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے سعادت مند ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ یہ نفع مند علم عطا فرماتا ہے۔

(3)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ﴾ ”یقیناً اس سے پہلے جن لوگوں کو علم دیا گیا“ یعنی قرآن سے پہلے جو علم رکھنے والے لوگ ہیں وہ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں، اس میں تبدیلی نہیں کرتے۔

(4)﴿اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا﴾ ”جب اُن پر یہ پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں“ وہ قرآن کے حق ہونے کو پہچانتے ہیں تو جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ شکر ادا کرنے کے لیے ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس نے آخری رسول کا زمانہ دکھایا اور یہ مقدس کتاب عطا فرمائی۔

(5) جو لوگ پہلی کتابوں کی وجہ سے وحی کی حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں انہیں جب آخری رسول پر ایمان لانے کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سعادت نصیب ہوتو وہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان آیت سجدہ تلاوت کرتا اور سجدہ کرتا ہے، تو شیطان روتا ہوا الگ ہوجاتا ہے، اور کہتا ہے: ہائے خرابی! ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا، اس نے سجدہ کیا، اب اس کے لیے جنت ہے، اور مجھ کو سجدہ کا حکم ہوا، میں نے انکار کیا، میرے لیے جہنم ہے۔'' (ابن ماجہ:1052)

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے تو وہ سورت پڑھتے جس میں سجدہ کی آیت ہوتی تو سجدہ کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو لوگ ہوتے وہ بھی سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں سے بعض کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ (مسلم:1295)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سجدہ تلاوت میں پڑھتے تھے ﴿سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَ شَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَ قُوَّتِهِ﴾ ''میرا چہرہ اس کے آگے سجدہ ریز ہوا جس نے اسے اپنی قدرت وقوت سے پیدا کیا، جس نے اسے سننے کے لیے کان اور دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں۔'' (جامع ترمذی:3425)

(9) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''دو آنکھوں کو آگ کبھی نہ لگے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہے دوسری وہ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات کاٹی۔'' (ترمذی:1639)

(10) ﴿اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۤ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا (۵۸)﴾ ''یہی لوگ ہیں جو ان پیغمبروں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد میں سے انعام فرمایا، اور ان میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور ہم نے منتخب کیا۔ جب انہیں رحمان کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے تھے۔'' (مریم:58)

(11) ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔'' (النساء:41) فرمایا: بس! ٹھہرو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (بخاری:4582)

(12) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول ﷺ نے ایسا خطبہ دیا کہ میں نے ویسا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں بھی معلوم ہوتا تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔" بیان کیا پھر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے چہرے چھپا لیے، باوجود ضبط کے ان کے رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ایک صحابی نے اس موقع پر پوچھا، میرے والد کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فلاں۔" اس پر آیت نازل ہوئی کہ "ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔" (صحیح بخاری:4621)

(13) انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ابی بن کعب سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو سورۃ لم یکن الذین کفروا سناؤں۔" ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بولے کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہاں"، اس پر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرط مسرت سے رونے لگے۔ (بخاری:3809)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رونے والا جہنم میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ تھن میں واپس لوٹ جائے، (اور یہ محال ہے) اور جہاد کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گے۔" (ترمذی:1633)

﴿وَّيَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ كَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا﴾

"اور وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا رب! یقیناً ہمارے رب کا وعدہ بلاشبہ ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے" (108)

سوال: قرآن مجید پڑھ کر متاثر ہونے والے اپنے جذبات کا اظہار کیسے کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَّيَقُوۡلُوۡنَ ...لَمَفۡعُوۡلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّيَقُوۡلُوۡنَ﴾ "اور وہ کہہ اُٹھتے ہیں" قرآن مجید پڑھ کر متاثر ہونے والوں کے تاثرات الفاظ کی صورت میں نہیں آنسوؤں کی شکل میں سامنے آتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ادب اور احترام کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

(2) ﴿سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ﴾ "پاک ہے ہمارا رب!" ہمارا رب ان تمام صفات سے پاک ہے جو مشرکوں نے اس کی جانب منسوب کی ہیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں۔

(3) ﴿اِنۡ كَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا﴾ "یقیناً ہمارے رب کا وعدہ بلاشبہ ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے" یعنی اس نے جو سابقہ نبیوں کی زبان سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا وعدہ کیا تھا وہ پورا فرما دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ رب العزت نے اعمال کی جزا کا جو وعدہ موت کے بعد کی زندگی کے لیے کیا ہے وہ پورا ہو کر رہنے والا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں۔

(5)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں کثرت کے ساتھ ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا! وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ ! اغْفِرْلِيْ﴾ ''اے اللہ!اے ہمارے رب تو ہی پاک ہے اور تعریف تیری ہی ہے۔اے اللہ!میری مغفرت فرما۔'' فرماتے تھے اور قرآن پر عمل کرتے۔(مسلم:1085)

﴿وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾

''اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور قرآن انہیں خشوع میں زیادہ کر دیتا ہے''(109)

سوال:﴿وَیَخِرُّوْنَ...خُشُوْعًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ﴾ ''اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں'' یعنی وہ منہ کے بل گرتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں،قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کرتے ہیں۔

(مختصر ابن کثیر:1076/1)

(2)دوبارہ ذکر اس لیے کیا گیا کہ پہلا سجدہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم،اس کی پاکیزگی کے لیے،شکرانے کے طور پر تھا اور دوسرا سجدہ اس رقت کی وجہ سے تھا جو قرآن مجید کی تاثیر سے ان پر طاری ہوئی۔اس نے انہیں سجدہ میں گرا دیا۔

(3)جو قرآن حکیم کے لیے اپنے دلوں کو کھول دیتے ہیں وہ بے اختیار سجدے میں گر جاتے ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ کے خوف سے وہ نماز میں بھی روتے ہیں۔

(5)سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ کے والد سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ سینہ مبارک میں سے ایسی آواز آتی تھی جیسے کہ چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے۔(ابوداؤد:904)

(6)﴿وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾ ''اور قرآن انہیں خشوع میں زیادہ کر دیتا ہے'' یہ قرآن ان کے خشوع میں اضافہ کرتا ہے۔

(7)یہ اہل کتاب کے ان مومنین کی مانند ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور اس کے بعد ایمان لائے۔(تفسیر سعدی:1493/2)

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَ لَا

''آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو،جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اُسی کے ہیں اور آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾

اپنی نماز میں آواز نہ بلند کریں اور نہ ہی اسے آہستہ رکھیں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کریں'' (110)

سوال1: اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلِ۔۔۔الْحُسْنٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو'' کافر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے قائل نہ تھے۔ اس لئے اس کو رحمان نہیں کہنے دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے فرمایا: ان دونوں ناموں میں سے جس نام سے چاہو اپنے رب کو پکارو۔

(2) ﴿اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ ''جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اُسی کے ہیں'' یعنی اس کا کوئی اسم مبارک ایسا نہیں جو اچھا نہ ہو اور اس کو اس نام سے پکارنے سے روکا گیا ہو۔ تم جس نام سے بھی اسے پکارو گے اس سے مقصد حاصل ہو جائے گا۔ مگر مناسب یہی ہے کہ اسے ہر مطلوب کی مناسبت سے، مطلوب کے مطابق نام سے پکارا جائے۔ (تفسیر سعدی: 1494،1493/2)

(3) ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (٢٢) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (٢٣) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (٢٤)﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غیب اور حاضر کو جاننے والا، وہی وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے، خاکہ بنانے والا، وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا ہے، سارے اچھے نام اُسی کے ہیں، ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الحشر: 22-24)

سوال2: نماز میں درمیانی قراءت کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تَجْهَرْ۔۔۔سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ ''اور آپ اپنی نماز میں آواز نہ بلند کریں اور نہ ہی اسے آہستہ رکھیں'' یعنی بہت بلند آواز سے تلاوت نہ کیجئے اور نہ بہت چپکے سے پڑھیں۔ مشرک جب نماز میں نبی ﷺ کی تلاوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنتے تو قرآن کو بھی برا کہتے اور اسے نازل کرنے والے کو بھی، اس لیے رب العزت نے اپنے نبی کو ہدایت کی کہ درمیانی راہ اختیار کریں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول: ﴿وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا﴾ کی تفسیر میں روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول ﷺ مکہ میں چھپ کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھاتے تھے اور آپ ﷺ بلند آواز سے قراءت قرآن فرماتے تھے۔ جب مشرکین قرآن سنتے تو قرآن اور اس کے نازل کرنے والے اور اس کو لانے والے کو برا کہتے تو اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: ''اس قدر بلند آواز سے نہ پڑھیں کہ مشرکین آپ ﷺ کی تلاوت سن لیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی نہ سن سکیں بلکہ ان دونوں کے درمیان راستہ نکال لیں جہراً اور پوشیدہ کے درمیان۔'' (صحیح مسلم:1001)

(3) ﴿وَابۡتَغِ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا﴾ ''بلکہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کریں'' یعنی بہت زیادہ بلند آواز اور بہت زیادہ پست آواز کے بین بین اور ان دونوں کے درمیان متوسط راہ اختیار کیجیے۔ (تفسیر سعدی:1494/2)

(4) نماز میں اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرنے پر اس لیے زور دیا گیا کیونکہ عبادات کا انحصار نہ زور سے بولنے پر ہے نہ آہستہ بولنے پر۔ عبادت کی اصل روح اپنے اندر پیدا کرو یعنی اعتدال سے کام لو۔

(5) ایک رات نبی ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت ہلکی آواز میں نماز میں قرآن پڑھتے سنا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہت اُونچی آواز سے۔ آپ ﷺ نے دونوں سے پوچھا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس سے میں مناجات کر رہا تھا وہ میری آواز سن رہا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرا مقصد سوتوں کو جگانا اور شیطان کو بھگانا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اپنی آواز تھوڑی سی بلند کرو'' اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اپنی آواز تھوڑی سی پست کرو۔'' (ابوداود:1329)

﴿وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡ لَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِي الۡمُلۡكِ وَلَمۡ

''اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ

ع 12 11 12

يَكُنۡ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرۡهُ تَكۡبِيۡرًا﴾

کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں، خوب بڑائی بیان کرنا'' (111)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی توحید کے بیان ﴿وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ... تَكۡبِيۡرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ﴾ ''اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمام تعریف کے لائق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔وہی اقتدار کا مالک، وہی واحد، وہی قہار ہے۔اوپر اور نیچے کے جہان کے سب لوگ اس کے غلام ہیں۔

(2)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ”سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔“(الفاتحہ:1)

(3)سیدنا ابوعیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص صبح کے وقت کہے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ”اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے حمد وثنا، وہی ہر چیز پر قادر ہے“ تو اتنا ثواب ہوگا جیسے ایک غلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آزاد کیا اور اس کے دس گناہ معاف ہو جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند ہو جائیں گے اور شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا۔پھر جب شام ہو وہ یہی کہے یعنی ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ﴾ اخیر تک تو صبح تک ایسا ہی رہے گا۔(سنن ابن ماجہ:3867) (4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لا الٰہ الا اللہ سب اذکار سے افضل ہے اور الحمدللہ سب دعاؤں سے افضل ہے۔(جامع ترمذی:3383)

(5)ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ترازو کو بھر دے گا (یعنی اس کا اس قدر عظیم ثواب ہے کہ اعمال تولنے کا ترازو اس کے اجر سے بھر جائے گا) اور ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ دونوں آسمانوں اور زمین کے بیچ کی جگہ کو بھر دیں گے۔“(مسلم:534)

(6)﴿الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾ ”جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ اس کا کوئی مددگار ہے“ بلکہ اللہ تعالیٰ تو ایک ہے، بے پرواہ ہے۔نہ صاحب اولاد ہے نہ ماں باپ والا، نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔اللہ تعالیٰ کمزور نہیں ہے کہ اسے کسی وزیر اور مشیر کی ضرورت ہو۔

(7)یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنا سرپرست نہیں بناتا کہ وہ اس کے تعاون کے ذریعے سے عزت وغلبہ حاصل کرے۔پس وہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے، وہ زمین اور آسمانوں میں اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں۔مگر وہ اپنے بندوں پر احسان کرتے اور ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپتے ہوئے ان کو اپنا دوست بناتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ﴾ ”اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔“(البقرۃ:257)(تفسیر سعدی:1494/2)

(8)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لَكَ الْحَمْدَ, لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ, الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ, ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ ''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تیرے ہی لیے حمد ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں، تو بہت احسان کرنے والا ہے، آسمانوں اور زمین کو بغیر مثال کے پیدا کرنے والا ہے، جلال اور عظمت والا ہے'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلے سے سوال کیا ہے۔ جب کوئی اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اس کے وسیلے سے دعا کرتا ہے تو قبول کرتا ہے۔'' (ابن ماجہ:3858)

(9) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ایک شخص سے سنا وہ کہہ رہا تھا: ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے وسیلے سے سوال کیا ہے۔ جب کوئی اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب کوئی اس وسیلہ سے دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: 3857) (10) ﴿وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا﴾ ''اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں، خوب بڑائی بیان کرنا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی بیان کرو۔

(11) یعنی اس کے عظیم اوصاف کے بارے میں خبر دے کر، اس کے اسماء حسنیٰ کے ذریعے سے حمد وثنا کے ساتھ، اس کے افعال مقدسہ کے ذریعے سے ستائش کے ساتھ، صرف اس کے لئے عبادت کے ذریعے سے اس کی عظمت وجلال بیان کرتے ہوئے اس کی تعظیم وجلال کا اعتراف کیجئے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اخلاص دین صرف اسی کے لئے ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1494)

(12) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنی آدم میں سے ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں سے پیدا کیا گیا ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور تہلیل یعنی ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ کہا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح یعنی سبحان اللہ کہا اور استغفر اللہ کہا اور لوگوں کے راستے سے پتھر یا کانٹے یا ہڈی کو ہٹا دیا اور نیکی کا حکم کیا اور برائی سے منع کیا تین سو ساٹھ جوڑوں کی تعداد کے برابر تو یقیناً وہ اس دن اس حال میں چلتا ہے کہ اس نے اپنی جان کو دوزخ سے دور کر لیا ہے۔'' (مسلم:2330)

(13) عاصم بن حمید سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ قیام اللیل کو کس دعا سے شروع کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ تم نے مجھ سے ایسی چیز کے متعلق پوچھا ہے کہ تم سے پہلے کسی نے بھی اس کے متعلق نہیں پوچھا۔ آپ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دس بار اللہ اکبر، دس بار الحمد للہ، دس بار سبحان اللہ، دس بار لا الٰہ الا اللہ اور دس بار استغفر اللہ کہتے اور یہ دعا کرتے: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي﴾ ''اے اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میری مغفرت فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت سے رکھ۔'' پھر قیامت کے دن (سوال کے لیے) کھڑے ہونے کی پریشانی سے پناہ مانگتے تھے۔(ابوداؤد:766)

(14) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے ایسا کلام سکھائیں جسے میں پڑھتا رہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ پڑھا کرو۔ اس نے عرض کیا: یہ سارے کلمات تو میرے رب کے لیے ہیں، میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو، ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ﴾ ''اے اللہ! مجھے معاف فرما اور رحم فرما اور ہدایت عطا فرما اور رزق عطا فرما۔'' (مسلم:6848)

(15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نادار لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر و رئیس لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت حاصل کر چکے حالانکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں لیکن مال و دولت کی وجہ سے انہیں ہم پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں (اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کر پاتے) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''لو میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ اگر تم اس کی پابندی کرو گے تو جو لوگ تم سے آگے بڑھ چکے ہیں انہیں تم پا لو گے اور تمہارے مرتبے تک پھر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور تم سب سے اچھے ہو جاؤ گے سوائے ان کے جو یہی عمل شروع کر دیں۔ ہر نماز کے بعد تینتیس، تینتیس مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) تکبیر (اللہ اکبر) تحمید (الحمد للہ) کہا کرو۔ پھر ہم میں اختلاف ہو گیا کسی نے کہا کہ ہم تسبیح تینتیس مرتبہ، تحمید تینتیس مرتبہ اور تکبیر چونتیس مرتبہ کہیں گے۔'' میں نے اس پر آپ ﷺ سے دوبارہ معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کہو۔ تاکہ ہر ایک ان میں سے تینتیس مرتبہ ہو جائے۔'' (بخاری:843)

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ کہنا میرے نزدیک ہر اس چیز سے محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔(مسلم:6847)

(17) سیدنا ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حسن بن علی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے حسن کے کان میں نماز کی اذان کی طرح اذان دی۔'' (ترمذی:1514)(الارواء:1173)

(18) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ہم (کسی بلندی پر) چڑھتے، تو ﴿اللہ اکبر﴾ کہتے اور جب (کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نشیب میں) اترتے تو ﴿سبحان اللہ﴾ کہتے تھے۔ (بخاری:2993)

(19) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ وَالتَّكْبِيرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ﴾ ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی اونچائی و بلندی پر چڑھو اللہ تعالیٰ کی تکبیر کہو (اللہ اکبر کہتے رہو)۔'' (ترمذی:3445)

(20) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ کا طواف ایک اونٹنی پر سوار ہو کر کیا۔ جب بھی آپ ﷺ حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔ (بخاری:1613)

اٰیَاتُھَا 110 — 18 سُوْرَۃُ الْکَھْفِ مَکِّیَّۃٌ 69 — رُکُوْعَاتُھَا 12

سوال 1: اس سورت کا نام الکہف کیوں ہے؟

جواب: ''کہف'' غار کو کہتے ہیں اور اس سورت میں چونکہ غار والوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس لیے اسے ''الکہف'' کہتے ہیں۔

سوال 2: سورہ الکہف کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورہ الکہف مکی سورت ہے۔ اس میں بارہ رکوع اور 110 آیات ہیں۔

سوال 3: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: ترتیب نزولی کے اعتبار سے 69 ویں سورت ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 18 ہے۔

سوال 4: سورہ الکہف کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کرلیں، وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔'' (صحیح مسلم :1883)

(2) صحیح مسلم میں اوّل و آخر کی فضیلت آئی ہے۔ البانی نے پہلی دس آیات والی روایت کو محفوظ اور راجح قرار دیا ہے۔ (سلسلہ صحیحہ البانی:582)

(3) جو اس کی تلاوت جمعہ کے دن کرے گا آئندہ جمعہ تک اس پر خاص نور اور روشنی باقی رہے گی۔ (صحیح الجامع الصغیر:6470)

(4) اس کو پڑھنے سے گھر میں سکینت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سورۂ کہف پڑھی، ان کے گھر میں گھوڑا بندھا ہوا تھا جو بدکنے لگا تو انہوں نے سلام پھیرا (کیونکہ وہ نماز میں تلاوت کر رہے تھے) کیا دیکھتے ہیں کہ ابر ہے جو سارے گھر میں چھا گیا ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فلاں! تو قرآن پڑھتا رہ۔ یہ سکینت ہے جو قرآن پڑھنے کی وجہ سے اتری۔'' (صحیح بخاری:3614)

سوال 5: یہ سورت کس دور میں نازل ہوئی؟

جواب: یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں پر اہل مکہ کا ظلم و ستم انتہا کو پہنچ رہا تھا، تاکہ اصحاب کہف کا واقعہ سنا کر مسلمانوں کی ہمت افزائی کی جائے اور انہیں بتایا جائے کہ ان سے پہلے مسلمانوں پر اس سے زیادہ ظلم کیا گیا، لیکن ان کے پائے استقامت میں تزلزل نہیں آیا۔ (تیسیر الرحمن:832/1)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی'' (1)

سوال 1: اللہ تعالیٰ لائق حمد و ثنا ہے کہ اس نے قرآن مجید جیسی عظیم کتاب نازل فرمائی، اس کی وضاحت ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ... عِوَجًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی'' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہ اس نے یہ کتاب عزیز اپنے رسول پر نازل فرمائی جو کہ اہل زمین پر نازل ہونے والی نعمتوں میں سب سے عظیم ہے۔ اس لئے کہ یہ کتاب انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتی ہے۔ (تفسیر مراغی:373،372/5)

(2) حمد و ثنا ہے اس ذات کے لئے جس نے محمد ﷺ کو اپنی رسالت کے لئے خاص کیا اور انہیں نبی اور رسول ﷺ بنا کر اپنی مخلوق کی طرف مبعوث کیا اور ان پر مضبوط کتاب نازل فرمائی۔ (جامع البیان:191/15)

(3) اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر حال میں حمد ہے۔ ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاُوۡلٰى وَالۡاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں اُسی کی حکومت ہے اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (القصص:70)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) اللہ تعالیٰ نے بہت سی سورتوں کی ابتداء اور انتہا میں اپنی تعریف بیان کی ہے اور اس اسلوب کلام سے اس جانب اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ ہر حال میں لائق حمد وثناء ہے اور بندوں کو یہ تعلیم دینی بھی مقصود ہوتی ہے کہ ہر مہتم بالشان چیز کی ابتدا اور انتہا اللہ تعالیٰ کی ہی حمد وثنا سے ہونی چاہیے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑائی اس بات پر بیان کی ہے کہ اس نے بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم نازل فرمایا جو اس کی عظیم ترین نعمت ہے۔ (تیسیر الرحمن: 833,832/1)

(5) ﴿وَلَمۡ يَجۡعَل لَّهُۥ عِوَجَا﴾ ''اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی'' اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی دو خوبیاں بیان فرمائیں جو اس بات پر مشتمل ہیں کہ یہ کتاب ہر لحاظ سے کامل ہے۔ یہ دو صفات مندرجہ ذیل ہیں۔ (i) اس کتاب عظیم سے کجی کی نفی۔ (ii) اس بات کا اثبات کہ یہ کتاب کجی دور کرنے والی اور راہ راست پر مشتمل ہے۔ (تفسیر سعدی: 1495/2)

(6) یہ کتاب حق اور صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی حمد سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد بیان کر کے بندوں کی کس طرف راہ نمائی کی ہے؟

جواب: (1) حمد سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذریعے سے، جو کہ صفت کمال ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی اور دینی و دنیاوی نعمتوں کے اظہار و اعتراف کے ذریعے سے اس کی ثنا بیان کرنا اور علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کی جلیل ترین نعمت اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر قرآن نازل کرنا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد بیان کی اور اس ضمن میں بندوں کے لئے اس امر کی طرف راہ نمائی ہے کہ وہ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کریں کہ اس نے ان کی طرف اپنا رسول بھیجا اور کتاب نازل کی۔ (تفسیر سعدی: 1495/2)

﴿قَيِّمًا لِّيُنذِرَ بَأۡسًا شَدِيدًا مِّن لَّدُنۡهُ وَيُبَشِّرَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ

''بالکل سیدھی ہے تاکہ وہ اس کی جانب سے ایک سخت عذاب سے خبردار کر دے اور مومنوں کو خوش خبری دے دے جو لوگ

ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمۡ أَجۡرًا حَسَنًا﴾

نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً ان کے لیے اچھا اجر ہے'' (2)

سوال: قرآن مجید کی خوبیوں کی وضاحت ﴿قَيِّمًا... حَسَنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَيِّمًا﴾ ''بالکل سیدھی ہے'' قرآن مجید کی یہ خوبی ہے کہ یہ ایک مستقیم اور معتدل کتاب ہے، جو بالکل سیدھی اور ٹھیک ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1079/1) (2) استقامت کا اثبات اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ کتاب جلیل ترین امور کا حکم دیتی ہے اور جلیل ترین خبروں سے آگاہ کرتی ہے اور یہ وہ خبریں ہیں جو قلوب انسانی کو معرفت الٰہی اور ایمان و عقل سے لبریز کر دیتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کے افعال کے بارے میں خبریں، نیز گزرے ہوئے اور آئندہ آنے والے غیبی معاملات کی خبریں۔اس کتاب کی استقامت کا اثبات اس امر کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ اس کے اوامر ونواہی نفوس انسانی کا تزکیہ، ان کی نشوونما اوران کی تکمیل کرتے ہیں کیونکہ یہ اوامر ونواہی کامل عدل وانصاف، اخلاص اور اکیلے اللہ رب العالمین کے لئے عبودیت پر مشتمل ہیں۔ یہ کتاب، جس کے مذکورہ بالا اوصاف بیان کئے گئے ہیں، اس بات کی مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نازل کرنے پر اپنی حمد بیان کرے اور اپنے بندے سے اپنی حمد وستائش کا مطالبہ کرے۔(تفسیر سعدی:1496,1495/2)

(3) کتاب کے قیم ہونے سے مراد سیدھا ہونا ہے یعنی انسانوں کے دین ودنیا کے لیے راہ نمائی، حفاظت کرنے والی اور اسلام کے سیدھے اور سچے ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔

(4) قرآن کو ''قیمہ'' کہا، یعنی یہ قرآن نہایت ہی معتدل کتاب ہے، ہر افراط وتفریط سے پاک اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں پر غالب ہے، جس بات کو وہ حق بتاتا ہے وہ حق ہے اور جسے باطل قرار دیتا ہے وہ باطل ہے۔(تیسیر الرحمن:833/1)

(5)﴿لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ﴾ ''تاکہ وہ اس کی جانب سے ایک سخت عذاب سے خبردار کردے'' قرآن کریم کا مشن یہ ہے کہ یہ اہل شرک ومعاصی کو اللہ تعالیٰ کے دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈراتا ہے اور مومنین صالحین کو جنت کی خوشخبری دیتا ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جس میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔(تیسیر الرحمن:833/1)

(6) یعنی اس قرآن کریم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں موجود عذاب سے ڈرائے یعنی اس شخص کو اپنی اس قضاوقدر سے ڈرائے جو اس کے احکامات کی مخالفت کرنے والوں کے لئے ہے۔یہ دنیاوی عذاب اور اخروی عذاب دونوں کو شامل ہے، نیز یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو خوف دلایا ہے اور ان کو ان امور سے ڈرایا ہے جو ان کے لئے نقصان اور ہلاکت کا باعث ہیں جیسا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آگ کا وصف بیان کیا تو فرمایا:﴿ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۚ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔اے میرے بندو! پھر مجھ ہی سے ڈرو۔''(الزمر:16) پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ان لوگوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کر رکھی ہیں جو اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ان سزاؤں کو ان کے سامنے بیان کردیا اور ان اسباب کو بھی واضح کردیا جو ان سزاؤں کے موجب ہیں۔(تفسیر سعدی:1496/2)

(7)﴿وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور مومنوں کو خوش خبری دے دے جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کتاب اس لیے نازل کی ہے تاکہ اپنے رسول کے ذریعے ان لوگوں کو خوش خبری سنائے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان لاکران نیک اعمال کو پورا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب کیے ہیں۔

(8) اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے ان لوگوں کو خوشخبری دیتے ہیں جو اس کتاب پر یقین کر کے اپنے ایمان کو مکمل کرتے ہیں۔ (9) اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے مومن بندوں پر نیک اعمال واجب کیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

(10)﴿اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا﴾ ''یقیناً ان کے لیے اچھا اجر ہے'' اس سے مراد وہ اجر ہے جو ایمان لاکر عمل صالح کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔سب سے بڑا اجر جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔اجر حسن اس بات کی دلیل ہے کہ جنت میں جو کچھ ہوگا بہت خوب ہوگا جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا، نہ کسی انسان کے تصور میں اس کا گزر ہوا۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوۡمُ يَنۡفَعُ الصّٰدِقِيۡنَ صِدۡقُهُمۡ‌ؕ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ‌ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (المائدہ:119)

(11)﴿جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ‌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ رَبَّهٗ﴾ ''ان کی جزا اُن کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اُس سے راضی ہو گئے۔یہ اُسی شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' (البینۃ:8)

﴿مَّاكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا﴾

''وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (3)

سوال:﴿مَّاكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَّاكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' جنت جسے کبھی نہ فنا ہونا ہے، نہ اسے کبھی زوال آنا ہے اس میں وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جو نیک عمل کریں گے۔

(2) یہ اجر حسن کبھی ختم نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ اس کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی جنت میں داخل ہو جائے گا وہ نعمتوں میں ہو جائے گا۔ اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ ہی اس کی جوانی ختم ہوگی۔'' (صحیح مسلم: 7156)

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ (اے جنت والو) تمہارے لیے (یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ) تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔ تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ: ﴿وَنُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَـنَّةُ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اور آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے (نیک) اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔'' (صحیح مسلم: 7157)

﴿وَّيُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾

''اور ان لوگوں کو وہ ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد بنا لی ہے'' (4)

سوال: اس آیت میں نزول قرآن کا جو مقصد بتایا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَّيُنۡذِرَ ... وَلَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) نزول قرآن کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَّيُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ ''اور ان لوگوں کو وہ ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد بنا لی ہے'' یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکوں کو ڈرا دے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی ہے۔

(2) یہ تین طرح کے گروہ تھے (i) مشرک جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (ii) یہود جو کہتے تھے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ (iii) عیسائی جو کہتے تھے مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ (تفسیر مراغی: 373/5)

(3) دُنیا میں انسان کی گمراہی کا سبب یہ ہے کہ انسان ایک اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو اپنا سہارا بنا لے۔ اس کی ایک بُری صورت اللہ تعالیٰ کی اولاد بنانا ہے۔

(4) مشرک کسی علم یا یقین کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں بناتے بلکہ محض گمان اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔

﴿مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ‌ؕ كَبُرَتۡ كَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ‌ؕ

''انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی اُن کے باپ دادا کو۔ بہت بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے

اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا كَذِبًا﴾

وہ صرف جھوٹ ہی کہتے ہیں'' (5)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: ﴿مَا لَهُمۡ ... اِلَّا كَذِبًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ﴾ ''نہیں اس بات کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی اُن کے باپ دادا کو'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ان کے اقوال علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ گمان اور خواہشات نفس کی بنیاد پر ہیں۔ یہ اور ان کے آباؤاجداد علم کے بغیر، دلیل کے بغیر محض جھوٹ اور اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کرتے ہیں۔

(2) یہ مشرکوں کی جانب سے بہت بڑا الزام ہے اور اس سے بڑھ کر بری بات کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کرے؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے، ظالم یقیناً کامیاب نہیں ہوتے۔'' (الانعام:21)

(3) اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کرنا دراصل اس کی ذات میں نقص اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں غیر اللہ کو شریک کرنا ہے۔

(4) ﴿كَبُرَتۡ كَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ﴾ ''بہت بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے'' ان کے منہ سے نکلنے والی بات سراسر جھوٹ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنۡ كُلُّ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِى الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدۡ اَحۡصٰٮهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا ﴿٩٥﴾﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ رحمن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔ کہ انہوں نے رحمن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ رحمن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔'' (مریم:88-95)

(5) ﴿اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ ''وہ صرف جھوٹ ہی کہتے ہیں'' اس جھوٹ میں سچ کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ

Para 15
13

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔'' میں نے عرض کیا: یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے پھر اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے۔'' میں نے پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرو۔'' (بخاری: 4477) (7) غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح بتدریج ان کے قول کا ابطال کیا ہے اور کم تر باطل چیز سے زیادہ باطل چیز کی طرف انتقال کیا ہے، چنانچہ پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی: ﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ﴾ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا ممنوع اور باطل ہے پھر دوسرے مرحلے میں فرمایا کہ یہ انتہائی قبیح قول ہے، فرمایا: ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ﴾ پھر تیسرے مرتبے میں فرمایا کہ یہ محض جھوٹ ہے جو صدق کے منافی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1497/2)

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا﴾

''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' (6)

سوال: نبی ﷺ کو مشرکوں کے ایمان نہ لانے کا بہت غم تھا، اس کی وضاحت ﴿فَلَعَلَّكَ... اَسَفًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا﴾ ''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' نبی ﷺ کو مشرکوں کے ایمان نہ لانے کا بہت غم تھا۔

(2) ﴿بِهٰذَا الْحَدِیْثِ﴾ ''اس کلام پر'' سے مراد قرآن کریم ہے۔ رب العزت نے اپنے رسول کو تسلی دی ہے کہ آپ اپنی جان کیوں گھلا رہے ہیں؟

(3) اگر یہ ایمان نہیں لاتے ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ﴾ ''چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے۔'' (فاطر: 8)

(4) ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ﴾ ''یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔'' (النمل: 80)

(5) ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ ''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے؟‘‘(الشعراء:3)

(6)﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾’’اور آپ ان پر غم نہ کریں اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ بُری تدبیریں کرتے ہیں۔‘‘(النمل:70)

(7)﴿بَاخِعٌ﴾’’ہلاک کرنے والے ہیں‘‘یعنی غم کے مارے اپنی جان کو ہلاک کردیں گے۔﴿بَاخِعٌ نَّفْسَكَ﴾قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اس سے مراد ہے کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو ہلاک کرڈالیں گے۔(جامع البیان:196/15)

(8)اپنی جان نہ گھلاؤ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہو۔جو ہدایت کے راستے پر آ گیا اسے خود فائدہ ہوگا۔جو گمراہی پر قائم رہا اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔

(9)آپ ﷺ کا اجروثواب تو واجب ہو چکا،رہی ان کی بات جو ایمان نہیں لاتے تو اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے دل میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ضرور انہیں ہدایت دے دیتا﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾’’یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے‘‘(القصص:56)

(10)سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اعتراف کیا﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ﴾اُس نے کہا:’’اے میرے رب! یقیناً میں اپنی ذات اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا۔‘‘(المائدہ:25)

(11)﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾’’آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔‘‘(الغاشیہ:22)

(12)سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگیں اور وہ ان کو اس آگ سے دور ہٹا تا رہے۔میں بھی تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جاتے(اور نارِ جہنم میں گرتے جاتے)ہو۔‘‘(مسلم:5958)

(13)نبی ﷺ کو مشرکوں کے ایمان نہ لانے کا بے حد ملال ہوتا تھا۔آپ ﷺ سب لوگوں کی ہدایت کے لیے بے حد کوشش کرتے تھے،جب لوگ جھٹلاتے تو ان پر رحم کی وجہ سے غم زدہ ہوتے تھے اس لیے رب العزت نے تسلی دی کہ آپ ﷺ قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں۔

(14)نبی ﷺ کا یہ حزن قلب پاک سے الگ نہ ہوا۔بسا اوقات تہجد میں سارا سارا وقت امت کے لئے دعا کرنے میں وقف کر دیتے۔ایک رات کا واقعہ ہے کہ صرف اسی آیت کے دہرانے میں پوری رات گزار دی۔﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اگر تو ان کو سزا دے تو یقیناوہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو یقینا تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (المائدہ:118) (رحمۃ للعالمین)

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾

''یقینا ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کی زینت بنایا ہے تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ اُن میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے'' (7)

سوال: دُنیا آزمائش کا گھر ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّا جَعَلْنَا... عَمَلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا﴾ ''یقینا ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کی زینت بنایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے زمین پر جو کچھ ہے سب کو زینت بنایا ہے۔ مثلاً مال، اولاد، نباتات، معدنیات، زمین کے خزانے، جانور وغیرہ۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ اُن میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے'' یعنی کون زیادہ خالص اعمال پیش کرتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے دنیا کا یہ گھر آزمائش کے لیے بنایا ہے، یہ ہمیشہ رہنے والا گھر نہیں۔ (4) دنیا دار الامتحان ہے، دار القرار نہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے زمین پر مختلف قسم کے حیوانات پیدا کئے اور اسے درختوں، نہروں اور پھول پتیوں سے زینت بخشی، اور انواع و اقسام کی نعمتوں سے اسے بھر دیا، تا کہ دیکھے کہ کون رنگ رلیوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون شہوتوں اور خواہشات پر غالب آ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کو ترجیح دیتا ہے۔ (تیسیر الرحمن:833/1)

(6) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا بڑی میٹھی اور سرسبز (یعنی پرکشش) ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تم کو (زمین میں) جانشین بنائے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ پس (اس میٹھی اور پرکشش) دنیا سے بچ کر رہو اور عورتوں سے بھی محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے پیدا ہوا۔'' (صحیح مسلم:6948)

(7) سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقیری کا ڈر نہیں، لیکن مجھے اس کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی تھی، پھر تم دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے جیسے اگلے لوگ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے اور وہ دنیا تمہیں ہلاک کر دے جیسے اس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔'' (صحیح مسلم:7425)

﴿وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا﴾

''اور جو بھی زمین پر ہیں بلاشبہ ہم اُسے ضرور صاف میدان بنا دینے والے ہیں'' (8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: دُنیا فنا ہو جانے والی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ... جُرُزًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا﴾ ''اور جو بھی زمین پر ہیں بلاشبہ ہم اُسے ضرور صاف میدان بنا دینے والے ہیں'' دنیا فنا ہونے والی ہے اس کی رونق ویرانی سے بدلنے والی ہے، اس کی ہر چیز ختم ہو کر چٹیل میدان بننے والی ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ (۲۷) وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۸)﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم بنجر زمین کی طرف پانی ہانک کر لاتے ہیں پھر ہم اُس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے اُن کے جانور بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی، تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' (السجدہ:28،27) (3) ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ ''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے۔'' (الرحمٰن:26)

(4) ﴿وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (۱۰۵) فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا (۱۰۶) لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (۱۰۷)﴾ ''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا۔ آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ۔'' (طٰہٰ:105-107)

سوال 2: زمین کی دل فریبیوں کے انجام سے کس حقیقت کا پتہ چلتا ہے؟

جواب: زمین کی دل فریبیوں کے انجام سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ (i) زمین کی دل فریبیاں عارضی ہیں۔ (ii) زمین کی دل فریبیاں مقررہ مدت تک ہیں۔ زمین کی یہ حیثیت اور اس کی رونقیں ختم ہونے والی ہیں۔

سوال 3: جو اس دنیا کے باطن پر نظر ڈالتا ہے اسے دنیا اور خود اپنے مقاصد کے بارے میں کیا علم ہوتا ہے؟

جواب: جو اس دنیا کے باطن پر نظر ڈالتا ہے اسے دنیا اور خود اپنے مقاصد کا علم ہوتا ہے۔ وہ اس دنیا سے صرف اتنا استفادہ کرتا ہے جس سے وہ اپنے مقاصد کے حصول میں مدد لے سکے جن کے لئے اس کو تخلیق کیا گیا ہے اور اپنی عمر میں فرصت کو غنیمت جانتا ہے۔ وہ دنیا کو راہ گزر سمجھتا ہے، آرام کی منزل نہیں۔ وہ اسے انتہائی دشوار اور تکلیف دہ سفر سمجھتا ہے، عیش و آرام کا گھر نہیں۔ پس وہ اپنے رب کی معرفت کے حصول، اس کے احکام کے نفاذ اور اپنے اعمال کو مقام احسان پر پہنچانے کے لئے پوری جدوجہد کرتا ہے۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین منازل میں قیام کرے گا۔ وہ ہر قسم کے اکرام و تکریم، نعمتوں اور مسرتوں کا مستحق ہوگا۔ جب فریب خوردہ لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے تھے تو اس شخص کی نظر دنیا کے باطن پر تھی، جب لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصول دنیا کے لئے کام کرتے تھے تو یہ اپنی آخرت کے لئے کام کرتا تھا۔دونوں فریقوں میں بہت بڑا فرق اور دونوں گروہوں کے درمیان بہت بڑا تفاوت ہے۔(تفسیر سعدی:1499/2)

﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا﴾

''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے؟'' (9)

سوال 1: اصحاب کہف کے واقعے کی وضاحت ﴿اَمْ حَسِبْتَ ... عَجَبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا﴾ ''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے؟'' یہاں اصحاب کہف کا واقعہ مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

(2) اصحاب کہف کے قصہ اور ان کے واقعات کو اللہ تعالیٰ کی آیات کے سامنے انہونی بات، اس کی حکمت میں انوکھا واقعہ نہ سمجھو اور نہ یہ سمجھو کہ اس کی کوئی نظیر نہیں اور اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار تعجب خیز معجزات ہیں جو اصحاب کہف کے معجزے کی جنس میں سے ہیں یا اس سے بھی بڑے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے بندوں کو آفاق اور ان کے نفوس میں اپنی نشانیاں دکھاتا رہا ہے جن سے حق و باطل اور ہدایت وضلالت واضح ہوتے ہیں۔نفی سے مراد یہ نہیں کہ اصحاب کہف کا قصہ عجائبات میں سے نہیں بلکہ یہ قصہ تو اللہ تعالیٰ کے معجزات میں سے ہے اور اس سے صرف یہ مراد ہے کہ اس جنس سے اور بہت سے معجزات ہیں، اس لئے صرف اس ایک معجزے پر تعجب کے ساتھ ٹھہر جانا علم وعقل میں نقص ہے۔بندہ مومن کا وظیفہ تو یہ ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان تمام آیات میں غور وفکر کرے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو غور وفکر کی دعوت دی ہے۔کیونکہ غور وفکر ایمان کی کلید اور علم وایقان کا راستہ ہے۔(تفسیر سعدی:1500/2)

(3) الکہف سے مراد پہاڑ کے اندر ایک غار ہے، اور رقیم سے مراد کتبہ ہے جس پر اصحاب کہف کے نام اور ان کا واقعہ درج تھا کہ وہ طویل زمانے تک اس غار میں پڑے رہے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واقعات تو بہت بڑے ہیں۔آسمان اور زمین کی پیدائش، رات اور دن کا آنا جانا، نظام شمسی اور سورج اور چاند کا تابع ہونا سب تعجب خیز واقعات ہیں اور اس سے بھی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم کتاب وسنت ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے جو علم نبی ﷺ کو دیا اور اُمی ہونے کے باوجود جس طرح آپ ﷺ کے توسط سے دنیا کے امن کے لیے علم وعمل کے جو طریقے کتاب وسنت کے ذریعے سکھائے وہ غار اور کتبے والوں سے زیادہ تعجب خیز ہیں۔

سوال 2: اصحاب کہف کا واقعہ یہاں لائے جانے کی حکمت واضح کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اصحاب کہف کا واقعہ یہاں یہ حقیقت واضح کرنے کے لیے لایا گیا ہے کہ جب دلوں کے اندر ایمان اُتر جاتا ہے تو دل کیسے سکون اور اطمینان سے بھر جاتے ہیں اور دُنیا کی دلکشیاں اور دل فریبیاں ایسے لوگوں کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

سوال 3: اصحاب کہف کے واقعے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اصحاب کہف کا واقعہ بتاتا ہے کہ سچے اہل ایمان کی زندگی میں ایسے شدید حالات پیدا ہوتے ہیں کہ انہیں کسی غار میں پناہ لینی پڑ جاتی ہے۔

(2) یہ واقعہ بتاتا ہے کہ زندہ انسانوں کے لیے بظاہر جو غار، قبر یا مشکل حالات موت کے مترادف ہوتے ہیں وہیں سے زندگی اور حرکت پھوٹ نکلتی ہے۔

(3) یہ واقعہ بتاتا ہے کہ ایمان والوں کی تاریخ بدلنے کے لیے جب ماحول میں مخالفت شدید ہو جاتی ہے اور بظاہر یوں لگتا ہے کہ ایمان والے ختم ہو جائیں گے وہیں سے نئی تاریخ کا آغاز ہو جاتا ہے۔

سوال 4: ''رقیم'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) کچھ لوگوں کے نزدیک رقیم سے مراد وہ بستی ہے جس سے اصحاب کہف گئے تھے۔

(2) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ وہ پہاڑ ہے جس میں غار واقع تھا۔

(3) کچھ لوگوں نے رقیم کو مرقوم کے معنوں میں لیا اور کہا کہ یہ ایک تختی ہے جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے ہوئے ہیں اُسے رقیم کہتے ہیں۔ (4) جدید تحقیقات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس پہاڑ میں غار واقع ہے اس کے قریب ایک آبادی ہے جسے الرقیب کہتے ہیں جو ''رقیم'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

سوال 5: اصحاب کہف کون تھے؟

جواب: کہا یہ جاتا ہے کہ مسیحی تاریخ میں جنہیں (Seven Sleepers) سات سونے والے کہا گیا وہ اصحاب کہف ہیں۔ اگر وہ اصحاب کہف ہیں تو یہ واقعہ افسس (Ephesus) کا ہے۔ یہ قدیم زمانے کا شہر ہے جو ترکی کے مغربی ساحل پر واقع تھا جس کے کھنڈر آج بھی پائے جاتے ہیں۔ 251-249 ق م میں اس علاقے میں رومی حکمران ڈیسس (Desues) کی حکومت تھی۔ یہاں چاند کی پوجا کی جاتی تھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کے توسط سے جب توحید کی دعوت پھیلنے لگی تو بادشاہ برداشت نہیں کر سکا۔ اصحاب کہف افسس کے اعلیٰ گھرانوں کے سات نوجوان تھے جنہوں نے توحید کی دعوت قبول کر کے دوسروں تک پہنچانی شروع کر دی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّ ہَیِّیٴۡ

’’جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر

لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا﴾

اور ہمیں ہمارے کام میں راہ نمائی عطا فرما دیجئے‘‘(10)

سوال 1: وہ چند نوجوان تھے جو حفاظت دین کے لیے اس غار میں آچھپے تھے، واقعے کی وضاحت ﴿اِذۡ اَوَی... رَشَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ﴾ ’’جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی‘‘ وہ چند نوجوان تھے جو سیدھے راستے پر تھے اور حق کی طرف مائل تھے، وہ دین کی حفاظت کی خاطر اور اپنی قوم کے فتنے اور عذاب سے بچنے کے لئے ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ جب وہ نوجوان غار میں داخل ہو رہے تھے تو اپنے رب سے دعا کر رہے تھے۔

(2) ﴿فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً﴾ ’’تو اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر‘‘ یعنی اپنی رحمت کے ذریعے ہمیں نیکی کی توفیق دے، اور برائی سے بچا لے اور ثابت قدمی عطا فرما۔

(3) رحمت سے مراد آخرت میں مغفرت، دشمنوں سے امن میں ہونا اور دنیا کا رزق ہے۔ (فتح القدیر: 842/3)

(4) ﴿وَّ ہَیِّیٴۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا﴾ ’’اور ہمیں ہمارے کام میں راہ نمائی عطا فرما دیجئے‘‘ یعنی رشد و ہدایت تک پہنچانے والا ہر راستہ ہمارے لئے آسان فرما دے اور ہمارے دینی اور دنیاوی امور کی اصلاح کر۔ پس وہ کوشش کے ساتھ اپنی قوم کی تعذیب اور فتنہ سے فرار ہو کر ایسے محل و مقام کی طرف بھاگے جہاں ان کے لئے چھپنا ممکن تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ اور اپنے نفس اور مخلوق پر بھروسہ کئے بغیر، اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے آسانی کا سوال کرتے رہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی اور ان کے لئے ایک ایسا امر مقرر کر دیا جو ان کے گمان میں بھی نہ تھا۔ (تفسیر سعدی: 1500/2)

(5) نبی ﷺ دعا کرتے تھے: ﴿اَللّٰھُمَّ اَحۡسِنۡ عَاقِبَتَنَا فِی الۡاُمُوۡرِ کُلِّھَا وَاَجِرۡنَا مِنۡ خِزۡیِ الدُّنۡیَا وَ عَذَابِ الۡاٰخِرَۃِ﴾ ’’اے اللہ ہمارے تمام امور کے انجام کو اچھا بنا دے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے پناہ دے۔‘‘ (احمد: 17628)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: اصحاب کہف کے واقعے میں نوجوانوں کے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: (1) اصحاب کہف کے واقعے میں نوجوانوں کے لیے بڑا سبق ہے۔ آج کا نوجوان فضول کاموں میں وقت برباد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ نہیں کرتا جب کہ اصحاب کہف نے اپنے وقت کو بچایا اور دُنیا کے سب سے بڑے کام یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کو بچانے کی اور اُس کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔

(2) اصحاب کہف نے اپنی جوانیاں رب کے نام لگا دی تھیں۔ آج کے نوجوانوں کو بھی اپنی جوانیاں اور صالحیت رب کی عبادت میں گزارنے کی ضرورت ہے۔

(3) اصحاب کہف نے اپنی زندگی کی حقیقت سمجھ لی تھی کہ زندگی عارضی ہے۔ لوٹ کر رب کے پاس جانا ہے۔ آج کے نوجوان کو بھی اس دھوکے میں نہیں رہنا چاہیے کہ ابھی بہت عمر پڑی ہے آخری عمر میں نیکی کا راستہ اختیار کرلیں گے۔

ـ در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است

یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیز گار

جو فضلیت جوانی میں عبادت اور تقویٰ کی ہے وہ بڑھاپے میں کہاں ہے! بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیز گار ہو جاتا ہے۔

سوال 3: اصحاب کہف نے غار میں کیوں پناہ لی؟

جواب: اصحاب کہف نے حکومتی سختیوں کی وجہ سے شہر سے نکل کر قریبی پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔

سوال 4: اصحاب کہف غار میں کیا چھپانے گئے تھے؟

جواب: اصحاب کہف غار میں اپنا ایمان چھپانے گئے تھے کیونکہ لوگوں کے درمیان آزاد رہتے ہوئے وہ اپنا ایمان نہیں چھپا سکتے تھے۔

سوال 5: اصحاب کہف نے غار میں کس چیز کی دُعا کی تھی؟

جواب: اصحاب کہف نے غار میں اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کی تھی اور اپنے معاملے کی درستگی کے لیے دُعا کی تھی۔

﴿فَضَرَبۡنَا عَلٰۤی اٰذَانِہِمۡ فِی الۡکَہۡفِ سِنِیۡنَ عَدَدًا﴾

”چنانچہ ہم نے گنتی کے کئی سال تک اس غار میں اُن کے کانوں پر پردہ ڈال دیا“ (11)

سوال 1: غار میں گھس کر یہ نوجوان سو گئے، اس کی وضاحت ﴿فَضَرَبۡنَا ... عَدَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا﴾ ''چنانچہ ہم نے گنتی کے کئی سال تک اس غار میں اُن کے کانوں پر پردہ ڈال دیا'' اللہ تعالیٰ نے غار میں گھستے ہی ان پر نیند ڈال دی۔

(2)﴿سِنِيْنَ عَدَدًا﴾ ''گنتی کے کئی سال'' یہ تین سونو سال کا عرصہ ہے۔ وہ برسوں سوتے رہے۔

(3) اصحاب کہف کی نیند میں ان کی حفاظت اور اطمینان دونوں ہی شامل تھے۔ ان کی نیند میں دل کا اضطراب اور خوف نہیں تھا۔

سوال 2: پردے ڈالنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے گہری نیند سلا دیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے کانوں پر پردے کیوں ڈال دیئے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے کانوں پر پردے اس لیے ڈالے تھے تاکہ باہر کی آوازوں سے اُن کی نیند میں خلل نہ آئے۔

ع 1 12 13

﴿ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا﴾

''پھر ہم نے اُنہیں اُٹھایا کہ ہم جان پائیں کہ دونوں گروہوں میں سے کون سا گروہ مدت کو بہتر شمار کرنے والا ہے، جو وہ ٹھہرے؟'' (12)

سوال 1: وہ ایک طویل مدت کے بعد بیدار ہوئے، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... اَمَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا﴾ ''پھر ہم نے اُنہیں اُٹھایا کہ ہم جان پائیں کہ دونوں گروہوں میں سے کون سا گروہ مدت کو بہتر شمار کرنے والا ہے، جو وہ ٹھہرے؟'' یعنی ہم نے انہیں طویل نیند سے اٹھایا تاکہ ہم دیکھیں کون نیند کی مدت کو ٹھیک ٹھیک شمار کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''کتنی دیر رہے ہو تم؟'' انہوں نے کہا: ''ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں۔'' وہ بولے کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی دیر رہے ہو؟ چنانچہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنے یہ چاندی (کے سکے) دے کر شہر بھیجیں، پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ زیادہ صاف ستھرا کھانا کہاں ہے؟ پھر اسی میں سے کچھ تمہارے کھانے کو لائے اور وہ نرمی اور باریک بینی کی کوشش کرے اور تمہارے متعلق کسی کو ہرگز نہ معلوم ہونے دے۔'' (الکھف:19)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) یعنی وہ اٹھیں اور ایک دوسرے سے سونے کی مدت، اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور رحمت کے بارے میں سوال کریں۔ اگر وہ ہمیشہ سوتے رہتے تو کسی کو واقعہ کی اطلاع نہ ہوتی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو اُٹھانے کا کیا مقصد بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے تا کہ پتہ چل جائے کہ اس مدت کو کس نے زیادہ یاد رکھا ہے۔

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ

''ہم اُن کا برحق قصہ آپ پر بیان کرتے ہیں، بلاشبہ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى﴾

اور ہم نے اُنہیں ہدایت میں زیادہ کیا تھا'' (13)

سوال 1: اصحاب کہف کے واقعے کی وضاحت ﴿نَحْنُ ... هُدًى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''ہم اُن کا برحق قصہ آپ پر بیان کرتے ہیں'' یہاں سے اصحاب کہف کے واقعے کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے سچائی کے ساتھ اپنے نبی سے اس قصے کو بیان کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

(2) ﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ﴾ ''بلاشبہ وہ چند نوجوان تھے'' اصحاب کہف کے واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ وہ چند نوجوان تھے۔

(3) ﴿اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ﴾ ''جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے'' جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے مگر ان کی قوم ایمان نہ لائی تھی۔ (4) یہ نوجوان اپنی مشرک قوم کے برعکس اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عقیدہ میں ایسی پختگی دی کہ انہوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کی راہ اختیار کر لی اور تمام دنیاوی آرام و آسائش سے منہ موڑ کر غار میں رہنا گوارا کیا۔ (تیسیر الرحمن: 835/1)

(5) حافظ ابن کثیر نے ﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ﴾ سے استنباط کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بوڑھوں کے مقابلہ میں نوجوان حق کو جلد قبول کرتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن: 835/1)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو نوجوان ہی بھیجا اور یہ آیت تلاوت کی ﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ﴾ ''لوگوں نے کہا: ''ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے۔'' (الانبیاء:60)

(7) وہ سرکش بوڑھوں سے اچھے تھے جو باطل پر ڈٹے ہوئے تھے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی باتیں قبول کرنے والے تھے۔ قریش کے عام معمر لوگ شرک پر ہی قائم رہے اور چند کے سوا ان میں سے کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ ٹھیک اسی طرح پروردگار عالم نے اصحاب کہف کے بارے میں بتایا کہ وہ بھی نوجوان ہی تھے۔ (مختصر ابن کثیر:1083/1)

(8) ﴿وَزِدۡنٰهُمۡ هُدًى﴾ ''اور ہم نے انہیں ہدایت میں زیادہ کیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی قدر کی اور ان کی ہدایت میں اضافہ فرمایا۔

(9) اللہ تعالیٰ نے ان کے اپنے رب پر ایمان کو اور ان کی دینی بصیرت کو بڑھا دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے گھروں سے جدائی کو قبول کر لیا۔ (جامع البیان:208/15)

(10) ربیع بن انس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے انہیں اخلاص میں بڑھا دیا تھا۔ (الدر المنثور:36/4)

(11) امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں باب باندھا ہے: الایمان یزید و ینقص ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔ (12) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عمل صالح کو آسان کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف کٹ کر رہنے اور لوگوں سے دوری اور دنیا سے بے رغبتی یہ ایمان میں اضافے والے کام ہیں۔ (المحرر الوجیز:501/3، قرطبی:264/5)

سوال 2: ہدایت سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ کن لوگوں کی ہدایت میں اضافہ فرماتے ہیں؟

جواب: (1) ہدایت سے مراد علم نافع اور عمل صالح ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ ایمان لا کر ہدایت کے راستے پر استقامت سے چلنے کی وجہ سے ہدایت میں اضافہ فرماتے ہیں یعنی جو ایمان لانے کے بعد مسلسل علم نافع کے حصول کے لئے کوشش کرتا رہے اور عمل صالح کے لئے مسلسل بھاگ دوڑ کرے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا زَادَهُمۡ هُدًى وَّاٰتٰهُمۡ تَقۡوٰهُمۡ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی، اس نے ان کو ہدایت میں بڑھا دیا اور انہیں اُن کو تقویٰ عطا کیا۔'' (محمد:17)

(4) ﴿وَاِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ اَيُّكُمۡ زَادَتۡهُ هٰذِهٖۤ اِيۡمَانًا‌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فَزَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّهُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ﴾ ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔'' (التوبہ:124)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل کی تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمانوں اور زمین کے لشکر اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (الفتح:4)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے بارے میں سچائی کو کیسے واضح فرمادیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (1) وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت میں ترقی عطا کی تھی۔ (3) اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان پر ثابت قدمی عطا کی تھی۔

(4) وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اُٹھے تھے اور اعلان کیا تھا کہ ہم اس کے سوا کسی کو معبود نہیں بنائیں گے۔

﴿وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

''اور ہم نے اُن کے دلوں پر بند باندھ دیا، جب وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے،

لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا﴾

ہم اُس کے سوا ہرگز کسی کو معبود نہ پکاریں گے، بلاشبہ تب تو ہم نے بالکل ہی حد سے گزری ہوئی بات کہی'' (14)

سوال 1: اصحاب کہف کے دلوں کو مضبوط کر دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَّرَبَطْنَا ... شَطَطًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ﴾ ''اور ہم نے اُن کے دلوں پر بند باندھ دیا'' یعنی ہم نے انہیں صبر الہام کیا اور ان کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کیا۔ (جامع البیان:208/15)

(2) یعنی ہم نے انہیں صبر وثبات عطا کیا اور انہیں پریشانیوں میں اطمینان عطا کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے مجاہدہ کرنے کے لیے انہیں صبر سے قوت دی اور انہیں شیطان سے جنگ کے لیے شجاعت عطا کی اور دین کے ساتھ اجنبی جگہوں پر جانے اور نفس کی مخالفت اور حسی لذات اور جسمانی عیش وآرام کی چیزیں ترک کرنے اور کلمۃ اللہ اور کلمہ توحید کے قیام کے لیے شجاعت عطا کی اور یہ بھی کہا گیا کہ انہیں کلمہ توحید کے قیام اور دین پر استقامت کے اظہار اور جابر بادشاہ کے سامنے حق کی دعوت پیش کرنے کی جرأت عطا کی تھی۔ (تفسیر قاسمی:12/11)

(4) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے انہیں لوگوں کی مخالفت پر صبر عطا کیا اور ان کے عقیدے پر ثبات اور قوت عزیمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الہام کی۔(تفسیر منیر:240/8)

(5)اللہ تعالیٰ دلوں کو کمزور کرنے والی رکاوٹوں کو دور کر دیتا ہے مثلاً (i)اصحاب کہف نے ہجرت کی تھی اور اپنے گھر والوں سے جدائی اختیار کی تھی اُس جدائی کے صدمے کو برداشت کرنے کا حوصلہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔(ii)اصحاب کہف نے عیش وعشرت کی زندگی سے محرومی کا صدمہ اُٹھایا تھا اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور اُن کے دل اُن مصیبتوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہوئے۔(iii)اللہ تعالیٰ نے انہیں عقیدے میں پختہ کر دیا تھا۔جس سچائی کو اُنہوں نے جانا تھا اس کو اُنہوں نے اپنا لیا۔اُس پر استقامت اختیار کر لی۔اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں یہ یقین بٹھایا تھا اس طرح اُن کے دل مضبوط ہو گئے تھے۔

(6)﴿اِذْ قَامُوْا﴾"جب وہ کھڑے ہوئے"(i)یعنی جب وہ اُٹھے۔یہ اُٹھنا عام لوگوں کی طرح اپنی ضروریات،اپنے رزق،اپنی خواہشات اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے نہیں تھا۔(ii)اصحاب کہف کے قیام سے بعض مفسرین نے یہ مراد لی ہے کہ بادشاہ کے دربار میں جب انہیں طلب کیا گیا تو اُنہوں نے توحید کا وعظ بیان کیا۔(iii)اصحاب کہف کے اُٹھنے سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچانے کے لیے اس کی دعوت وتبلیغ کے لیے اُٹھنا ہے جس کے بعد اُن کی مخالفت زور پکڑ گئی۔ اس کا ثبوت آیت کے اگلے حصے سے ملتا ہے کہ ہمارا رب وہی ہے جو زمین وآسمان کا رب ہے اور ہم اُسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود نہ بنائیں گے اگر ہم ایسا کریں گے تو سیدھے راستے سے ہٹ جائیں گے۔

(7)﴿فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾"تو انہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے"بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ایک دوسرے کو توحید کے وہ دلائل سنائے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں ڈالے تھے۔

(8)یعنی جس نے ہمیں پیدا کیا،ہماری پرورش کی،جو ہمیں رزق عطا کرتا ہے اور ہماری تدبیر کرتا ہے وہی تمام کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔وہ ان عظیم مخلوقات کو پیدا کرنے میں منفرد ہے۔یہ بت اور خود ساختہ معبود اس کائنات کے خالق نہیں ہیں جو کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں نہ رزق دے سکتے ہیں،وہ کسی نفع ونقصان کے مالک ہیں نہ موت وحیات کے اور نہ موت کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں۔پس انہوں نے توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال کیا۔(تفسیر سعدی:1502/2)

(9)﴿لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا﴾"ہم اُس کے سوا ہرگز کسی کو معبود نہ پکاریں گے"یعنی ہم مخلوق میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود نہیں بنائیں گے۔

(10)﴿لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا﴾"بلاشبہ تب تو ہم نے بالکل ہی حد سے گزری ہوئی بات کہی"یعنی اگر ہم نے کسی اور کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معبود مان لیا تو انتہائی غلط بات مان لی کیونکہ شرک باطل، لغو اور بے ہودہ چیز ہے۔

(11) ﴿شَطَطًا﴾ ''بالکل ہی حد سے گزری ہوئی'' حق سے دور، حد سے تجاوز کرنے والی بات کہی۔ (تفسیر منیر: 240/8)

(12) یہ دلیل ہے کہ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت عطا کی گئی تھی اور انہیں اپنے رب کی مکمل معرفت حاصل تھی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی ذات کے شعوری تعلق اور اس سے محبت کو دین اسلام میں کیا درجہ حاصل ہے؟

جواب: (1) یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ انسانی اعمال کے انضباط کا انحصار فکری یکجہتی و پاکیزگی پر ہے۔

(2) فکری یکجہتی و پاکیزگی کے لئے کسی ایسی ہستی کے ساتھ تعلق ضروری ہے جو انسان کے مادی اور حسی ماحول سے بالاتر ہو۔

(3) اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کے شعوری تعلق کو بنیاد بنایا ہے۔

(4) قرآن وسنت کی نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں توحید معبودیت اور توحید ربوبیت کے ادراک سے عبودیت کا شعور پختہ ہوتا ہے، وہاں محبت الٰہی بندہ کی حیات دینی کا مقصود قرار پاتی ہے۔

(5) اس امر کا اہتمام کیا گیا کہ تعلق باللہ ذات کے شعور و لاشعور کا حصہ بن جائے۔ نبی ﷺ نے بچے کے کان میں اذان کہنے کا طریقہ اختیار فرمایا تا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا وہ احساس تازہ ہو جائے جو عہد الست میں پیدا ہوا تھا۔

(6) تعلق باللہ ہی وہ واحد اساس ہے جو انسان کو راست روی کی طرف متوجہ کرتی ہے اور پیغمبرانہ طریق تربیت کی بنیاد ہے۔

(7) نبی ﷺ انسان کو ایسی تربیت مہیا کرتے ہیں کہ انسان ہر لحہ اپنے رب سے خاص تعلق رکھتا ہے اور تعامل کی الٰہی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس میں خشیت الٰہی اور محبت رب کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیے گئے منہج زندگی کی جانب رجوع کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ اس کی خلوتیں ہوں یا جلوتیں، عبادت ہو یا عملی جدوجہد، صنعت وتجارت کی مصروفیات ہوں یا کاروبار سیاست، صلح وآشتی کے لمحات ہوں یا نزاع وجنگ کے اوقات، اس تعلق کی معراج یہ ہے کہ حب الٰہی ہر حال میں غالب ہو۔

(8) اللہ تعالیٰ کی محبت کا تمام محبتوں پر غالب آنا اس تعلق کا فطری نتیجہ ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ''اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں، وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں۔'' (البقرہ: 165)

(9) اس اجمال کی تفصیل ایک اور آیت میں بیان فرما دی تا کہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبۃ:24)

(10) کتبِ حدیث میں ﴿اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ﴾ کے ابواب میں نبی ﷺ کے مختلف ارشادات منقول ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حبِ الٰہی کمالِ ایمان و دین ہے۔

(11) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پا لیا: اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت رکھے، تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔'' (صحیح بخاری:16)

(12) بندہ جب اپنے رب کی محبت کو اپنے قلب و دماغ میں نشو و نما دیتا ہے اور اس کے فکر و عمل کے دائرے اس مرکز سے شروع ہوتے ہیں اور یہیں ختم ہوتے ہیں تو پھر اسی محبوبیت و معیت کا مقام حاصل ہوتا ہے جو فی الواقع فرد کی زندگی میں معراج کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن پاک میں اس معیت کی جانب یوں اشارے ملتے ہیں ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔'' (النحل:128) (13) مصائب و مشکلات میں یہ معیت سکون و اطمینان اور اعتماد و شجاعت کا باعث ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے احساسِ معیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا: ﴿اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ﴾ ''بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے، یقیناً وہ میری راہ نمائی کرے گا۔'' (الشعراء:62)

(14) نبی ﷺ نے ہجرت کے موقع پر اس حساس معیت کا اظہار اس تبلیغی انداز سے فرمایا کہ قلب و جان، سکون و طمانیت سے معمور ہو جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ''غم نہ کرو! یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔'' (سورہ التوبہ:40)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15) رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس رویہ کی وضاحت فرمائی ہے جو بندے کی محبت کے نتیجے میں ظاہر ہوتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو سیدنا جبریل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ پھر سیدنا جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے۔تم بھی اس سے محبت کرو پھر آسمان والے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس بندے کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھ دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو سیدنا جبریل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں تو بھی اسے ناپسند کر۔ سیدنا جبریل علیہ السلام بھی اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ناپسند کرتا ہے تم بھی اسے ناپسند کرو۔ وہ بھی اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین میں بھی ناپسندیدگی رکھ دی جاتی ہے۔'' (مسلم:6705) جب مقصود قرب الٰہی ہے تو اس کے حصول کا طریقہ بھی آنا چاہیے۔قرآن وسنت نے محبت خداوندی اور معیت الٰہیہ کے حصول کا طریق بھی بیان کیا تا کہ مسلمان کو کسی طرح کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔'' (آل عمران:31)

(16) نبی ﷺ کی اتباع محبوبیت الٰہی کا باعث ہے یہی وہ معیار ہے جس سے راستے اور منزل کا صحیح تعین ہوتا ہے۔

(17) آپ ﷺ نے اس طریقے کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ حدیث قدسی ہے: ''اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں، اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں۔'' (صحیح بخاری:6502)

(18) سورہ المزمل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابتدائی آیات دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نبی ﷺ کو جن اعمال کا حکم ہو رہا ہے وہی فی الحقیقت قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿1﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿2﴾ نِّصْفَهٗٓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾﴾ ”اے چادراوڑھنے والے! رات کو قیام کرو مگر کم۔ آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو۔ یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔ بلاشبہ رات کا اُٹھنا نفس کو زیادہ پامال کرنے والا اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے۔ یقیناً دن میں آپ کے لیے لمبے کام ہیں۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو۔ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ۔ اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔ اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو۔“ (المزمل: 1-11)

(19) گویا تعلق باللہ کو مستحکم کرنے کے لئے عبادت، ذکر الٰہی، مجاہدہ نفس، اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس اور دعا وہ عناصر ہیں جنہیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ دین کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ قرآن و سنت اور دینی ادب میں ان موضوعات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ یہاں صرف اشارات سے کام لیا گیا ہے۔ (انسان کامل: 264-268)

﴿هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ

”ہماری اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں، وہ ان کے حق میں کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾

چنانچہ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟“ (15)

سوال: اصحاب کہف کے وعظ کی وضاحت ﴿هٰٓؤُلَآءِ ... كَذِبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً﴾ ”ہماری اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں“ اصحاب کہف اپنی قوم کے شرک کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ہماری قوم تو کھلی مشرک ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو معبود بنا رکھا ہے۔

(2) ﴿لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ﴾ ”وہ ان کے حق میں کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟“ یہ شرک پر کوئی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کھلی دلیل کیوں نہیں لے کر آتے۔انہوں نے واضح کیا کہ شرک یقین پر نہیں جہالت اور گمراہی پر مبنی ہے۔

(3) یہ بات اسلامی عقیدے کا حصہ ہے کہ انسان جو طریقہ زندگی اختیار کرے اس کے پاس اُس کے لیے ایسی دلیل ہو جو عقل کے مطابق ہو۔''وہ ان کے حق میں کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟'' کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد اصحاب کہف اوران کی قوم کے بڑے لوگوں کے درمیان مدتوں ایک بحث جاری رہی۔اس دوران اُن کے بڑوں نے جو باتیں انہیں کہیں ان میں اُن کے شرک کے لیے کوئی دلیل نہیں تھی۔

(4)﴿فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا﴾''چنانچہ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟'' لہٰذا مشرک غیر انصاف پسند اور جھوٹے ہیں کہ توحید چھوڑ کر شرک پر اڑے ہوئے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1084/1)

(5)اصحاب کہف نے واضح کیا کہ بے دلیل اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا دراصل اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے۔

(6)اصحاب کہف نے اگرچہ اپنے بڑوں کی مخالفت کا سامنا کیا لیکن اُنہوں نے بڑوں کی بڑائی کو اہمیت نہ دی۔اُنہوں نے سچائی کی دلیل کو اہمیت دی جس کی وجہ سے انہیں وقت کے بڑے ظاہری طور پر سارے اسباب رکھنے کے باوجود چھوٹے نظر آئے۔انہیں ان کا ظلم نظر آنے لگا کیونکہ وہ جھوٹ کی زمین پر کھڑے حق کو چیلنج کر رہے تھے۔

(7)اصحاب کہف بڑوں کی بڑائی کو اہمیت دیتے تو وہ بے یقینی اور تذبذب کا شکار ہو جاتے۔

﴿وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا یَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ فَاۡوٗۤا اِلَی الۡکَہۡفِ یَنۡشُرۡ لَکُمۡ رَبُّکُمۡ مِّنۡ

''اور جب تم اُن سے الگ ہو چکے اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کرتے ہیں تو کسی غار میں پناہ لے لو،تمہارا رب تم پر

رَّحۡمَتِہٖ وَیُہَیِّیٴۡ لَکُمۡ مِّنۡ اَمۡرِکُمۡ مِّرۡفَقًا﴾

اپنی کچھ رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لیے آسانی مہیا کرے گا''(16)

سوال 1:اصحاب کہف نے شہر سے نکل جانے کی جو تجویز دی،اس کی وضاحت ﴿وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ ... مِّرۡفَقًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اصحاب کہف نے شہر سے نکل جانے کی تجویز دیتے ہوئے کہا:﴿وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا یَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ﴾''اور جب تم اُن سے الگ ہو چکے اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کرتے ہیں''یعنی جب تم ان سے اوران کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معبودوں سے جدا ہو رہے ہو اور یہ جدائی دینی طور پر ہے اس لئے اب ان سے جسمانی طور پر بھی الگ ہو جاؤ۔ یہ ان کے شر سے نجات پانے کے لئے ضروری ہے کیونکہ اب ان کے ساتھ رہا نہیں جا سکتا۔ ان کا دین اور ان کی قوم کا دین فرق ہو گیا۔

(2)﴿فَاْوٗۤا اِلَی الۡکَہۡفِ﴾ ''تو کسی غار میں پناہ لے لو'' یعنی اب غار میں چل کر آرام کرو۔

(3) اصحاب کہف اور ان کے بڑوں کی سوچ کا انداز، اُن کی زندگیاں، اُن کے طور طریقے جدا ہو چکے تھے۔ اُن کے باہم ایک جیسا ہونے کا کوئی موقع باقی نہیں رہا تھا اس لیے وہ اپنے بڑوں سے کنارہ کش ہو گئے۔

(4) اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر نہیں بھیجا تھا کہ وہ اپنی قوم سے مقابلہ کرتے، اپنے عقائد پر جمے رہتے، وہ دعوت دیتے اور اس انجام کو پہنچتے جس کو رسول پہنچتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جنہیں ایمان کی روشنی مل گئی تھی۔ اگر وہ اپنے عقیدے کی زیادہ تبلیغ کرتے تو اُن کے لیے زندہ رہنا مشکل ہو جاتا۔ وہ اپنی قوم کے ساتھ نہ مقابلہ کر سکتے تھے، نہ انہیں سیدھے راستے پر لا سکتے، نہ اُن کے بتوں کی عبادت کر سکتے تھے، نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ سکتے تھے اور کافران کے حالات کے بارے میں جان چکے تھے اس لیے اپنے ماحول سے ہجرت کرنے یعنی جسمانی طور پر بھی علیحدگی اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

(5)(i) انسان جب حق کی خاطر انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے تو عین اُس وقت اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔

(ii) انسان جب انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے تو رب سے سرگوشیاں کرتا ہے، رب سے کلام کرتا ہے، رب کو یاد کرتا ہے، رب کے قریب ہو جاتا ہے اور رب سے جڑ جاتا ہے۔

(6)﴿یَنۡشُرۡ لَکُمۡ رَبُّکُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِہٖ﴾ ''تمہارا رب تم پر اپنی کچھ رحمت پھیلا دے گا'' (i) انسان کو جب ایک رب کی قربت نصیب ہوتی ہے تو یہ تعلق ایک رب کے سوا ہر چیز کے کھو جانے کو برداشت کرنے کے لیے تیار کر دیتا ہے۔

(ii) انسان رب کے مقابلے میں جو چیز کھو دیتا ہے وہ بظاہر بڑی دِکھائی دیتی ہے مگر حقیقتاً وہ بہت چھوٹی ہے۔ (iii) ایک رب کی پہچان، اُس کی رضا انسان کو تیار کر دیتی ہے کہ انسان ہر چیز کی محرومی کو گوارا کر لے مگر حق سے محرومی کو گوارا نہ کرے۔ اصحاب کہف نے انسانوں کے ماحول میں جو گھٹن، تنگی، تعصب پایا اُنہیں غار میں اُس گھٹن کی بجائے رب کی رحمت کی چھاؤں، آرام، سکون اور ٹھنڈک ملی۔

(7) زندگی میں انسان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو تو تنگ جگہ بھی کشادہ میدان نظر آتی ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے اصحاب کہف کو دُنیا کی رونقیں بے حقیقت اور رب کی رحمت میں وسعت نظر آئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا﴾ ''اور تمہارے کام میں تمہارے لیے آسانی مہیا کرے گا'' انہوں نے اپنی قوت واختیار سے برأت کا اظہار کیا، اپنے معاملے کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کے حضور ملتجی ہوئے اور اس پر بھروسہ کیا کہ وہ ان کے معاملے کی اصلاح کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی بے پایاں رحمت سے ڈھانپ لیا اور ان کے معاملے میں آسانی پیدا کردی، ان کی زندگی اور ان کے دین کی حفاظت کی اور خلائق کے لئے انہیں ایک بڑا معجزہ بنادیا اور ان کی ثنائے حسن کو دنیا میں پھیلادیا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور انکے لئے ہر سبب آسان کردیا حتیٰ کہ وہ جگہ جہاں وہ سوتے رہے ممکن حد تک محفوظ تھی۔ (تفسیر سعدی:1503/2)

(10) اصحاب کہف کے بارے میں بادشاہ کو خبر ملی۔ اس نے سراغ رسانوں سے ڈھنڈوایا لیکن کوئی سراغ نہ لگا سکا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی آنکھوں سے اوجھل رکھا۔ (مختصر ابن کثیر:1085/1)

(11) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کے بارے میں فرمایا:﴿فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ ۘ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (٢٦) وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ (٢٧)﴾ ''پھر لوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا: ''یقیناً میں اپنے رب کے لئے ہجرت کرنے والا ہوں یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکم والا ہے۔'' اور ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور اُس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دیا اور ہم نے اُسے دنیا میں بھی اُس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔'' (العنکبوت:26-27)

سوال 2: اصحاب کہف کے واقعے سے کیا حقیقت منکشف ہوتی ہے؟

جواب: (1) اصحاب کہف کے واقعے سے انسان پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ظاہری دُنیا کی کوئی قدرت و قیمت نہیں۔ جس کو دنیا کی حقیقت سمجھ آجاتی ہے وہ ہر چیز رب کے لیے نچھاور کردیتا ہے۔ (2) ظاہری دُنیا کے سامان میں وہ گھر، مال، اولاد اور گھر والے آتے ہیں جو انسان کو اس کے عقیدے کے مطابق جینے نہیں دیتے، انسان کے لیے جینا تنگ اور مشکل بنادیتے ہیں جب کہ یہ سب رونقیں ختم ہوجانے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہنے والی ہے۔

(3) انسان پر اس واقعے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ایمان کی دُنیا کا مال ومتاع کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس، اللہ تعالیٰ کی رضا، اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ تعالیٰ پر توکل یہ انسانی زندگی کو اطمینان سے بھر دینے والا ساز وسامان ہے۔ ایک مؤمن اِن ہی کے سائے میں زندگی بسر کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے فرار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1508/2)

﴿وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ

''اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب چلا جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے

تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

تو اُن کے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت

فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ ع 2/5 14

دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے، پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے'' (17)

سوال 1: اصحاب کہف پر دھوپ نہیں آتی تھی، اس کی وضاحت ﴿وَ تَرَى الشَّمْسَ ... مِّنْهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾ ''اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب چلا جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اُن کے بائیں جانب کترا جاتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج کی تمازت سے ان کی حفاظت کی۔ انھیں ایک ایسا غار مہیا کیا کہ جب سورج طلوع ہوتا تو اس کے دائیں طرف سے گزر جاتا اور جب غروب ہوتا تو اس کی بائیں طرف سے گزر جاتا اس طرح سورج کی تمازت ان تک نہ پہنچ پاتی، جو ان کے ابدان کو خراب کرتی۔ (تفسیر سعدی:1503/2)

(2) ﴿وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ﴾ ''اور وہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں ہیں'' یعنی وہ غار کے اندر کھلی جگہ میں تھے تاکہ وہاں سے تازہ ہوا کا گزر رہو اور یوں گھٹن اور گلنے سڑنے سے بچے رہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کی نشانی ہے۔

سوال 2: غار میں اصحاب کہف کو اتنے دن زندہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے'' غار میں اصحاب کہف کو سورج کی شعاعوں سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

(2) غار میں سورج کی روشنی فراہم کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

(3) اُن کے کھلی جگہ ہونے کے باوجود دھوپ نہ پڑنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) غار کے اندر اُن کا اس حال میں رکھنا کہ نہ وہ وفات پاتے ہیں اور نہ حرکت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اصحاب کہف کو اتنے دنوں زندہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

(5) یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ یعنی ان کا توحید کی طرف ہدایت پانا، ان کے آباء اور ان کی قوم کا مخالفت کرنا اور بادشاہ اور ان کے درمیان جو حادثہ پیش آیا، غار میں پناہ لینا۔ اسی طرح سورج طلوع اور غروب ہونے کے وقت بچ کر نکل جانا اور آپ کو ان کے قصے کی اطلاع ہونا سب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جو اس کے کمال قدرت پر دلیل ہے اور اس پر کہ توحید ہی دین حق ہے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے اہل (یعنی اہل اللہ) کا اکرام کرتا ہے۔ (تفسیر مراغی: 383/5)

سوال 3: ﴿مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ ۔۔۔ مُّرۡشِدًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ﴾ ''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہدایت پر قدرت رکھتا ہے اس کے ماسوا کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

(2) جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے وہی حق کے راستے تک پہنچنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیات اور دلائل سے حق کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ (جامع البیان: 214/15) (3) دین اور دنیا کے لیے اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے۔

(4) ﴿وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا﴾ ''اور جسے وہ گمراہ کر دے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے'' جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے یعنی اپنی آیات اور دلائل سے تو آپ اس کے لئے کوئی ایسا نہیں پائیں گے جو اس کی سرپرستی کرے یا اس کے معاملات کی تدبیر کرے۔

(5) اور وہ ایسی کوئی ہستی نہیں پائیں گے جو نیکی کی طرف راہ نمائی کرے۔

(6) جس کے لئے اللہ تعالیٰ گمراہی کا فیصلہ کر دے اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔

(7) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے غزوہ خندق کے دن رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہمارے ساتھ مٹی اٹھا رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے: ''واللہ اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے، نہ روزہ رکھ سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے۔ پس اے اللہ! ہم پر سکینت نازل فرما اور جب آمنا سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ اور مشرکین نے ہم پر زیادتی کی ہے۔ جب وہ کسی فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔'' (صحیح بخاری: 6620)

﴿وَتَحۡسَبُهُمۡ اَیۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡیَمِیۡنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ﴾

''اور آپ انہیں جاگتا ہوا خیال کریں گے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم انہیں دائیں اور بائیں کروٹ دلاتے ہیں''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ‌ ؕ لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا

اوران کا کُتّا غار کی دہلیز پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے، آپ انہیں جھانک کر دیکھیں تو ضرور بھاگتے ہوئے الٹے پاؤں پھر جائیں

وَّلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا﴾

اور آپ کو ضرور ان کی دہشت سے بھر دیا جائے'' (18)

سوال 1: اصحاب کہف غار میں جا کر سو گئے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَتَحۡسَبُهُمۡ ... رُعۡبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَحۡسَبُهُمۡ اَيۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ﴾ ''اور آپ انہیں جاگتا ہوا خیال کریں گے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں'' اصحاب کہف کو دیکھنے والے شخص کو یوں لگتا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ مفسرین نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تاکہ خراب نہ ہوں اور ان میں زندگی قائم رہے جیسے بھیڑیا سوتا ہے اس کی ایک آنکھ کھلی رہتی ہے۔ اس لیے دیکھنے والے کو لگتا تھا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ محوِ خواب تھے۔

(2) ﴿وَّنُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ﴾ ''اور ہم انہیں دائیں اور بائیں کروٹ دلاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کی حفاظت کے لئے یہ انتظام کیا تھا کہ انہیں دائیں بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر انہیں کروٹ نہ دلوائی جاتی تو زمین ان کی کروٹ گلا ڈالتی۔ (جامع البیان: 212/15)

(4) زمین کے ساتھ تو جو چیز پیوست رہتی ہے وہ اس کو کھا جاتی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ دلوائے بغیر بھی ان کی حفاظت پر قدرت رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ اس نے تکوینی قوانین میں اپنی سنت کو جاری رکھا اور اسباب کو مسببات کے ساتھ مربوط رکھا۔

(5) ﴿وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ﴾ ''اوران کا کُتّا غار کی دہلیز پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے'' اصحاب کہف کا کتا بھی دروازے پر پاؤں پھیلائے پہرے داری کر رہا تھا اور غار سے باہر تھا۔

(6) اس پر بھی وہی نیند طاری ہوگئی تھی جو ان پر ہوئی۔

(7) نیک لوگوں کی صحبت کی وجہ سے کتے کا بھی قرآن حکیم میں ذکر آیا ہے کیونکہ فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جہاں کتا ہو۔ سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ ایسے گھر میں جس میں تصویریں ہوں۔'' (بخاری: 5949)

(8) حسن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رفاقت کی برکت کتے پر بھی ظاہر ہوگئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا وعدہ کیا، مگر بہت دیر لگ گئی اور وہ نہ آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پریشانی ہوئی اور آپ گھر سے نکلے تو ان سے ملاقات ہو گئی۔آپ نے ان سے شکایت کی تو انہوں نے کہا: ''ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔'' (صحیح بخاری:5960)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے سوائے، بکریوں یا کھیتی کے لیے رکھے کتے یا شکاری کتے کے۔'' (صحیح بخاری:2322)

(11) ﴿لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَیۡہِمۡ لَوَلَّیۡتَ مِنۡہُمۡ فِرَارًا وَّ لَمُلِئۡتَ مِنۡہُمۡ رُعۡبًا﴾ ''آپ انہیں جھانک کر دیکھیں تو ضرور بھاگتے ہوئے الٹے پاؤں پھر جائیں اور آپ کو ضرور ان کی دہشت سے بھر دیا جائے'' (i) غار کے اندر کے ماحول کو پُر ہیبت اس لیے بنایا گیا تھا تاکہ جو دیکھے مرعوب ہو کر بھاگ اُٹھے۔ ماحول کی دہشت اللہ تعالیٰ کی تدبیر تھی تاکہ وہ اپنے وقت مقرر تک یوں ہی رہیں اور کوئی اُن کے قریب نہ جا سکے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے زمین سے حفاظت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لئے غار میں ہیبت اور رعب طاری کر دیا۔(iii) اللہ تعالیٰ نے ان کی ہیبت میں رعب رکھ دیا تھا کہ جو کوئی انہیں جھانک کر دیکھے اس کا دل رعب سے بھر جائے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے۔(iv) اللہ تعالیٰ نے اس طرح طویل مدت تک سلامتی کا انتظام کیا اور شہر سے قریب ہونے کے باوجود کسی کو علم نہ ہوا۔

(12) شہر سے قریب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے بیدار ہوتے ہی اپنے میں سے کسی کو بھیجا کہ وہ شہر سے کھانا خرید کر لائے اور دوسرے لوگ انتظار کرتے رہے، یہ دلیل ہے کہ شہر ان سے قریب تھا۔

﴿وَ کَذٰلِکَ بَعَثۡنٰہُمۡ لِیَتَسَآءَلُوۡا بَیۡنَہُمۡ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡہُمۡ کَمۡ لَبِثۡتُمۡ ؕ

''اور اسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''کتنی

قَالُوۡا لَبِثۡنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ ؕ قَالُوۡا رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ ؕ

دیر رہے ہو تم؟'' انہوں نے کہا: ''ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں۔'' وہ بولے کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی

فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَکُمۡ بِوَرِقِکُمۡ ہٰذِہٖۤ اِلَی الۡمَدِیۡنَۃِ فَلۡیَنۡظُرۡ

دیر رہے ہو؟ چنانچہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنے یہ چاندی (کے سکے) دے کر شہر بھیجیں، پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَیُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْیَتَلَطَّفْ

زیادہ صاف ستھرا کھانا کہاں ہے؟ پھر اس میں سے کچھ تمہارے کھانے کو لائے اور وہ نرمی اور باریک بینی کی کوشش کرے

وَلَا یُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا﴾

اور تمہارے متعلق کسی کو ہرگز نہ معلوم ہونے دے"(19)

سوال 1: اصحاب کہف جیسے سوئے تھے ویسے ہی جاگ اٹھے، اس کی وضاحت ﴿وَ كَذٰلِكَ ... بَیْنَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ﴾ "اور اسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا" یعنی جس طرح اصحاب کہف کو سلایا تھا ویسے ہی صحیح سالم اٹھا دیا۔ ان کے جسموں اور بالوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ 309 سال سوئے تھے۔

(2) ﴿لِیَتَسَآءَلُوْا بَیْنَهُمْ﴾ "تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں" تاکہ وہ اپنے سونے کی حقیقت کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھیں۔

سوال 2: نیند سے بیدار ہو کر اصحاب کہف میں جو سوال و جواب ہوئے، ان کی وضاحت ﴿قَالَ ... لَبِثْتُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ﴾ "ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: "کتنی دیر رہے ہو تم؟" طویل نیند سے جاگ کر ہر شخص اسی طرح سوال کرتا ہے۔ اصحاب کہف بھی قدرتی طور پر آپس میں سوال کرنے لگے کہ وہ کتنی مدت سوئے ہوں گے۔

(2) ﴿قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ﴾ "انہوں نے کہا: "ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں" جواب دینے والے نے کہا ایک دن یا اس سے کچھ کم کیونکہ وہ غار میں صبح کے وقت داخل ہو کر سو گئے تھے اور جب 309 سال بعد اٹھے تو شام ہو رہی تھی۔ اس لیے انہیں لگا شاید ایک دن ہوا۔

(3) ﴿قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ﴾ "وہ بولے کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی دیر رہے ہو؟" انہوں نے اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا۔ (جامع البیان 215/16) (4) یقیناً اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

(5) (i) ایمان والوں کا یہی مزاج ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں اور چونکہ انہیں تردد تھا اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی صحیح مدت کو جانتا ہے۔

(ii) ایمان والے ان معاملات میں زیادہ دل چسپی نہیں لیتے جن میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اُنہوں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔

سوال 3: اصحاب کہف نے کھانا خریدنے کے لیے شہر میں آدمی بھیجا، اس کی وضاحت ﴿فَابْعَثُوْٓا ...اَحَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ﴾ ''چنانچہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنے یہ چاندی (کے سکے) دے کر شہر بھیجیں، پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ زیادہ صاف ستھرا کھانا کہاں ہے؟ پھر اسی میں سے کچھ تمہارے کھانے کو لائے'' غذا انسان کی اہم ضرورت ہے اور بھوک لگنا زندہ انسانوں کی پہچان ہے۔ اس بھوک لگنے کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب کہف نے اگرچہ تین سو سال سے زائد نیند لی تھی مگر وہ زندہ تھے اس لیے اُنہیں کھانے کی فکر لاحق ہوئی۔

(2) اصحابِ کہف نے درہم دے کر کھانا خرید کر لانے کے لیے ایک شخص کو بھیجا۔

(3) اصحابِ کہف نے کھانے کے ساتھ پاکیزہ کی شرط عائد کی کہ پاکیزگی مومن کا ذوق ہے، یہ ایمان کا تقاضا ہے۔ اُس دور میں لوگ چونکہ بُت پرست تھے اور حلال وحرام کی تمیز نہ رکھتے تھے اس لیے اُنہوں نے جانے والے سے تلاش کے لیے کہا تا کہ وہ اس علاقے سے کھانا لائے جہاں عیسائی بستے ہوں کیونکہ وہ حلال وحرام کو جانتے ہوں گے وہاں پاکیزہ کھانا مل سکے گا۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: صاف ستھرے کھانے سے مراد حلال ذبیحہ ہے اور وہ طاغوت کے لئے ذبح کرتے تھے۔ اور ایک قول ہے کہ پاک کھانے کی شرط اس لئے بھی لگائی کہ وہ خنزیر کو ذبح کرتے تھے۔ (الدر المنثور: 392/4)

(5) ﴿وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا﴾ ''اور وہ نرمی اور باریک بینی کی کوشش کرے اور تمہارے متعلق جو کسی کو ہرگز نہ معلوم ہونے دے'' اصحابِ کہف نے کھانا خرید کر لانے والے کو نرم رویہ اختیار کرنے کو کہا تا کہ کسی کو خبر نہ ہو۔

(6) اصحابِ کہف ڈرتے تھے کہ ان کی جائے پناہ کسی کو معلوم نہ ہو جائے کیونکہ اس طرح اندیشہ تھا کہ شہر کے حکمران پکڑ کر یا تو سنگسار کر دیں گے یا مشرک بنا دیں گے۔

﴿اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ

''یقیناً اگر وہ تم پر قابو پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا وہ تمہیں اپنے ہی دین میں واپس لے جائیں گے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ لَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا﴾

اور تب تم کبھی فلاح نہ پا سکو گے‘‘(20)

سوال 1: اگر کافروں کو خبر ہوگئی تو وہ ہم پر ٹوٹ پڑیں گے، اصحاب کہف کے اس قول کی وضاحت ﴿اِنَّهُمۡ... اَبَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهُمۡ اِنۡ یَّظۡهَرُوۡا عَلَیۡكُمۡ یَرۡجُمُوۡكُمۡ اَوۡ یُعِیۡدُوۡكُمۡ فِیۡ مِلَّتِهِمۡ﴾ ’’یقیناً اگر وہ تم پر قابو پالیں گے تو تمھیں سنگسار کر دیں گے یا وہ تمھیں اپنے ہی دین میں واپس لے جائیں گے‘‘ اصحابِ کہف کو یہ ڈر تھا کہ ہمارے بارے میں پتہ چل گیا تو کافر ہم پر ٹوٹ پڑیں گے یا تو سنگسار کر دیں گے یا مشرک بنا دیں گے۔

(2) انھیں دقیانوس کا خوف تھا کہ اگر اسے خبر ہوئی تو سخت سزائیں دے گا۔

(3) ﴿وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا﴾ ’’اور تب تم کبھی فلاح نہ پا سکو گے‘‘ یعنی اگر ہم مجبوراً شرک اختیار کر گئے تو ہمارے دین اور دنیا دونوں ہی برباد ہو جائیں گے۔

(4) اصحاب کہف کو اس وجہ سے بھی ڈر تھا کہ حکمرانوں کے نزدیک وہ رواجی دین سے نکل چکے تھے اس لیے وہ عقیدے کی تبدیلی پر فتنے میں ڈال سکتے تھے۔

(5) اصحابِ کہف کو یہ اندیشہ تھا کہ جس ایمان کو بچانے کے لیے وہ شہر چھوڑ آئے کہیں ایسا نہ ہو کہ شہر والوں کو علم ہو جائے اور وہ دوبارہ بت پرست بنانے کی کوشش کریں اور جب ہم اُن سے اس بات پر راضی نہ ہوں تو وہ ہمیں مار ڈالیں۔

(6) اصحابِ کہف کو یہ ڈر اس لیے بھی تھا کہ وہ لاعلم تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ کتنا عرصہ بیت گیا اور جن حکمرانوں سے وہ ڈر رہے ہیں وہ بدل چکے۔

سوال 2: ان آیات سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: یہ دو آیات کریمہ متعدد فوائد پر دلالت کرتی ہیں:

(1) حصول علم اور علمی مباحثہ پر ترغیب کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی خاطر اصحابِ کہف کو دوبارہ زندہ کیا۔

(2) جب بندے پر علم مشتبہ ہو جائے تو اس کا ادب یہ ہے کہ وہ اس علم کو اس شخص کی طرف لوٹا دے جو اس کا عالم ہے اور خود اپنی حد پر ٹھہر جائے۔ (3) خرید و فروخت میں وکالت اور اس میں شراکت صحیح ہے۔

(4) اچھی چیزیں اور لذیذ کھانے کھانا جائز ہے جب کہ ان میں اسراف نہ ہو جو ممنوع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلۡیَنۡظُرۡ اَیُّهَاۤ اَزۡکٰی طَعَامًا فَلۡیَاۡتِکُمۡ بِرِزۡقٍ مِّنۡهُ﴾ ''پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ زیادہ صاف ستھرا کھانا کہاں ہے؟ پھر اسی میں سے کچھ تمہارے کھانے کو لائے'' خاص طور پر جب کہ انسان کو اس کے سوا کوئی اور کھانا موافق نہ آتا ہو۔شاید یہی آیت کریمہ ان مفسرین کے قول کی بنیاد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف بادشاہوں کی اولاد تھے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کھانا لانے والے کو اچھا اور لذیذ کھانا لانے کا حکم دیا تھا کیونکہ خوشحال اور بڑے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اچھا کھانا تناول کرتے ہیں۔(5) جب دین میں ابتلا اور فتنہ کا موقع ہو تو اس سے بچنے، چھپنے اور فتنوں کی جگہوں سے دور رہنے کی ترغیب دی گئی ہے، نیز یہ کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے دینی بھائیوں کو چھپائے۔

(6) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ان نوجوانوں کو دین میں شدید رغبت تھی، وہ اپنے دین کے بارے میں ہر قسم کے فتنہ سے دور بھاگتے تھے اور انہوں نے دین کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑ دیا تھا۔

(7) ان آیات کریمہ میں اس شر کا ذکر ہے جو ضرر اور ان مفاسد پر مشتمل ہے جو اس کی ناپسندیدگی کا باعث اور اس کو ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور یہ کہ یہ طریقہ تمام متقدمین اور متاخرین اہل ایمان کا طریقہ ہے کیونکہ اہل کہف نے کہا تھا: ﴿اَوۡ یُعِیۡدُوۡکُمۡ فِیۡ مِلَّتِهِمۡ وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا﴾ ''یا وہ تمہیں اپنے ہی دین میں واپس لے جائیں گے تب تم کبھی فلاح نہ پاسکو گے۔'' (تفسیر سعدی:2/1505-1507)

﴿وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ

اور اسی طرح ہم نے ان پر لوگوں کو مطلع کردیا تاکہ لوگ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بے شک قیامت میں کوئی شک نہیں۔

اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ

جب لوگ آپس میں ان کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو۔ان کا رب ہی ان کے متعلق بہتر جانتا

قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤى اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا﴾

ہے۔جو لوگ ان کے معاملے پر غالب آئے انہوں نے کہا کہ ہم ان پر ایک مسجد ضرور بنائیں گے''(21)

سوال 1: اصحاف کہف میں نشانی ہے کہ قیامت کا وعدہ سچا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَكَذٰلِكَ ... فِيۡهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے ان پر لوگوں کو مطلع کردیا'' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اصحاب کہف کے حال سے باخبر کر دیا۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں بیدار کر دیا۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے سے سوال کئے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک شخص کو کھانا لانے کے لیے بھیجا اور اپنے معاملے کو چھپانے کی ہدایت دی۔

(2) مگر اللہ تعالیٰ ایک ایسا معاملہ چاہتے تھے جس میں لوگوں کے لیے بھلائی تھی اور ان کے لیے زیادہ اجر تھا۔

(3) ﴿لِيَعْلَمُوٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا﴾ ''تا کہ لوگ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بے شک قیامت میں کوئی شک نہیں'' اصحاب کہف میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت کا وعدہ سچا ہے، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس سے پہلے وہ اس امر میں اختلاف کیا کرتے تھے۔ بعض لوگ قیامت اور جزائے اعمال کو مانتے تھے اور بعض اس کا انکار کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو اہل ایمان کے لئے ان کے یقین وبصیرت میں اضافے اور منکرین کے خلاف حجت وبرہان کا باعث بنایا اور اس تمام قضیے کا اجر اصحاب کہف کو حاصل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو تشہیر بخشی، ان کی قدر ومنزلت بلند کی یہاں تک کہ ان لوگوں کی بھی عظمت بیان کی جو ان کے احوال پر مطلع ہوئے۔ (تفسیر سعدی: 1508/2)

(4) اصحاف کہف کے بارے میں لوگوں کو اس وجہ سے مطلع کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ لوگ جان جائیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

(5) موت کے بعد کی زندگی کے لیے ہر دور کے انسانوں کو تجسس رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے قرآن حکیم میں اور مثالیں بھی دی ہیں۔

(6) ﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۫ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی، اُس نے کہا: ''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟'' اُس نے کہا، ''میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلکہ تم سو سال تک رہے، سوا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تا کہ ہم تمہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔'' پھر جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتا پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (البقرہ:259)

(7) ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِىْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اُس نے کہا: ''کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے'' اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (البقرہ:260)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قیامِ قیامت اور بعث بعد الموت کو کیسے مجسم صورت میں دِکھا دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے صدیوں تک اصحابِ کہف کے وجود کو محفوظ رکھ کر، اُن کی زندگیوں کو لوگوں کے لیے بعث بعد الموت اور قیامت کی یاد بنا دیا۔

سوال 3: انسان کے لیے حیات بعد الموت کا معاملہ سمجھنا مشکل کیوں ہے؟

جواب: (1) موت کے بعد کی زندگی کا کسی نے تجربہ نہیں کیا۔ انسان حواس کے ذریعے حاصل ہونے والے علم پر یقین کر لیتا ہے لیکن جو چیز حواس سے ماوراء ہو اس پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(2) دُنیا سے جانے والے کبھی لوٹ کر نہیں آئے جبکہ دُنیا کو بھی انسان برتتے ہیں اس لحاظ سے انسان کے لیے برتی ہوئی چیز پر یقین کرنا آسان اور اَن دیکھی دُنیا کا یقین مشکل ہو جاتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے زندگی بعد موت پر کیسے یقین دلایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کو عقلی دلائل کے ذریعے سے سمجھایا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے حسی دلیل کے ذریعے انسانوں کو سمجھایا ہے کہ پانچویں صدی عیسوی میں اصحاب کہف کا تین سو سال کی نیند یعنی موت کے بعد دوبارہ غار سے نکلنا اسی نوعیت کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ موجودہ انسانی ڈھانچے کو بھی صدیوں تک زندہ رکھ سکتا ہے اور قیامت کا آنا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موت کے بعد زندگی برحق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

سوال 5: اصحاب کہف کے معاملے میں لوگوں کے درمیان کیا اختلاف ہو گیا تھا، اس کی وضاحت ﴿اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ ... مَّسْجِدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَھُمْ اَمْرَھُمْ﴾ ''جب لوگ آپس میں ان کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے'' لوگوں کے درمیان اصحاب کہف کے عقائد کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا۔

(2) ﴿فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْھِمْ بُنْیَانًا﴾ ''تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو'' لوگوں کے درمیان اُن کے بارے میں یہ اختلاف ہو گیا تھا کہ اُن کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیں یا نہ بنائیں۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔'' (مسند احمد)

(4) امہات المومنین روایت کرتی ہیں نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں کہنے لگے: ہم رسول اللہ ﷺ کی قبر کیسے بنائیں، کیا ہم قبر کو عبادت گاہ بنا لیں؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ''یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں پر مسجدیں بنا ڈالیں۔'' (ابن زنجویہ)

(5) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ساری زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام۔'' (ترمذی: 317)

(6) ﴿رَبُّھُمْ اَعْلَمُ بِھِمْ﴾ ''ان کا رب ہی ان کے متعلق بہتر جانتا ہے'' یہ بات جھگڑا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کہی کہ ان کے بارے میں صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(7) ﴿قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤی اَمْرِھِمْ﴾ ''جو لوگ ان کے معاملے پر غالب آئے'' یعنی اصحاب اقتدار کہنے لگے۔

(8) ﴿لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ مَّسْجِدًا﴾ ''انہوں نے کہا کہ ہم ان پر ایک مسجد ضرور بنائیں گے'' یعنی ہم اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس مسجد کی وجہ سے ان کے حالات و واقعات کو یاد رکھیں گے۔ مگر یہ حالت ممنوع اور حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: ''یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر ایسا ڈر نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کھلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہتی (اور حجرہ میں نہ ہوتی) کیونکہ مجھے اس کا ڈر ہے کہ کہیں آپ ﷺ کی قبر بھی مسجد نہ بنالی جائے۔(بخاری:1330)

(10) یہاں اس کا ذکر کرنا اس کے مذموم نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ آیات کا سیاق اصحاب کہف کی شان اور ان کی مدح وثنا کے بارے میں ہے، یعنی اصحاب کہف کے بارے میں اطلاع پا کر لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وہ یہاں تک کہنے لگے کہ ان پر ایک مسجد تعمیر کردو۔ کہاں تو اصحاب کہف کو اپنی قوم سے شدید خوف اور اپنے بارے میں اطلاع ہونے کا ڈر تھا اور کہاں یہ حالت تھی جو آپ کے سامنے ہے۔(تفسیر سعدی:1508/2)

سوال 5: اصحاب کہف لوگوں کی عقیدت کا مرکز کیسے بن گئے؟

جواب: اصحاب کہف کے نام شاہی خزانے کی تختی پر محفوظ کردیئے گئے تھے۔ جب تصدیق ہوگئی کہ یہ بت پرستی کے دور میں اپنے عقیدے کی خاطر شہر کو چھوڑ جانے والے لوگ ہیں تو لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن گئے حتیٰ کہ روم کا حکمران تھیوڈوسس ان سے ملنے اور برکت لینے کے لیے چل کر آیا اور اسی نے ان کی یادگار تعمیر کروائی۔

سوال 6: غلبہ حاصل کرنے والے کون تھے؟

جواب: (1) غلبہ حاصل کرنے والے اہل کفر تھے۔(شوکانی) (2) غلبہ حاصل کرنے والے اہل شرک تھے۔(ابن کثیر)

سوال 7: اس آیت سے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب: (1) یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے فرار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

(2) جو کوئی عافیت کی خواہش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عافیت عطا کرتا ہے۔

(3) جو اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے اور اسے دوسروں کے لئے ذریعہ ہدایت بنا دیتا ہے۔

(4) جو کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی رضا کی خاطر ذلت اٹھاتا ہے انجام کار اسے بہت زیادہ عزت نصیب ہوتی ہے اور اسے اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔(تفسیر سعدی:1508/2)

(5) ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ ”اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔“ (آل عمران:198)

﴿سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ

”جلد ہی وہ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور اُن کا چوتھا اُن کا کتا تھا اور وہ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور ان میں سے چھٹا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

كَلۡبُهُمۡ رَجۡمًۢا بِالۡغَيۡبِ‌ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ سَبۡعَةٌ وَّثَامِنُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ‌

اُن کا کتا تھا، یہ بغیر علم کے رائے زنی کرنا ہے اور وہ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور اُن میں سے آٹھواں اُن کا کتا تھا۔

قُلْ رَّبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِمۡ مَّا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۙ فَلَا تُمَارِ فِيۡهِمۡ

آپ کہہ دیں میرا رب ہی اُن کی تعداد کو بہتر جانتا ہے۔ تھوڑے لوگوں کے سوا اُنہیں کوئی نہیں جانتا، چنانچہ آپ ان کے بارے میں

اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسۡتَفۡتِ فِيۡهِمۡ مِّنۡهُمۡ اَحَدًا﴿۲۲﴾ ع 3/5 15

کسی سے سرسری بحث کے علاوہ جھگڑا نہ کریں اور نہ ہی اُن کے بارے میں ان میں سے کسی سے فیصلہ مانگیں“(22)

سوال 1: اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اہل کتاب کے اختلاف کی وضاحت ﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ ... قَلِيۡلٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اختلاف کا تذکرہ ہے۔ اہل کتاب کے ان کے بارے میں 3 اقوال تھے۔ (i) ﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ﴾ ”جلد ہی وہ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور اُن کا چوتھا اُن کا کتا تھا“ ان میں سے بعض کا خیال تھا کہ تین آدمی تھے اور ان کا چوتھا کتا تھا۔ (ii) ﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ خَمۡسَةٌ سَادِسُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ رَجۡمًۢا بِالۡغَيۡبِ﴾ ”اور وہ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور ان میں سے چھٹا اُن کا کتا تھا یہ بغیر علم کے رائے زنی کرنا ہے“ بعض کی رائے یہ تھی کہ وہ پانچ آدمی تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ (iii) ﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ سَبۡعَةٌ وَّثَامِنُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ﴾ ”اور وہ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور اُن میں سے آٹھواں اُن کا کتا تھا“ بعض کہتے تھے کہ وہ تعداد میں سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا اور یہی راجح ہے واللہ اعلم۔

(2) ایسے اختلافات کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ان سے کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ (3) ﴿قُلْ رَّبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِمۡ مَّا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلٌ﴾ ”آپ کہہ دیں میرا رب ہی ان کی تعداد کو بہتر جانتا ہے تھوڑے لوگوں کے سوا اُنہیں کوئی نہیں جانتا“ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے میں ہی خیر ہے۔

سوال 2: ﴿فَلَا ... اَحَدًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اصحاب کہف کے بارے میں اختلاف کا جواب دیا گیا ہے: ﴿فَلَا تُمَارِ فِيۡهِمۡ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا﴾ ”چنانچہ آپ ان کے بارے میں کسی سے سرسری بحث کے علاوہ جھگڑا نہ کریں“ یعنی ایسی بحث جو علم و یقین پر مبنی ہو اور اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں فائدہ بھی ہو۔رہی وہ بحث اور مجادلہ جو جہالت اور اٹکل پچو دلائل پر مبنی ہو یا اس بحث میں کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو یا مد مقابل عناد رکھتا ہو یا زیر بحث مسئلہ کی کوئی اہمیت نہ ہو، اس کی معرفت سے کوئی دینی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو، مثلاً اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ تو اس قسم کے امور میں کثرت سے بحث مباحثہ کرنا تضیع اوقات ہے اور یہ بحث مباحثہ باہمی مودت ومحبت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1509/2)

(2)﴿وَّلَا تَسۡتَفۡتِ فِيۡهِمۡ﴾ ''اور نہ ہی اُن کے بارے میں فیصلہ مانگیں'' یعنی اصحاف کہف کے بارے میں نہ پوچھیں۔

(3)﴿مِّنۡهُمۡ﴾ ''ان میں سے'' یعنی اہل کتاب میں سے۔

(4)﴿اَحَدًا﴾ ''کسی سے'' کیونکہ ان کا کلام اندازوں پر مبنی ہے۔

(5)(i) غیر ضروری بحثوں کا رواج پانا دراصل کسی قوم کے مزاج کی خرابی کی علامت ہے۔(ii) جب کسی قوم میں دینی روح زندہ ہوتی ہے تو اصل عقائد پر اور حقائق پر زور دیا جاتا ہے۔(iii) جب قوم زوال پذیر ہوتی ہے تو غیر ضروری بحثیں رواج پا جاتی ہیں۔

(6)(i) سچے خدا پرستوں کو غیر ضروری بحثوں سے بچنا چاہیے بلکہ اگر کوئی ان بحثوں میں اُلجھانا چاہے تو حکمت کے ساتھ الگ ہو جانا چاہیے۔(ii) سچے خدا پرستوں کو عقل و فرد کی قوتوں کو ایسے بے فائدہ کاموں میں نہیں کھپانا چاہیے۔

سوال 3: اس آیت سے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب: اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس سے استفتاء نہ کیا جائے، خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جس امر کے بارے میں فتویٰ پوچھا جا رہا ہے وہ اس میں کوتاہ علم ہے یا اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ بولتے وقت اس بات کی پروانہیں کرتا کہ وہ کیا بول رہا ہے اور وہ ورع سے بھی خالی ہے جو اسے لایعنی کلام سے روک دے۔جب اس قسم کے امور میں استفتاء ممنوع ہے تو فتویٰ دینا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ انسان کو بسا اوقات کسی ایک امر میں استفتاء کرنے سے روکا گیا مگر کسی دوسرے معاملے میں اس استفتاء کی اجازت ہوتی ہے۔پس وہ ایسے شخص سے فتویٰ طلب کرے جو فتویٰ دینے کا اہل ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فتویٰ پوچھنے سے علی الاطلاق منع نہیں کیا۔اللہ تعالیٰ نے صرف اصحاب کہف کے قصے میں اور اس قسم کے دیگر واقعات میں فتویٰ پوچھنے سے روکا ہے۔(تفسیر سعدی:1510/2)

﴿وَلَا تَقُوۡلَنَّ لِشَاۡىۡءٍ اِنِّىۡ فَاعِلٌ ذٰ لِكَ غَدًا﴾

''اور آپ کسی چیز کے بارے میں یہ مت کہیں یقیناً میں کل یہ کام کرنے والا ہوں''(23)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: مستقبل میں کسی کام کے ارادے پر ان شاء اللہ کہہ لیا کرو، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ ۔۔۔ غَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَاْیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا﴾ ''اور آپ کسی چیز کے بارے میں یہ مت کہیں یقیناً میں کل یہ کام کرنے والا ہوں'' رسول اللہ ﷺ کے توسط سے امت کو ادب سکھایا گیا ہے کہ جب تم مستقبل میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر چھوڑ دو اس لئے کہ وہ علام الغیوب ہے۔

(2) یہ بات اس موقع پر کہی گئی جب قریش نے رسول ﷺ سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے بارے میں سوال کیا تھا۔

(3) یہ نہی دیگر نواہی کی مانند (عام) ہے اگر چہ ایک خاص سبب کی بنا پر ہے اور اس کے مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں، مگر اس کا خطاب عام مکلفین کے لئے بھی ہے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے روک دیا ہے کہ بندہ مومن، مستقبل کے امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کو ملائے بغیر کہے ''میں یہ کام کروں گا'' اور یہ اس لیے کہ اس میں خطرات ہیں اور وہ ہے مستقبل کے غیبی معاملات کے بارے میں کلام کرنا، جن کے بارے میں بندہ نہیں جانتا کہ وہ ان پر عمل کر سکے گا یا نہیں، یا وہ ہوگا یا نہیں؟ اس طرح کہنے میں فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ مستقل طور پر بندے کی طرف لوٹاتا ہے، حالانکہ یہ قابل احتراز شے اور ممنوع ہے، کیونکہ مشیت تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (التکویر:29) (تفسیر سعدی:1510/2)

﴿اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ

''مگر ان شاء اللہ کہا کریں اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں، اور آپ کہہ دیں کہ اُمید ہے میرا رب مجھے بھلائی کی

لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا﴾

اس سے زیادہ قریب راہ دکھا دے گا'' (24)

سوال 1: ﴿اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''مگر ان شاء اللہ کہا کریں'' اپنے کسی امر میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر کرنے میں اس امر میں آسانی بھی ہوتی ہے اور برکت بھی حاصل ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: یاد آنے پر ان شاء اللہ کہہ لیا کرو، اس کی وضاحت ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ ... رَشَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ﴾ ''اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں'' یعنی اگر ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جس وقت یاد آ جائے تو کہہ لو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما قسم کھانے والے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ان شاء اللہ کہہ سکتا ہے گو کہ سال گزر جائے اور دلیل میں آیت کا یہی ٹکڑا پیش کرتے۔ (مختصر ابن کثیر:1/1090)

(2) بندہ بھول سکتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر کرنا بھول جائے تو جب یاد آ جائے تو ان شاء اللہ کہہ لیا کرے۔

(3) اپنے رب کو یاد کرنا چاہیے کیونکہ غافل ہی رب کو بھولتے ہیں۔ (4) باغ والے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ (17) وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (18) فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ (19) فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ (20) فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ (21) اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ (22) فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ (23) اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ (24) وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ (25) فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ (26) بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (27) قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (28) قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (29) فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ (30) قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ (31)﴾ ''یقیناً ہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی، جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے۔ وہ استثناء نہیں کر رہے تھے۔ چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہو گیا۔ پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔ یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے۔ مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ''یقیناً ہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم محروم ہیں۔'' اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ''کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔'' پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر آپس میں ملامت کرنے لگے۔ اُنہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی یقیناً ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے۔'' (القلم:17-31)

(5) رب العزت نے ذکر کثیر کا حکم دیا ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا۔'' (الاحزاب:41)

(6) تعلق باللہ کو مستحکم رکھنے کا ذریعہ ذکر وفکر ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (١٩١) رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (١٩٢)﴾ ''وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیں۔ اے ہمارے رب! بے شک جس کو تو نے آگ میں ڈالا تو اُس کو تو نے واقعی رُسوا کر دیا، اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔'' (آل عمران:192,191)

(7) کامیابی کا ذریعہ ذکر ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مدمقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (الانفال:45)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی گروہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نہیں بیٹھتا مگر یہ کہ فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون وطمانیت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں میں نازل کرتا ہے۔'' (ترمذی)

(9) عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا: کون سے لوگ بہتر ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کی عمر دراز ہو اور اس کا عمل اچھا ہو۔'' اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مرتے وقت تیری زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو۔'' (مشکوۃ:2270) (10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں کہ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر سے حرکت کرتے ہیں۔'' (ابن ماجہ:1245/2)

(11) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی جو نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔'' (بخاری:168/7)

(12) کوئی مصروفیت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے غافل نہ کرے۔ رب العزت کا فرمان ہے ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ﴾ ''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔'' (النور:37)

(13) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کا سخت ہونا ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔ ﴿اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہوسکتا ہے) پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (الزمر:22)

(14) کیا لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نہیں جھکیں گے؟ ﴿اَلَمۡ يَاۡنِ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَـقِّ ۙ وَلَا يَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَيۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴾ ''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثریت نافرمان ہے۔'' (الحدید:16)

(15) نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ زندہ انسانوں کا گھر ہے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا وہ مردہ شخص کا گھر ہے۔'' (صحیح مسلم:1823)

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے کسی گروہ میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے ایسی ہی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہے۔ اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میری رحمت اس کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔'' (مسلم:6805)

(17) ﴿وَقُلۡ عَسٰۤى اَنۡ يَّهۡدِيَنِ رَبِّىۡ لِاَقۡرَبَ مِنۡ هٰذَا رَشَدًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں کہ اُمید ہے میرا رب مجھے بھلائی کی اس سے زیادہ قریب راہ دکھا دے گا'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو پکارے، اسی پر توکل کرے، اسی سے محبت کرے، اسی سے امید باندھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی رشد وہدایت کے لئے قریب ترین راستے کی طرف راہ نمائی کرے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(18) جو فرد ہدایت کی طلب میں کوشش کرے وہ اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کی توفیق دے۔

(19) ان شاء اللہ کہنے کے وہ اثرات جو انسانی شعور پر مرتب ہوتے ہیں یہ اس کا اظہار ہے۔

(20) یہ ایک ایسے دل کی بات ہے جو اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ سے راضی ہے، اسے اپنے ہر کام میں ہر منصوبے میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے۔ (21) یہ وہ مقام ہے جہاں قائم رہنا مشکل ہے لیکن یہی انسان کے لئے صحیح ترین مقام ہے۔

سوال 2: ان شاء اللہ کہنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) ان شاء اللہ کہنے کا مطلب ہے کہ توفیق تو اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ملتی ہے۔

(2) ان شاء اللہ کہنے سے انسان کے شعور میں بار بار یہ احساس اُجاگر ہوتا ہے کہ میرا ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے منسلک ہے۔ میری سانسیں، میری دھڑکنیں، میرے ارادے، میری عبادتیں، میری قربانیاں، میرا جینا، میرا مرنا اللہ تعالیٰ کے ارادے سے منسلک ہے۔ (3) انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے، آسانی پیدا کرے تو آسانی پیدا ہوتی ہے۔

(4) انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کی وہی تدبیر کامیاب ہو سکتی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہو۔

(5) انسان ان شاء اللہ کہہ کر اپنے سارے رشتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ کر اللہ تعالیٰ کے نور کے ہالے میں آ جاتا ہے۔

(6) انسان اپنے ارادے کو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تابع کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے، اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا نہ وہ غرور میں مبتلا ہوتا ہے نہ مایوسی کا شکار ہوتا ہے۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔

﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾

''اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور انہوں نے نو سال کا اضافہ کیا'' (25)

سوال: اصحاب کہف غار میں کتنی مدت ٹھہرے، اس کی وضاحت ﴿وَلَبِثُوا ... تِسْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾ ''اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور انہوں نے نو سال کا اضافہ کیا'' اللہ رب العزت نے اصحاب کہف کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کی خبر دی ہے کہ وہ اس میں سونے سے جاگنے تک 309 سال تک ٹھہرے ہیں۔ 300 سال شمسی ہوتے ہیں اور 309 قمری سال کیونکہ ہر شمسی صدی میں تین قمری سال بڑھ جاتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1090/1)

﴿قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهِ

''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ جتنا عرصہ رہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اسی کو معلوم ہیں، کس قدر وہ دیکھنے والا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۫ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴾

ہےاور کس قدر وہ سننے والا ہے،اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی ایک کو اپنی حکومت میں شریک کرتا ہے" (26)

سوال 1: ﴿قُلِ اللّٰهُ...اَحَدًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا﴾ "آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ جتنا عرصہ رہے" یعنی اگر تم سے پوچھا جائے کہ اصحاب کہف غار میں کتنی مدت ٹھہرے تو اپنی طرف سے مت بتاؤ بلکہ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔

(2) ﴿لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اُسی کو معلوم ہیں" اللہ تعالیٰ ہی کائنات کے سارے غیب جانتا ہے اور مخلوق کے پاس اتنا ہی علم ہے جتنا اللہ تعالیٰ دے۔ غیبی امور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان امور کے بارے میں اپنے رسولوں کے توسط سے جو علم دیا ہے وہ یقینی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

(3) ﴿اَبْصِرْ بِهٖ﴾ "کس قدر وہ دیکھنے والا ہے" کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ بندوں کے سارے اعمال دیکھتا ہے۔

(4) ﴿وَاَسْمِعْ﴾ "اور کس قدر وہ سننے والا ہے" ہر سنی جانے والی چیز کو وہ سنتا ہے۔ وہ کمال درجے کی سماعت رکھتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے بڑھ کر نہ کوئی دیکھنے والا ہے، نہ سننے والا ہے۔

(5) ﴿مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ﴾ "اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں" اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا کارساز نہیں۔ اسی نے اصحاب کہف کی سرپرستی فرمائی۔ اس نے مخلوق میں سے کسی پر ان کا معاملہ نہیں چھوڑا۔

(6) ﴿وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا﴾ "اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی ایک کو اپنی حکومت میں شریک کرتا ہے" اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلتا ہے۔ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

(7) کوئی اللہ تعالیٰ کا حکم ٹالنے والا نہیں، کوئی اس کا وزیر مشیر نہیں، کوئی اس کا مددگار اور شریک نہیں۔

(8) اور یہ حکم کونی وقدری اور حکم دینی وشرعی دونوں کو شامل ہے وہی قضاوقدر اور تخلیق وتدبیر کے ذریعے سے اور امر ونہی اور ثواب وعقاب کے ذریعے سے اپنی مخلوق میں اپنا حکم نافذ کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا کہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیبی امور کو وہ جانتا ہے تو مخلوق کے لئے ان کو جاننے کا اس طریقے کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں، جو اس نے اپنے بندوں کو بتایا ہے۔ یہ قرآن کریم بہت سے غیبی امور پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کا حکم دیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1512/2)

(9) اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ: (i) ان کے قیام کی مدت اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمین کے چھپے ہوئے حالات کو جانتا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ کیا ہی اچھا دیکھنے والا، سننے والا ہے۔(iv) اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کی خبرگیری کرنے والا کوئی نہیں۔(v) اللہ تعالیٰ اپنی حکومت میں کسی ایک کو بھی شریک نہیں کرتے۔

(10) اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے بارے میں اہل کتاب سے پوچھنے سے روک دیا ہے۔اس لئے اس عالم غیب نے ان کے سوئے رہنے کی مدت سے خود آگاہ کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

﴿وَ اتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ لَنْ

''اور آپ کے رب کی کتاب میں سے جو آپ کو وحی کی گئی ہے اُس کو آپ پڑھ کر سنا دیں، اُس کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور اس کے سوا

تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾

آپ کبھی کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے'' (27)

سوال 1: تلاوت و تبلیغ قرآن کے حکم کی وضاحت ﴿وَ اتْلُ ... مُلْتَحَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ﴾ ''اور آپ کے رب کی کتاب میں سے جو آپ کو وحی کی گئی ہے اُس کو آپ پڑھ کر سنا دیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو قرآن مجید کی تلاوت اور تبلیغ کا حکم دیا ہے۔

(2) تلاوت سے مراد اتباع کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف جو وحی بھیجی ہے اس کے معانی کی معرفت اور ان کا فہم حاصل کر کے، اس کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق اور اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کر کے اس کی اتباع کیجئے کیونکہ یہ بہت ہی جلیل القدر کتاب ہے جس کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ (تفسیر سعدی: 1512/2)

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدہ: 67)

(4) ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' (القصص: 85)

(5) ﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ﴾ ''اُس کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں'' اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی رد و بدل کرنے والا نہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6) ان کلمات کی سچائی اور ان کے عدل اور حسن میں اپنی انتہا پر ہونے کی وجہ سے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ﴾ ''اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے، کوئی اُس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الانعام:115)

(8) ناقص چیزوں میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات کامل ہیں اس لئے ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اس میں قرآن کی عظمت کا اظہار ہے۔

(9) ﴿وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا﴾ ''اور اس کے سوا آپ کبھی کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے'' یعنی آپ کے رب کے سوا آپ کو کہیں کوئی ٹھکانا نہیں ملے گا جہاں آپ چھپ سکیں، نہ پناہ گاہ ملے گی جہاں پناہ لے سکیں۔ پس جب یہ حقیقت متعین ہوگئی کہ تمام امور میں وہی ملجا و ماویٰ ہے تو یہ بات بھی متعین ہوگئی کہ وہی اللہ ہے، خوشحالی اور بدحالی میں اسی کی طرف رغبت کی جائے، لوگ اپنے تمام احوال میں اسی کے محتاج ہیں اور اپنے تمام مطالب میں اسی سے سوال کیا جائے۔

(تفسیر سعدی:2/1512)

(10) اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں، اور اس میں موجود اوامر ونواہی کو بجالائیں، اور اس میں بیان کردہ حلال وحرام کے پابند رہیں، ورنہ آپ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔ (تیسیر الرحمن:1/841)

(11) ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اے محمد! اگر تم نے لوگوں کو قرآن نہ سنایا تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔

(12) اس کا مطلب یہ بھی لیا گیا ہے کہ اگر اس قرآن کو بیان کرنے سے گریز کرو گے یا اس میں کوئی تبدیلی کرو گے تو اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں۔ یہ خطاب اُمت سے بھی ہے۔

سوال 2: اصحاب کہف کے واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کیا ہدایت دی؟

جواب: (1) آپ ﷺ کی طرف جو وحی کی گئی ہے آپ ﷺ اس کی تلاوت کرتے رہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں۔

(2) اصحاب کہف کے واقعے کے بعد اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ لوگ مانیں یا نہ مانیں آپ اس پر یقین رکھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ اسے پڑھ کر سنا دیں۔ لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

''اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ

اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں

اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾

جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے'' (28)

سوال 1: مومنوں کے ساتھ صبر کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاصْبِرْ ... وَجْهَهٗ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾ ''اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان مومنوں کے ساتھ جوڑے رکھیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ جو دن کے پہلے اور آخری حصے میں تہلیل، تسبیح اور تکبیر وثناء کرتے ہیں اور صبح وشام اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں۔

(2) ﴿يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ ''وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو بیان فرمایا ہے۔

(3) اس آیت میں رب العزت نے حکم دیا ہے کہ صالح لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔ خواہ یہ نادار ہوں یا مال دار، کمزور ہوں یا زور آور۔

(4) قریش کے سردار یہ چاہتے تھے کہ رسول ﷺ انہی کے درمیان اُٹھیں بیٹھیں اور بلال رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ، خباب رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے کمزور لوگوں کے پاس نہ بیٹھیں۔

سوال 2: ﴿وَلَا تَعْدُ ... فُرُطًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ ''اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں'' یعنی آپ ﷺ اپنی نظریں ان سے نہ ہٹائیں، صبر کے ساتھ ان میں ہی اُٹھیں بیٹھیں۔

(2) ﴿تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں'' یعنی آپ اللہ والوں کے بدلے میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مال داراور مغرور لوگ نہ طلب کرنے لگیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۙ لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ ‌ؕ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى﴾ ''اور آپ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو سروسامان دیا ہے، دنیا کی زندگی کی زینت ہے تاکہ ہم انہیں اس آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے رب کا رزق ہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔'' (طٰہٰ:131)

(3) دنیا کی رونقیں دیکھنے میں اچھی لگتی ہیں، لیکن دلوں کو اپنا اسیر کر لیتی ہیں جس کی وجہ سے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو کر لذتوں میں مگن ہو جاتا ہے اور وقت ضائع کر کے ہمیشہ کے خسارے اٹھا لیتا ہے۔

(4)﴿وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا﴾ ''اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے'' جو اللہ تعالیٰ سے غافل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنے ذکر سے غافل کر دیتے ہیں۔

(5) یعنی اس کے دل پر توحید کے لئے مہر لگا دیتے ہیں۔

(6)﴿وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ﴾ ''اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے'' اس کے نفس نے جو چاہا وہ کیا اور اس کو پالینے کی کوشش کرنے لگا خواہ اس میں اس کی ہلاکت اور اس کے لئے خسارہ ہی کیوں نہ ہو۔پس اس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا لیا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ تعالیٰ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کر دیا؟''

(الجاثیہ:23)(تفسیر سعدی:1514،1513/2)

(7)﴿وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا﴾ ''اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے'' یعنی اس کے اعمال، اقوال، افعال حماقت اور افراط و تفریط پر مبنی ہیں اور حق سے تجاوز کرنے کا نقصان ہے۔ایسے شخص کے مطیع نہ بنیں، نہ ان کے راستے سے محبت رکھیں اور نہ اس سے رغبت رکھیں جس پر وہ ہیں۔(الاساس:3175/6)

(8) یعنی ان کا معاملہ حد اعتدال سے تجاوز کر چکا ہے۔(فتح القدیر:354/3)

سوال 3: اس آیت سے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب: (1) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہی شخص اطاعت کے لائق اور لوگوں کا امام بننے کے قابل ہے جس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور اس کی زبان پر محبت الٰہی کا فیضان ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو، اپنے رب کی رضا کی پیروی کرتا ہو اور اسے اپنے نفس کی خواہشات پر مقدم رکھتا ہو۔پس اس طرح وہ اپنے وقت کی حفاظت کرے گا، اس کے تمام احوال درست اور تمام افعال ٹھیک ہو جائیں گے۔وہ لوگوں کو اس چیز کی طرف دعوت دے گا جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر احسان کیا ہے۔ پس یہ شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اور اس کو امام بنایا جائے۔

(2) آیت مقدسہ میں جس صبر کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر ہے۔ یہ صبر کی بلند ترین قسم ہے۔ اس کی تکمیل سے صبر کی باقی تمام اقسام کی تکمیل ہوتی ہے۔

(3) آیت مبارکہ سے ذکر الٰہی، دعا اور دن کے دونوں حصوں میں عبادت کا استحباب مستفاد ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل پر ان کی مدح کی ہے اور جس فعل پر اللہ تعالیٰ فاعل کی مدح کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس فعل کو پسند کرتا ہے تو اس کا حکم اور اس کی ترغیب دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1514/2)

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ

''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا

یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں

بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾

پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی برا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے'' (29)

سوال 1: قرآن حق ہے، اس کی وضاحت ﴿وَقُلِ ... فَلْيَكْفُرْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے'' رسول اکرم ﷺ کو حکم ہے کہ آپ لوگوں سے فرما دیں کہ یہ قرآن جسے میں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں وہ تمہارے رب کی طرف سے سچا ہے جس میں شک وشبہ کی قطعی گنجائش نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1092/1) (2) قرآن حق ہے۔ (ابن ابی حاتم:2358/7)

(3) حق سے مراد فقراء کے ساتھ رہنے پر صبر ہے۔ (فتح القدیر:354/3)

(4) حق کی پہچان یہ ہے کہ (i) حق رب کی طرف سے آتا ہے۔ (ii) حق آخری حد تک سچا ہوتا ہے۔ (iii) حق میں لوگوں کی خاطر ترمیم نہیں کی جا سکتی۔

(5) اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کو اور سعادت مندوں اور بدبختوں کی صفات کو اپنے رسولوں کی زبان سے واضح کر دیا ہے۔

(6) ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ ''پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی دوراستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرلو۔

(7) اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو خیر وشر کے انتخاب کے لئے ارادے کی آزادی دی ہے۔ جو ایمان لاتا ہے اسے حق کی توفیق ملتی ہے اور جو کوئی کفر کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے کیونکہ دین کے معاملے میں زبردستی نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ "دین میں کوئی زبردستی نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی، چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" (البقرۃ:256)

سوال 2: کافروں کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا ... سُرَادِقُهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ﴾ "یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے تیار کر رکھی ہے" اللہ تعالیٰ نے کفر، فسق اور معصیت کے ذریعے ظلم کرنے والوں کے انجام کے بارے میں فرمایا۔

(2) ﴿نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ "ایسی آگ جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں" یعنی تم اس کتاب کو نہیں مانتے تو ہم نے تمہارے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ظالموں کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ قناتیں چار دیواریں ہیں، جہاں سے نجات پانے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

سوال 3: اہل جہنم کے لیے پانی کیسا ہوگا، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... مُرْتَفَقًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا﴾ "اور اگر وہ پانی مانگیں گے" یعنی اگر وہ پیاس بجھانے کے لئے پانی کی فریاد کریں گے۔

(2) ﴿يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ﴾ "تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا" تو انہیں زیتون کی تلچھٹ کی طرح گاڑھا پانی یا خون اور پیپ یا پگھلا ہوا سیسہ یا سخت گرم چیز دی جائے گی۔

(3) ﴿يَشْوِي الْوُجُوْهَ﴾ "جو چہروں کو بھون ڈالے گا" جو حرارت کی شدت کی وجہ سے چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔ وہ منہ کے پاس لائیں گے تو منہ کی کھال اس میں آ گرے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾ "وہ اس کا گھونٹ گھونٹ پیے گا لیکن قریب بھی نہ ہوگا کہ حلق سے اُتارے اور موت اس پر ہر طرف سے آئے گی حالانکہ وہ مرنے والا نہیں ہوگا اور اس کے پیچھے ایک سخت عذاب ہے۔" (ابراہیم:17)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿یُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَ الۡجُلُوۡدُ ﴿ؕ۲۰﴾ وَ لَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِیۡدٍ ﴿۲۱﴾﴾ ''جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی اور اُن کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔'' (الحج:21,20)

(5) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار سونا پگھلایا، جب وہ پانی جیسا ہوگیا اور جوش مارنے لگا، فرمایا: ''مُهْلِ'' کی مشابہت اس میں ہے، جہنم کا پانی سیاہ ہے، وہ خود بھی سیاہ ہے اور جہنمی بھی سیاہ ہیں۔ مسند احمد میں ہے: کافر کے منہ کے پاس جاتے ہی اس کے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں آپڑے گی۔ (ابن کثیر:266/3)

(6)﴿بِئۡسَ الشَّرَابُ﴾ ''بڑا ہی بُرا مشروب ہے'' جس سے وہ پیاس بجھانا چاہیں گے اس سے عذاب میں اضافہ اور عقوبت میں شدت ہوگی۔

(7)﴿وَ سَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا﴾ ''اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے'' یہ آگ کے احوال کی مذمت ہے یعنی یہ آرام کی بدترین جگہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں آرام نہیں بلکہ عذاب عظیم ہوگا جو بہت ہی تکلیف دہ ہوگا۔ گھڑی بھر کے لئے بھی یہ عذاب ان سے دور نہیں ہوگا اور وہ سخت مایوسی کے عالم میں ہوں گے۔ وہ ہر بھلائی سے مایوس ہوجائیں گے۔ جس طرح انہوں نے مہربان اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا وہ بھی انہیں، فراموش کر دے گا۔ (تفسیر سعدی:1516/2)

(8) اللہ تعالیٰ نے انجام کا تذکرہ کر کے یہ سمجھایا ہے کہ دیکھو احتیاط سے فیصلے کرنا، کہیں ہمیشہ کا عذاب مول نہ لینا۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا﴾

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، یقیناً ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں'' (30)

سوال 1: ایمان اور اعمال صالحہ کی جزا کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ... عَمَلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے دوسرے گروہ یعنی اہل ایمان کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لا کر نیک اعمال کیے۔

(2)﴿اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا﴾ ''یقیناً ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں'' اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق جو کام کیے جاتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایسے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ ان کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

(3) عمل میں احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی اور محمد ﷺ کی اتباع میں ہو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: حق پر ایمان کون لاتا ہے؟

جواب: جو لوگ تکبر، مصلحت پسندی، اور ظاہر پرستی سے دور ہوتے ہیں ان کے سامنے جب حق آتا ہے تو پہچان کر مان لیتے ہیں۔

سوال 3: حق قبول کرنے والوں کی زندگیوں میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) حق قبول کرنے والے اپنے آپ کو حق کے سامنے بچھا دیتے ہیں۔

(2) وہ اپنی زندگی کو حق کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔

﴿أُولَٰٓئِكَ لَهُمۡ جَنَّٰتُ عَدۡنٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهِمُ ٱلۡأَنۡهَٰرُ يُحَلَّوۡنَ فِيهَا مِنۡ أَسَاوِرَ مِن

’’یہی لوگ ہیں جن کے لیے اَبدی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے

ذَهَبٖ وَيَلۡبَسُونَ ثِيَابًا خُضۡرٗا مِّن سُندُسٖ وَإِسۡتَبۡرَقٖ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى

جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، اس میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں

ٱلۡأَرَآئِكِۚ نِعۡمَ ٱلثَّوَابُۚ وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقٗا﴾

گے۔ اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے!‘‘ (31)

ع 4 9 16

سوال 1: محسنین کے اجر کی وضاحت ﴿أُولَٰٓئِكَ ... مُرۡتَفَقٗا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰٓئِكَ لَهُمۡ جَنَّٰتُ عَدۡنٖ﴾ ’’یہی لوگ ہیں جن کے لیے اَبدی جنتیں ہیں‘‘ محسنین کا اجر یہ ہے کہ ان کے لئے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں۔

(2) ﴿تَجۡرِي مِن تَحۡتِهِمُ ٱلۡأَنۡهَٰرُ﴾ ’’جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں‘‘ جنت کے بالا خانوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔

(3) ﴿يُحَلَّوۡنَ فِيهَا مِنۡ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٖ﴾ ’’وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے‘‘ جنت والوں کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُدۡخِلُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ يُحَلَّوۡنَ فِيهَا مِنۡ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٖ وَلُؤۡلُؤٗاۖ وَلِبَاسُهُمۡ فِيهَا حَرِيرٞ﴾ ’’یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔‘‘ (الحج: 23)

Para 15 16

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ﴾ ”اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے“ جنتیوں کا لباس ریشم ہوگا۔ دبیز، مہین، سبز اور خالص ریشم کے کپڑے پہنائے جائیں گے۔

(5)﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ”ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان میں اُن کا لباس ریشم ہوگا۔“ (فاطر:33)

(6)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٢﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٥٧﴾﴾ ”بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہے اور ہم اُن کو بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔ اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے۔ وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔ آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔“ (الدخان:51-57)

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن کا زیور وہاں پہنچے گا جہاں اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔“ (مسلم:586)

(8) سیدنا سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایک ناخن کے برابر جنت کی کوئی چیز ظاہر ہو تو وہ زمین و آسمان کے کناروں کو چمکا دے اور اگر ایک مرد اہلِ جنت میں سے جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہوں تو اس کے کنگن تمام روشنی مٹا دیں جیسے آفتاب تاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے۔“ (ترمذی:2538)

(9) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی کپڑا پیش کیا گیا۔ اس کی خوب صورتی اور نزاکت نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر اور افضل ہیں۔“ (بخاری)

(10) اس آیت کریمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جنت میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے زیورات اور ریشم کے لباس ہوں گے۔

(11)﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ﴾ ”اس میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے“ تختوں پر ٹیک لگا کر بیٹھنے کی کیفیت واضح کرتی ہے کہ انہیں کوئی غم، کوئی تھکان، کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ جنت کے خادم ان کی خدمت میں دل پسند

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

چیزیں پیش کریں گے۔(12)﴿نِعْمَ الثَّوَابُ﴾ ''اچھا بدلہ ہے'' جنت کتنا بہترین صلہ ہے۔

(13)﴿وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اوراچھی آرام گاہ ہے!'' جنت کیا ہی اچھی قیام گاہ ہے جس میں اہل جنت قیام کریں گے اور ہر اس چیز سے لطف اندوز ہوں گے جس کی ان کے نفس خواہش کریں گے۔ان کی جوانی کو کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔ان کی خوشیوں کو کبھی غم نہیں ڈسے گا۔ان کی لذتیں کبھی نہ ختم ہونے والی ہوں گی۔ان کے گھر بہترین آرام گاہ ہوں گے،ان میں سب سے ادنیٰ درجے والا جنتی اپنی نعمتوں میں،اپنے باغوں میں اور محلوں میں دو ہزار سال چلے پھرے گا۔وہ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں پائے گا۔اس کی آرزوئیں پوری ہوں گی۔ان نعمتوں کا دوام ان کے حسن میں اضافے کا باعث ہوگا۔یاارحم الراحمین!ہم سب آپ سے سوال کرتے ہیں جنت الفردوس کا۔ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں اس احسان سے محروم نہ کرنا۔

(14)﴿وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾﴾ ''اوراُن کے آس پاس کمسن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے،جب آپ اُنہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے۔اُن پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اوراُن کا رب اُنہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔''(الدھر:19-21)

(15)﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالا خانے دیے جائیں گے اوراس میں اُن کا استقبال زندگی کی دُعا اور سلام سے کیا جائے گا۔اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بہت اچھی ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ ہے۔''(الفرقان:76,75)

(16)سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے جنت والو تمہارے لئے یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ تم صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے اور تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم آرام میں رہو گے اور تمہیں کبھی تکلیف نہیں ہو گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ آواز آئے گی کہ یہی تمہاری جنت ہے جس کے تم اپنے ان اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے رہے وارث بنا دیئے گئے ہو۔''(الاعراف:43)(مسلم:7157)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

''اور آپ انہیں دو آدمیوں کی مثال بیان کر دیں ان دونوں میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیے اور اُن دونوں کو ہم نے کھجور کے

بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا﴾

درختوں سے گھیر دیا اور ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتیاں بنائیں'' (32)

سوال 1: دولت مند مشرک اور نادار مسلمان کی مثال کی وضاحت ﴿وَاضْرِبْ ... زَرْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ﴾ ''اور آپ انہیں دو آدمیوں کی مثال بیان کر دیں'' اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کا ذکر کرنے کے بعد جو تکبر کی وجہ سے کمزور اور نادار مسلمانوں کی مجلس میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے مال و دولت پر فخر کرتے تھے، دو آدمیوں کی مثال بیان فرمائی ہے جن میں سے ایک دولت مند مشرک تھا اور دوسرا نادار مسلمان۔

(2) رب العزت نے فرمایا ہے کہ ان کے سامنے دو آدمیوں کی مثال بیان کر دو۔ ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے انگور کے دو باغ دے رکھے تھے جن کے درمیان فصلیں کاشت ہوتی تھیں اور جن کے کناروں پر کھجور کے اونچے اونچے درخت تھے۔ تینوں قسم کی پیداوار خوب تھی۔

(3) یہ مثال دو ایسے لوگوں کی ہے جن میں سے ایک شکرگزار اور دوسرا ناشکرا ہے۔ دونوں طرح کے لوگوں کے اقوال اور افعال کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کا عذاب و ثواب طے کر رکھا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ اس لئے سنایا ہے۔ (i) تاکہ اسلامی اقدار اور کافرانہ اقدار کو واضح کیا جا سکے۔ (ii) اس قصے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ دُنیا کی زندگی کی آخرت کے مقابلے میں کیا حقیقت ہے۔

(5) ﴿جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا﴾ ''اِن دونوں میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیے اور اُن دونوں کو ہم نے کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتیاں بنائیں'' ان میں سے جن کے دو باغ تھے اس کے باغ کے وسط میں انگور کی بیلیں اور ارد گرد کھجور کے درختوں نے گھیرا ہوا تھا۔ اس باغ کو سورج کی وافر روشنی حاصل تھی۔ روشنی پھل پکنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ باغ کو سیراب کرنے کے لئے وافر پانی بھی موجود تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿كِلۡتَا الۡجَـنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔـا ۙ وَّفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا﴾

"دونوں باغ اپنا پورا پھل لائے اور اس میں کوئی کمی نہ کی اور ہم نے دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری کردی تھی" (33)

سوال 1: باغوں کے منظر کی وضاحت ﴿كِلۡتَا الۡجَـنَّتَيۡنِ ... نَهَرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كِلۡتَا الۡجَـنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا﴾ "دونوں باغ اپنا پورا پھل لائے" دونوں باغوں کا پھل اور فصلیں کئی گنا ہوتی تھیں۔

(2) ﴿وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔـا﴾ "اور اس میں کوئی کمی نہ کی" یہاں ظلم کا لفظ نقص اور کمی کے لئے لایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باغ کے حوالے سے یہ واضح کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنا حق ادا کر دیا جب کہ باغات کے مالک نے تکبر کیا، سرکشی کی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا اور ظلم کیا۔

(3) ﴿وَّفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا﴾ "اور ہم نے دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری کردی تھی" ان باغوں کے ساتھ ساتھ پانی سے بھرے ہوئے دریا بہہ رہے تھے اور ان باغوں کے درمیان جگہ جگہ دریا جاری تھے۔

﴿وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكۡثَرُ مِنۡكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا﴾

"اور اس کا پھل بہت ہوا تو اُس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے باتیں کر رہا تھا "میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور تعداد میں زیادہ باعزت ہوں" (34)

سوال 1: پھلوں کی فراوانی کا باغوں کے مالک پر کیا اثر ہوا، اس کی وضاحت ﴿وَّكَانَ ... نَفَرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ﴾ "اور اس کا پھل بہت ہوا" اس شخص کا باغ پھلوں سے پک گیا۔ اس کے درخت بوجھ سے لد گئے۔ پھلوں کی اس فراوانی نے باغوں کے مالک کا ذہن بگاڑ دیا۔ وہ دھوکے میں مبتلا ہو گیا، اس نے تکبر کیا اور اترانے لگا۔

(2) ﴿فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ﴾ "تو اُس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے باتیں کر رہا تھا" اس نے اپنے ایمان والے دوست سے فخر سے کہا جبکہ وہ دونوں عام روزمرہ کی بات چیت کر رہے تھے۔

(3) ﴿اَنَا اَكۡثَرُ مِنۡكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا﴾ "میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور تعداد میں زیادہ باعزت ہوں" اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ باغ میں پھرتے ہوئے دل کا پیمانہ خوشی سے بھر گیا، جوش میں آگیا حتیٰ کہ غرور اس کے دل میں داخل ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا اب وہ بھول گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرنا ہے، صرف یہ یاد ہے میں تجھ سے زیادہ مال دار اور طاقتور نفری رکھتا ہوں۔

(4) اس نے اپنے مال اور اپنے مددگاروں، اپنے رشتے داروں اور غلاموں پر فخر کیا جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا﴾

’’اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا جب کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا تھا، اس نے کہا: ’’میں نہیں سمجھتا کہ یہ کبھی بھی برباد ہوگا‘‘(35)

سوال 1: باغ بھرا بھرا دیکھ کر اس کے مالک کے دل میں جو جھوٹی امید پیدا ہوئی، اس کی وضاحت ﴿وَدَخَلَ ... اَبَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) باغ بھرا بھرا دیکھ کر اس کے مالک کے دل میں جھوٹی امید پیدا ہوئی کہ باغ کبھی بھی خراب ہونے والا نہیں اور ہمیشہ سرسبز رہے گا۔

(2) ﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ ’’اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا جب کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا تھا‘‘ انسان جب دولت، عزت اور مال کو اپنی محنت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے تو اس کے اندر اپنی ذات کی بڑائی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔

(3) ﴿قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا﴾ ’’اس نے کہا: ’’میں نہیں سمجھتا کہ یہ کبھی بھی برباد ہوگا‘‘ اس شخص نے جو گمان کیا اسے لفظوں میں بیان کیا گیا کہ باغ کبھی ختم اور برباد نہیں ہوگا۔ اس طرح وہ دنیا پر مطمئن ہو کر آخرت کا انکار کر گیا۔

(4) ﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ ’’تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے تو مال اور اولاد لازماً دیے ہی جاتے رہیں گے؟‘‘ (مریم:77)

(5) ﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ’’اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اُسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی۔ پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنھوں نے عمل کیے اور یقیناً ہم ضرور اُنھیں سخت عذاب میں سے چکھائیں گے۔‘‘ (حم سجدہ:50)

(6) ﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ (17) وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (18) فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ (19) فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ (20) فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ (21) اَنِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ (۲۲) فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ (۲۳) اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ (۲۴) وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ (۲۵) فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ (۲۶) بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (۲۷) قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (۲۸) قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (۲۹) فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ (۳۰) قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ (۳۱)﴾ ”یقیناً ہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی، جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے۔ وہ استثناء نہیں کر رہے تھے۔ چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہو گیا۔ پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔ یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے۔ مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ”یقیناً ہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم محروم ہیں۔“ اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ”کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟“ اُنہوں نے کہا: ”پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔“ پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر آپس میں ملامت کرنے لگے۔ اُنہوں نے کہا: ”ہائے ہماری بربادی یقیناً ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے۔“ (القلم:17-31)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ ہی تناجش کرو (تناجش بیع کی ایک قسم ہے) اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ہی ایک دوسرے سے رُوگردانی کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔“ آپ ﷺ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: ”تقویٰ یہاں ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر پورا پورا احرام ہے، اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو۔“ (مسلم:6541)

(8) رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔“ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ اللهَ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ﴾ ”اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال (خوبصورتی) ہی کو پسند فرماتا ہے“ تکبر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

توحق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔'' (صحیح مسلم:265) (9) سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے اور پھر مذکورہ حدیث کی طرح حدیث بیان کی اور اس حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ ہی کوئی کسی پر زیادتی کرے'' اور اسی روایت میں ہے: ''وہ لوگ تم میں مطیع وتابعدار ہیں کہ وہ نہ گھر والوں کو چاہتے ہیں اور نہ ہی مال کو۔'' (صحیح مسلم:7210)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اشرفی کا بندہ، روپے کا بندہ، چادر کا بندہ، کمبل کا بندہ ہلاک ہوا کہ اگر اسے کچھ دے دیا جائے تب تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری:2886)

سوال 2: انسان تکبر میں کب اور کیسے مبتلا ہوتا ہے؟

جواب: (1) انسان تکبر میں مبتلا ہو کر دوسروں کو کم تر سمجھنے لگتا ہے جن کو مال اور عزت میں کم حصہ ملا ہوتا ہے۔

(2) انسان کو تکبر میں مبتلا ہو کر یوں لگتا ہے کہ یہ دُنیا ختم ہونے والی نہیں۔

(3) انسان کو یوں لگتا ہے کہ اگر اس دُنیا کے بعد کوئی اور جہان آ بھی گیا تو جیسے یہاں حال اچھا ہے تو وہاں بھی ضرور ہی اچھا ہوگا۔

سوال 3: انسان تکبر میں مبتلا ہونے سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: انسان جب یہ سمجھ لے کہ دُنیا میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہوتا ہے تو وہ تکبر میں مبتلا ہونے سے بچ جاتا ہے۔

﴿وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ

''اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت بھی قائم ہونے والی ہے اور یقیناً اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا بھی دیا گیا تو یقیناً میں ضرور

خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا﴾

اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا'' (36)

سوال 1: باغ کے مالک نے قیامت کے بارے میں کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿وَّمَآ...مُنْقَلَبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) باغ کے مالک نے قیامت کے بارے میں کہا: ﴿وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً﴾ ''اور میں نہیں سمجھتا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیامت بھی قائم ہونے والی ہے'' اس شخص کا اللہ تعالیٰ پر یقین کمزور تھا اور آخرت پر ایمان نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ قیامت کبھی نہیں آنے والی یعنی قیامت کا عقیدہ ہی غلط ہے۔ (2) ﴿وَّ لَئِنۡ رُّدِدۡتُّ اِلٰی رَبِّیۡ﴾ ''اور یقیناً اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا بھی دیا گیا'' فرض کریں قیامت قائم ہوتی ہے۔

(3) اگر قیامت آئی بھی تو ﴿لَاَجِدَنَّ خَیۡرًا مِّنۡهَا مُنۡقَلَبًا﴾ ''یقیناً میں ضرور اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا'' اس کی یہ بات دو امور سے خالی نہیں: (i) یا تو وہ حقیقت حال کا علم رکھتا ہے۔ تب اس کا یہ کلام ٹھٹھے اور تمسخر کے طور پر ہے یہ اس کے کفر میں اضافے کا باعث ہے۔ (ii) یا تو وہ حقیقت میں یہی سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا تب وہ دنیا کا جاہل ترین شخص اور عقل سے بے بہرہ ہے۔ دنیا کی عطا اور آخرت کی عطا میں کون سا تلازم ہے کہ کوئی جاہل شخص اپنی جہالت کی بنا پر یہ سمجھے کہ جسے اس دنیا میں عطا کر دیا گیا ہے اسے آخرت میں بھی عطا کیا جائے گا بلکہ غالب طور پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور خاص بندوں سے دنیا کو دور ہٹا دیتا اور اپنے دشمنوں کو دنیا عطا کرتا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو حقیقت کا علم تھا مگر اس نے بات محض ٹھٹھے اور تمسخر کے طور پر کہی تھی اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ﴾ پس باغ میں داخل ہوتے وقت اس سے صادر ہونے والے کلمات سے اس کے وصف ظلم کا اثبات، اس کے تمرّد اور عناد پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1519/2)

(4) کافر یہی کہتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَیَقُوۡلَنَّ هٰذَا لِیۡ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰی رَبِّیۡۤ اِنَّ لِیۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰی ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا ۫ وَلَنُذِیۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِیۡظٍ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اُسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی۔ پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اور یقیناً ہم ضرور اُنہیں سخت عذاب میں سے چکھائیں گے۔'' (فصلت: 50)

(5) متکبر انسان امتحان کی حالت کو انعام کی حالت سمجھتا ہے پھر وہ ان انعامات کو اپنا حق سمجھتا ہے تو اس کے دل میں یہی بات بس جاتی ہے کہ آج انعام ہے تو کل کیوں نہ ہوگا جب کہ میں تو وہی ہوں۔

﴿قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَکَفَرۡتَ بِالَّذِیۡ خَلَقَکَ مِنۡ تُرَابٍ

''اس کے ساتھی نے جب کہ وہ باتیں کر رہا تھا اس سے کہا'' کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے بنایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا﴾

پھر پانی کی ایک بوند سے پھر تمہیں درست آدمی بنادیا؟" (37)

سوال1: نادار مومن نے کافر ساتھی کو جو نصیحت کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ لَهٗ...رَجُلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ﴾ "اس کے ساتھی نے جب کہ وہ باتیں کر رہا تھا اس سے کہا" اس کے نادار مومن ساتھی نے اپنے کافر ساتھی کو نصیحت کرتے ہوئے ابتدائی حالات یاد دلائے جس میں اللہ تعالیٰ اسے وجود میں لایا۔

(2) ﴿اَكَفَرۡتَ بِالَّذِیۡ خَلَقَكَ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا﴾ "کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی ایک بوند سے پھر تمہیں درست آدمی بنادیا؟" یعنی تو اپنے خالق کی نافرمانی نہ کرنا۔ اس نے انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی پھر اس کی نسل کی پیدائش کا آغاز حقیر پانی کی بوند سے کیا۔ جس نے تجھے وجود عطا کیا، نعمتیں دیں، تجھے مکمل آدمی بنادیا، اس کے بارے میں تم یہ کہتے ہو کہ وہ تجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرے گا؟

سوال2: ایک مومن کافر کو اس کی پیدائش کیوں یاد دلاتا ہے؟

جواب: (1) اپنی پیدائش سے انسان کو اپنی اصل حقیقت یاد آجاتی ہے اور وہ رب کا شکر گزار بن جاتا ہے۔

(2) اپنی پیدائش کو یاد کرنے سے انسان کا تکبر ٹوٹتا ہے۔ (3) اپنی پیدائش کو یاد کر کے انسان کو رب یاد آجاتا ہے۔

﴿لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیۡ وَلَاۤ اُشۡرِكُ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا﴾

"لیکن وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو شریک نہیں کرتا" (38)

سوال1: بندہ مومن نے کافر ساتھی کے سامنے اپنے رب کے تعلق کا کیسے اظہار کیا، اس کی وضاحت ﴿لٰكِنَّا۠...اَحَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیۡ﴾ "لیکن وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے" مومن نے کافر ساتھی سے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کا اعتراف کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے۔

(2) ﴿وَلَاۤ اُشۡرِكُ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا﴾ "اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو شریک نہیں کرتا" میں اس کے ساتھ کسی ایک کو شریک نہیں کرتا۔ میرے پاس اگرچہ مال اور اولاد کم ہے مگر حقیقی نعمت ایمان ہے، اس کے سوا ہر چیز ختم ہو جانے والی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: بندۂ مومن نے اپنے آپ کو شرک سے بری الذمہ قرار دیتے ہوئے اپنے مشرک ساتھی کو کیا یاد دلایا؟

جواب: بندۂ مومن نے یاد دلایا کہ تم شرک کرتے ہو کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات میں خود کو شریک ٹھہراتے ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی بجائے اپنی بڑائی چاہتے ہو۔

﴿وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ

''اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے ماشاء اللہ کیوں نہ کہا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت نہیں، اگر تو نے

اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا﴾

مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر دیکھا ہے'' (39)

سوال 1: مومن نے کافر کو خیر خواہی سے جو نصیحت کی، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْلَآ ... بِاللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مومن نے کافر کو خیر خواہی سے نصیحت کی: ﴿وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے ماشاء اللہ کیوں نہ کہا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت نہیں'' کہ باغ میں داخل ہوتے وقت تکبر کرنے کی بجائے تم ماشاء اللہ کہتے یعنی جسے اللہ تعالیٰ چاہے باقی رکھے اور جسے چاہے فنا کر دے۔

(2) دولت و نعمت پانے کے بعد انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ عام انسانوں سے کوئی بلند تر ہے اور جو اس کو ملا ہے وہ اس کا خاندانی حق تھا یا اس کے ذاتی علم و ہنر کا نتیجہ تھا، جیسا کہ قارون نے کہا تھا، یہی غرور ہے جو ترقی کر کے بخل اور ظلم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی اور ارشاد ہے: ﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ (۲۳) الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (۲۴)﴾ ''تاکہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور جو تمہیں وہ عطا کرے اس پر پھول نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص منہ موڑ جائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بے پرواہ، بہت تعریفوں والا ہے۔'' (الحدید: 24،23)

(3) اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر جو نعمتیں اتاری ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی قدر پہچانے، اس کے مقام کو جانے، اس کے حق کو مانے اور دل و جان سے اس کا شکر ادا کرے۔ ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ”اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک کر لے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا، تا کہ تم شکر ادا کرو۔“ (الانفال:26)

(4)﴿وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ﴾ ”اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں قیامت کے دن کے بارے میں؟ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے لیکن کثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔“ (یونس:60)

(5) اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی چیز اچھی لگے تو ﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ پڑھنا چاہیے۔

(6) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں جنت کا خزانہ نہ بتاؤں؟ وہ خزانہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اس بندے نے مان لیا اور اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صرف لاحول نہیں بلکہ وہ جو سورہ کہف میں ہے یعنی: ﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ (ابن کثیر:269/3)

(7) جو چار کلمات کا اہتمام کرے وہ چار چیزوں سے امن میں رہ سکتا ہے۔ (i) جو حسبنا اللہ کہتا ہے اسے شیطان کی چالوں سے بچا لیا جاتا ہے۔ ﴿اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَـكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ‌ۖ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ﴾ ”جن سے لوگوں نے کہا کہ یقیناً دشمن لوگ تمہارے خلاف لشکر جمع کر چکے ہیں لہٰذا تم اُن سے ڈر جاؤ، چنانچہ اس نے ان کو ایمان میں اور زیادہ کر دیا، اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“ (آل عمران:173) (ii) جو کہتا ہے میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اسے لوگوں کی چالوں سے بچا لیا جاتا ہے: ﴿فَسَتَذۡكُرُوۡنَ مَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ‌ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمۡرِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰٮهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوۡا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرۡعَوۡنَ سُوۡۤءُ الۡعَذَابِ ﴿۴۵﴾﴾ ”چنانچہ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں جلد ہی تم یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو برے نتائج سے بچا لیا جو انہوں نے تدبیریں کیں اور آلِ فرعون کو بُرے عذاب نے گھیر لیا۔“ (مومن:44,45) (iii)﴿لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ”آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔“ (الانبیاء:87) جو یہ کہتا ہے اسے غم سے بچا لیا جاتا ہے۔ (قرطبی:295/5)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(iv)﴿مَا شَآءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ﴾ پڑھنے سے نظر بد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(8) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور جب ہم بلندی پر چڑھتے تو (زور سے چلا کر) تکبیر کہتے اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اپنے اوپر رحم کھاؤ! اللہ بہرا نہیں ہے اور نہ وہ کہیں دور ہے تم ایک سننے اور، ایک بہت واقف کار اور قریب رہنے والی ذات کو بلاتے ہو'' پھر نبی ﷺ میرے پاس آئے۔ میں اس وقت دل میں ﴿لاحول ولا قوۃ الا باللہ﴾ کہہ رہا تھا۔ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''عبداللہ بن قیس! ﴿لاحول و لا قوۃ الا باللہ﴾ کہا کرو کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔'' یا آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں یہ نہ بتادوں۔'' (بخاری:7386)

(9) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب موذن ﴿اَللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَرُ﴾ کہے تو تم میں سے کوئی ایک ﴿اَللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَرُ﴾ کہے۔ پھر موذن ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ﴾ کہے تو یہ بھی ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ﴾ کہے۔ پھر موذن ﴿اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ﴾ کہے تو یہ بھی ﴿اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ﴾ کہے۔ پھر وہ ﴿حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ﴾ کہے تو یہ ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ﴾ کہے۔ پھر وہ ﴿حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ﴾ کہے تو یہ ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ﴾ کہے۔ پھر وہ ﴿اَللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَرُ﴾ کہے تو یہ بھی ﴿اَللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَرُ﴾ کہے پھر وہ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ﴾ کہے تو یہ بھی ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ﴾ خلوص دل سے کہے تو یہ (ضرور) جنت میں داخل ہوگا۔'' (مسلم:850)

(10) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا کرے: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کے لیے ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت'' پھر یہ پڑھے ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ﴾ ''اے اللہ میری مغفرت فرما'' (یا یہ کہا کہ) کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے پھر اگر اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو نماز بھی مقبول ہوگی۔'' (صحیح بخاری:1154)

سوال 2: مومن ساتھی کے اس قول ﴿اِنْ تَرَنِ... وَّوَلَدًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ ''اگر تو نے مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر دیکھا ہے'' مومن نے اپنے کافر ساتھی سے کہا کہ تم مال اور اولاد پر فخر کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ میں مال اور اولاد کے لحاظ سے تم سے کم تر ہوں مگر جو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے اور جو امید اللہ تعالیٰ کی نوازش اور احسان سے رکھی جاسکتی ہے وہ اس دنیا و مافیہا سے بہتر ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے لوگ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

﴿فَعَسٰی رَبِّیۡۤ اَنۡ یُّؤۡتِیَنِ خَیۡرًا مِّنۡ جَنَّتِکَ وَیُرۡسِلَ عَلَیۡهَا حُسۡبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ

''تو اُمید ہے کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمادے گا اور اس پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے

فَتُصۡبِحَ صَعِیۡدًا زَلَقًا﴾

تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے گا'' (40)

سوال: مومن ساتھی کے قول ﴿فَعَسٰی...زَلَقًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَسٰی رَبِّیۡۤ اَنۡ یُّؤۡتِیَنِ خَیۡرًا مِّنۡ جَنَّتِکَ﴾ ''تو اُمید ہے کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمادے گا'' یعنی اس باغ نے تجھے دھوکے میں رکھا تھا اور تو نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا۔ امید ہے میرا رب مجھے اس سے بہتر عطا کرے گا۔ یعنی تیرے باغ سے بہتر باغ۔

(2) مومن جو کچھ موجود ہوتا ہے اس پر قناعت کرتا ہے پھر یہ اُمید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اور زیادہ دے گا۔

(3) ﴿وَیُرۡسِلَ عَلَیۡهَا حُسۡبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''اور اس پر بھیج دے آسمان سے کوئی آفت'' یعنی کسی قسم کا عذاب، بارشیں، زلزلے یا کچھ اور۔

(4) ﴿فَتُصۡبِحَ صَعِیۡدًا زَلَقًا﴾ ''تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے گا'' تم جس باغ کے متعلق یقین رکھتے ہو کہ وہ کبھی خراب نہیں ہوگا تو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر کوئی آفت بھیج دے، اتنی بارش ہو کہ سارا باغ برباد ہو جائے، لہلہاتے باغوں کی جگہ چکنی زمین پڑی رہ جائے۔

(5) مومن نے اپنے ساتھی کو باغ پر آسمان سے آنے والی آفت سے اس لئے ڈرایا کہ انسان کی زندگی میں حادثات پیش آتے رہتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جس پر انسان کا ذاتی قبضہ ہو اس لئے مومن نے توجہ دلائی کہ یہ سب کچھ جسے تم اپنا سمجھتے ہو وہ تمہارا ہے نہیں۔

﴿اَوۡ یُصۡبِحَ مَآؤُهَا غَوۡرًا فَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ لَهٗ طَلَبًا﴾

''یا اُس کا پانی گہرا ہو جائے، پھر تم اس کی تلاش کی قطعاً استطاعت نہ رکھو گے'' (41)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال:﴿اَوۡ یُصۡبِحَ...طَلَبًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوۡ یُصۡبِحَ مَآؤُهَا غَوۡرًا﴾ ''یا اُس کا پانی گہرا ہو جائے'' یعنی باغ کے پانی کا چشمہ۔

(2)﴿فَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ لَهٗ طَلَبًا﴾ ''پھر تم اس کی تلاش کی قطعاً استطاعت نہ رکھو گے'' یعنی پانی اتنی گہرائی میں چلا جائے کہ تم کھدائی کے آلات کے ذریعے بھی وہاں نہ جا سکو۔

(3) مومن حقیقت پسند ہوتا ہے وہ اپنے تصور سے ہر چیز سے محروم ہو کر سبق لیتا ہے کہ اس کے پاس عاجزی کے سوا کچھ نہیں اور اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے عاجز بنا کر ڈال دیتا ہے۔

﴿وَاُحِیۡطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصۡبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیۡهِ عَلٰی مَاۤ اَنۡفَقَ فِیۡهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا

''اور اس کے پھل کو گھیر لیا گیا چنانچہ وہ اُس پر اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اُس نے اس میں خرچ کیا تھا اور وہ باغ اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا

وَیَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُشۡرِكۡ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا﴾

اور وہ کہنے لگا: ''اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا!''(42)

سوال: ناشکری کے برے انجام کی وضاحت ﴿وَاُحِیۡطَ...اَحَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے دِکھایا ہے کہ سارا پھل تباہ ہو گیا۔ باغ کے تمام درخت، پودے سب کچھ بھُس ہو کر رہ گیا اور مالک بربادی پر ہاتھ ملتے ہوئے کہنے لگا کہ کاش وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔ یہ تھا ناشکری کا انجام!

(2)﴿وَاُحِیۡطَ بِثَمَرِهٖ﴾ ''اور اس کے پھل کو گھیر لیا گیا'' یعنی اس کے پھل کو گھیر کر تباہ کر دیا گیا اور اس میں کچھ بھی نہ چھوڑا گیا۔(3)﴿فَاَصۡبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیۡهِ عَلٰی مَاۤ اَنۡفَقَ فِیۡهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا﴾ ''چنانچہ وہ اُس پر اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اُس نے اس میں خرچ کیا تھا اور وہ باغ اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا'' یعنی اس نے باغ پر جو اخراجات کیے تھے وہ سب ضائع ہو گئے۔ اس نے افسوس کرتے ہوئے اپنے شرک پر پشیمان ہوتے ہوئے کہا۔

(4)﴿وَیَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُشۡرِكۡ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا﴾ ''اور وہ کہنے لگا: ''اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا!'' کفِ افسوس ملتے ہوئے اس شخص نے کہا: کاش وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمجھایا ہے کہ (i) دُنیا میں جو باغ تم نے اُگایا تمہارا ذاتی نہیں لیکن تم اُس پر اپنی ملکیت سمجھ کر شرک کرتے ہو۔(ii) اللہ تعالیٰ نے ہاتھ ملتے ہوئے انسان کے منظر کو سامنے رکھ کر سمجھایا ہے کہ تمہیں بھی شرک کی نفی کرنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔کیا اُسی دن یاد آئے گا جب کچھ بھی تمہارے ہاتھ میں نہ رہے گا۔(iii) اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، قادر مطلق ہے،قوتوں کا مالک ہے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنۡصُرُوۡنَهٗ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنۡتَصِرًا﴾

’’اور اس کے پاس کوئی جتھا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود بچنے والا ہوا‘‘(43)

سوال1:﴿وَلَمۡ تَكُنۡ ... مُنۡتَصِرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنۡصُرُوۡنَهٗ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنۡتَصِرًا﴾’’اور اس کے پاس کوئی جتھا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود بچنے والا ہوا‘‘یعنی جب باغ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو ہر چیز ہاتھوں سے نکل گئی۔

(2)اسے اپنی اولاد اور جس جتھے کا ناز تھا کہ اس کے مددگار ہوں گے وہ اس سے کچھ بھی عذاب دور نہ کر سکے۔

(3)زمین وآسمان کے رہنے والے سب مل کر بھی کوئی مدد کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے،نہ وہ خود ہی مدد کر سکا۔

سوال2:انسان کو یہ بات کب سمجھ آتی ہے کہ اس کی کوئی تدبیر اسے بچا نہیں سکتی؟

جواب:انسان کی زندگی میں آنے والے حادثات اسے یقین دہانی کرواتے ہیں کہ قابلیت اور تدبیر اللہ تعالیٰ کے آگے کام نہیں آسکتی۔

ع 5 13 17

﴿هُنَالِكَ الۡوَلَايَةُ لِلّٰهِ الۡحَقِّ ؕ هُوَ خَيۡرٌ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ عُقۡبًا﴾

’’وہاں ہر طرح کی مدد اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو برحق ہے۔وہی بہترین ہے ثواب دینے والا اور بہترین انجام والا ہے‘‘(44)

سوال1:﴿هُنَالِكَ ... عُقۡبًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُنَالِكَ الۡوَلَايَةُ لِلّٰهِ الۡحَقِّ﴾’’وہاں ہر طرح کی مدد اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو برحق ہے‘‘وہ شخص پکار رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہی برحق ہے،اسی کا انعام بہتر اور اسی کا دیا ہوا بدلہ اچھا ہے۔

(2)جو کوئی ایمان لا کر تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ولی اور دوست ہے۔وہ اسے کرامتوں کے ذریعے عزت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دینی اور دنیوی ثواب بہترین ہے۔

(3)یعنی اس حال میں جس میں اللہ تعالیٰ اس شخص کو سزا دینے کا حکم جاری کرتا ہے جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیاوی زندگی کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ترجیح دی اور عزت وتکریم اس شخص کے لئے جس نے ایمان لا کر نیک عمل کئے، اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا رہا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دیتا رہا۔ اس بنا پر واضح ہو گیا کہ حقیقی ولایت کا مالک صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہے۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ولی اور دوست ہے، وہ اسے مختلف اقسام کی کرامت کے ذریعے سے تکریم بخشتا ہے اور اس کو شر اور تمام آفتوں سے بچاتا ہے۔ جو اپنے رب پر ایمان نہیں رکھتا اور نہ اسے اپنا ولی اور سرپرست بناتا ہے، وہ دین و دنیا میں خسارہ اٹھاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دنیاوی اور اخروی ثواب بہترین ثواب ہے جس پر امیدوں کو مرتکز ہونا چاہیے۔ (تفسیر سعدی: 1522/2، 1523)

سوال 2: انسان کو کب یہ بات سمجھ آتی ہے کہ سارا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہی بہترین اجر دینے والا اور بہترین انجام والا ہے؟

جواب: (1) انسان کو اللہ تعالیٰ دُنیا میں مختلف حادثات، مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ وہ سبق لے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کو اہمیت دینے کی غلطی نہ کرے۔

(2) انسان اگر ظالم بن جائے تو کسی چیز سے سبق نہیں لیتا جب تک وہ ہر چیز سے محروم ہو کر یہ نہ دیکھ لے کہ اس کے پاس عاجزی کے سوا کچھ نہیں۔

سوال 3: اس قصے میں ہمارے لئے کیا عبرتیں ہیں؟

جواب: (1) اس عظیم قصے میں اس شخص کے حال میں جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتیں عنایت کیں، مگر ان نعمتوں نے اسے آخرت سے غافل کر کے سرکش بنا دیا اور وہ ان میں مگن ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگا لوگوں کے لئے عبرت ہے کہ ان نعمتوں کا انجام زوال اور اضمحلال ہے اگر بندہ ان نعمتوں سے تھوڑا فائدہ اٹھاتا ہے تو طویل عرصے تک محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بندہ مومن کے لئے مناسب یہی ہے کہ جب اسے اپنے مال اور اولاد میں سے کچھ اچھا لگے تو وہ اس نعمت کو نعمت عطا کرنے والے کی طرف منسوب کرے اور یہ کہے: (مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) تاکہ وہ شکر گزار بنے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بقا کے لئے سبب بننے والا بنے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَلَوۡلَاۤ اِذۡ دَخَلۡتَ جَنَّتَكَ قُلۡتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے ماشاء اللہ کیوں نہ کہا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت نہیں'' (الکھف: 39)

(2) ان آیات کریمہ میں لذت دنیا اور اس کی شہوات کے بدلے میں ان بہتر چیزوں کے ذریعے تسلی کی طرف اشارہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔فرمایا:﴿اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا (۳۹) فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ (۴۰)﴾ ''اگر تو نے مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر دیکھا ہے۔تو اُمید ہے کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرما دے گا۔'' (الکہف:40,39)

(3) ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ مال اور اولاد اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مددگار نہ بنیں تو وہ کوئی فائدہ نہیں دیتے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قرب میں نزدیک کر دیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔'' (سبا:37)

(4) اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جس شخص کا مال اس کی سرکشی،کفر اور اس کے لئے اخروی خسارے کا سبب ہو اس مال کے تلف ہونے کی دعا کرنا جائز ہے۔خاص طور پر جبکہ وہ اس مال کی بنا پر اپنے آپ کو اہل ایمان سے افضل سمجھتا ہو اور ان پر فخر کا اظہار کرتا ہو۔ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور عدم ولایت اس وقت ظاہر ہوگی جب غبار چھٹ جائے گا،جزا و سزا ثابت ہوگی اور عمل کرنے والے اپنا اجر پالیں گے:﴿هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ عُقْبًا﴾ ''وہاں ہر طرح کی مدد اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو برحق ہے۔وہی بہترین ہے ثواب دینے والا اور بہترین انجام والا ہے۔'' (الکہف:44)(تفسیر سعدی:1523/2)

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

''اور آپ اُنہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردیں،جیسا کہ پانی،جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا پھر اُس سے زمین کی نباتات

الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾

خوب گھنی ہوگئیں پھر وہ چورا ہوگئیں،جسے ہوائیں اُڑائے پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (45)

سوال 1: دنیا کی زندگی کی مثال کی وضاحت ﴿وَاضْرِبْ ... مُّقْتَدِرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ ''اور آپ اُنہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کے سامنے دنیا کی زندگی کے زوال اور اس کے فنا ہونے کی مثال بیان فرمائیں تاکہ وہ اس کی حقیقت جان کر ہمیشہ رہنے والی زندگی سے اس کا تقابل کریں اور اسے ترجیح دیں جس کا حق ہے کہ اسے ترجیح دی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ ''جیسا کہ پانی، جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا'' اس زندگی کی مثال بارش کی سی ہے جو آسمان سے برستی ہے تو زمین اسے اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔

(3)﴿فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ﴾ ''پھر اُس سے زمین کی نباتات خوب گھنی ہو گئیں'' اس سے طرح طرح کی چیزوں کے درخت پیدا ہوئے، پروان چڑھے، اس کی کلیاں اور پھول نکلے، اس کی خوب صورتی اور رونق دیکھنے والوں کو متاثر کرتی ہے۔ لوگ اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور بے پرواہ لوگوں کو بھی یہ مناظر اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔

(4)﴿فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ﴾ ''پھر وہ چورا ہو گئیں، جسے ہوائیں اُڑائے پھرتی ہیں'' پھر وہ نباتات سوکھ جاتی ہیں اور چورا چورا ہو کر زمین پر گر پڑتی ہیں۔ ان کے ذرے ہوا میں اڑتے نظر آتے ہیں۔ ہوائیں انہیں اڑا کر لے جاتی ہیں۔ سارا منظر بدل جاتا ہے۔ تازگی، روئیدگی، خوب صورتی اور حسن ختم ہو جاتا ہے۔ زمین چٹیل میدان بن جاتی ہے جس سے نظریں ہٹ جاتی ہیں، ہر طرف خاک اڑتی ہے اور دل وحشت محسوس کرتے ہیں۔

(5) دنیا کی زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ ہر شخص کو اپنی جوانی اچھی لگتی ہے۔ اس زندگی میں مگن لوگ اپنے دوستوں سے آگے نکل جاتے ہیں اور مال و دولت کے پیچھے بھاگتے ہیں، لذتوں اور شہوتوں میں گم ہو جاتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ ان خوشیوں کو زوال نہیں آئے گا کہ اچانک موت آ جاتی ہے یا اس کا مال ضائع ہو جاتا ہے، اس کی لذتیں چھن جاتی ہیں، اس کی خوشیاں اس سے روٹھ جاتی ہیں۔ اس کا دل دکھوں اور مصیبتوں سے وحشت کھاتا ہے۔ اس کا مال، اس کی جوانی، اس کی قوت اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور وہ اپنے اچھے برے اعمال کے ساتھ اکیلا باقی رہ جاتا ہے۔ یہی وہ حال ہے جب ظالم کو حقیقت کا علم ہو گا تو وہ اپنے ہاتھ چبائے گا اور تمنا کرے گا کہ اسے دنیا میں ایک بار واپس بھیجا جائے گا اور تمنا کرے گا، اس لیے نہیں کہ نا کام آرزوؤں کو پورا کر لے بلکہ اس لیے کہ غفلت میں جو غلطیاں، کمیاں، کوتاہیاں ہوئیں توبہ اور نیک اعمال کے ذریعے ان کی تلافی کر لے۔

(6) عقل مند وہ ہے جو اپنے آپ کو مرنے کے بعد کی زندگی میں دیکھ لیتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کہ اسے دنیا کی زندگی سے جانوروں کی طرح فائدہ اٹھانا ہے یا جنت کے حصول کے لیے عمل کرنا ہے جس کی نعمتیں کبھی زوال پذیر نہیں ہوں گی۔ جہاں کسی کی خوشیوں کو غم نہیں آئے گا، جہاں کسی کی جوانی کو بڑھاپا نہیں آئے گا، جہاں کسی کی زندگی کو موت نہیں آئے گی، جہاں کی لذتیں زوال پذیر نہیں ہوں گی۔

(7) یہ سوچ اس شخص کی ہوتی ہے جو عقل رکھتا ہے اور پختہ ارادے کرتا ہے جسے رب العزت توفیق عطا فرماتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) یہی وہ حالت ہے جس کے ذریعے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جس کو توفیق مل جائے وہ حقیقی دنیا کے لیے کام کرتا ہے۔ جس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے وہ حال مست اور مال مست بن کر زندگی گزارتا ہے۔ جسے توفیق مل جائے وہ نفع اٹھاتا ہے اور جسے نہ ملے وہ نقصان اٹھاتا ہے۔

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّھُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىھَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ”دنیا کی زندگی کی مثال اُس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اُس سے زمین کی اُگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں اس میں سے جو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ زمین نے اپنی رونق لے لی اور خوب مزین ہوگئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک اب وہ اس پر قادر ہیں تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا تو ہم نے اُسے کٹی ہوئی کر دیا گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی، ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔“ (یونس:24)

(10) ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ”جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔“ (الحدید:20)

(11) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا بڑی میٹھی اور سرسبز (یعنی پرکشش) ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تم کو (زمین میں) جانشین بنائے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ پس (اس میٹھی اور پرکشش) دنیا سے بچ کر رہو اور عورتوں سے بھی محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے پیدا ہوا۔“ (صحیح مسلم:6948)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ﴾ ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔'' (صحیح مسلم:7417)

(13) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دن ممبر پر تشریف فرما ہوئے ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے متعلق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی آرائش اور زیبائش کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔'' ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اچھائی برائی پیدا کرے گی؟ اس پر نبی ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس لیے اس شخص سے کہا جانے لگا کہ کیا بات تھی تم نے نبی ﷺ سے ایک بات پوچھی لیکن نبی ﷺ تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے محسوس کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، بیان کیا کہ پھر نبی ﷺ نے پسینہ صاف کیا (جو وحی نازل ہوتے وقت آپ کو آنے لگتا تھا) پھر پوچھا کہ سوال کرنے والے صاحب کہاں ہیں؟ ہم نے محسوس کیا کہ آپ نے اس کے (سوال کی) تعریف کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھائی برائی نہیں پیدا کرتی (مگر بے موقع استعمال سے برائی پیدا ہوتی ہے) کیونکہ موسم بہار میں بعض ایسی گھاس بھی اگتی ہے جو جان لیوا اور تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے البتہ ہریالی چرنے والا وہ جانور بچ جاتا ہے کہ خوب چرتا ہے اور جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی ہیں تو سورج کی طرف رخ کر کے پاخانہ پیشاب کر دیتا ہے اور پھر چرتا ہے۔ اسی طرح یہ مال و دولت ایک خوشگوار سبزہ زار ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جو مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا جائے'' یا جس طرح نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں اگر کوئی شخص زکوٰۃ حقدار ہونے کے بغیر لیتا ہے تو اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور قیامت کے دن یہ مال اس کے خلاف گواہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری:1465)

(14) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ (غزوہ خندق کے شروع ہونے سے کچھ پہلے جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی) میدان خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم اجمعین سردی کی سختی کے باوجود صبح ہی صبح خندق کھودنے میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس غلام بھی نہیں تھے جو ان کی اس کھدائی میں مدد کرتے۔ آپ ﷺ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔'' (صحیح بخاری:2834)

(15) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ پھر دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں جبکہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔ مرنے والے کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔" (صحیح مسلم:7424،صحیح بخاری:6514)(16)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں: جو کھایا اور ختم کرلیا، جو پہنا اور پرانا کرلیا اور جو اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیا اور (یہ اس نے آخرت کے لیے جمع کر لیا) اس کے علاوہ تو صرف جانے والا اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔" (صحیح مسلم:7422)

(17)سیدنا سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ سے خطبہ دیتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر کیا کہ لوگوں نے دنیا میں سے کیا کچھ حاصل کرلیا ہے۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ سارا دن بھوک کی وجہ سے بے قرار رہتے تھے۔ آپ کو سوکھی ہوئی اتنی سخت کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی جس سے اپنا پیٹ بھر لیتے۔ (صحیح مسلم:7461)

(18)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابنِ آدم بوڑھا ہوجاتا ہے لیکن دو چیزوں میں جوان رہتا ہے، عمر کی حرص میں اور مال کی حرص میں۔" (جامع ترمذی:2339)

(19)سیدنا کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔" (جامع ترمذی:2336)

(20)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے" اللہ تعالیٰ پیدا کرنے، زندہ رکھنے اور فنا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ (قرطبی:5/268)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کی مثال سے کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی ناپائیداری کو مثال کے ذریعے سمجھایا ہے کہ جب آسمانوں سے پانی برستا ہے تو نباتات کے ساتھ مل جاتا ہے تو کھیتی لہلہا اُٹھتی ہے ایک نئی زندگی ملتی ہے اور وہ وقت آتا ہے کہ کھیتی پک جاتی ہے۔ جب زمین سرسبز ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہ کھیتی ہمیشہ ایسی رہے گی مگر جب سبزہ سوکھ جاتا ہے تو بھوسے کو ہوائیں اُڑائے پھرتی ہیں۔ اتنی ہی جلدی دُنیا ختم ہونے والی ہے۔ ہوا کے جھونکے کی طرح پانی کے بلبلے کی طرح یا کھیتی کی طرح۔

(2) دُنیا کی زندگی میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(3) دُنیا کی رونقیں ختم ہونے والی ہیں مگر نیک اعمال باقی رہنے والے ہیں۔ دُنیا کی رونقوں کو قیامت اس طرح ختم کردے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گی جیسے اُن کا کوئی وجود نہ ہو مگر نیک اعمال باقی رہنے والے ہیں۔

﴿اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَالۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ

”مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں،

ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ اَمَلًا﴾

اور اُمید میں بھی زیادہ اچھی ہیں“(46)

سوال 1: باقی رہنے والی نیکیاں مال اور اولاد سے بہتر ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلۡمَالُ ... اَمَلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا﴾ ”مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں“ مال اور اولاد کی محبت انسان کے اندر رکھ دی گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الۡبَنِیۡنَ وَالۡقَنَاطِیۡرِ الۡمُقَنۡطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالۡفِضَّۃِ وَالۡخَیۡلِ الۡمُسَوَّمَۃِ وَالۡاَنۡعَامِ وَالۡحَرۡثِ ؕ ذٰلِکَ مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗ حُسۡنُ الۡمَاٰبِ﴾ ”لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنا دی گئی، جو عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔“ (آل عمران:14)

(2) مال اور اولاد تو آزمائش ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ ؕ وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗۤ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ﴾ ”تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“ (التغابن:15)

(3) ﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ وَاَوۡلَادِکُمۡ عَدُوًّا لَّکُمۡ فَاحۡذَرُوۡھُمۡ ۚ وَاِنۡ تَعۡفُوۡا وَتَصۡفَحُوۡا وَتَغۡفِرُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے لیے دشمن ہیں سو اُن سے ہوشیار ہو اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ (التغابن:14)

(4) مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں ہمیشہ کی زندگی کی نہیں اور یہ زندگی جلد فنا ہونے والی ہے۔ اس لیے کسی عقل مند آدمی کے لائق نہیں کہ وہ مال اور بیٹوں پر فخر جتائے اور غرور کرے۔

(5) مال اور بیٹوں میں جمال اور نفع ہے۔ بیٹے انسان کے لیے قوت اور مدافعت کا ذریعہ ہیں اس لیے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ (تفسیر منیر:285,284/8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا﴾ ''اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں، اور اُمید میں بھی زیادہ اچھی ہیں'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ انسان کے لیے جو چیز باقی رہ جاتی ہے، جو چیز اسے نفع دیتی ہے، جو چیز اسے ہمیشہ کی خوشیاں دینے والی ہے وہ باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔

(7) باقی رہنے والی نیکیوں میں واجب اور مستحب سب نیکی کے کام شامل ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق۔

(8) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دعا ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ﴾ (مسند احمد: 71/1)

(9) نماز، زکوۃ، حج، صدقہ، عمرہ، تسبیح، تہلیل، تحمید، تلاوت قرآن، علم حاصل کرنا، صلہ رحمی، والدین کے ساتھ حسن سلوک، نیکی کا حکم دینا برائی سے روکنا، غلاموں اور جانوروں کے حقوق کا احترام کرنا مخلوق کے ساتھ ہر اعتبار سے اچھا سلوک کرنا، یہ سب باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جن کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے اور انہی اعمال کا اجر و ثواب باقی رہتا ہے۔ ان سے ہی اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ ضرورت کے وقت ان اعمال کے اجر و ثواب اور نفع کی امید کی جاسکتی ہے۔

(10) باقیات صالحات ہی وہ اعمال ہیں جن میں سبقت لے جانے والوں کو سبقت لے جانی چاہیے۔

سوال 2: مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اس کے بارے میں اسلام کا مؤقف کیا ہے؟

جواب: (1) اسلام دُنیا کی زندگی کی زینت کو اس کی قدر و قیمت کے اعتبار سے اہمیت دیتا ہے یعنی کوئی چیز فانی ہے تو قدر و قیمت کم ہے اور باقی چیز کی قدر و قیمت زیادہ ہے۔

(2) مال اور اولاد کو اسلام نے قدر و قیمت دی ہے اس اعتبار سے کہ وہ انسان کی آخرت کے لیے باقی رہنے والی نیکیوں کا سبب بنیں۔ (3) مال اور اولاد کو اسلام نے معیار اور میزان نہیں بنایا کہ لوگوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ان کے اعتبار سے لگایا جائے۔

(4) آخرت میں مال اور اولاد نہیں اعمال صالح کام آنے والے ہیں اس لیے اسلام ضرورت سے زیادہ مال اور اولاد کو قدر و قیمت کا حامل نہیں سمجھتا۔ (5) اسلام باقیات صالحات کو بہتر سمجھتا ہے اور اُن ہی سے اُمیدیں وابستہ کرنا درست ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی زندگی کی زینت کے مقابلے میں باقیات صالحات کو پیش کر کے کیا سمجھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی زندگی کی زینت کے مقابلے میں باقیات صالحات کو پیش کر کے انسان کو یہ سمجھایا ہے کہ دُنیا فانی ہے اس کی رونقیں باقی رہنے والی نہیں ہیں۔ (2) ہمیشہ باقی رہنے والے انسان کے نیک اعمال ہیں۔

(3) انسان کو نیکیوں کا سدا بہار باغ اگانا چاہیے۔ اُس پر کبھی خزاں نہیں آتی۔ یہ باغ اللہ تعالیٰ کی یاد سے، اُس کی فرماں برداری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اُگتا ہے۔

﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ

''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے،

فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾

چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے'' (47)

سوال: قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی وضاحت ﴿وَيَوْمَ ... اَحَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً﴾ ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے'' اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کے حالات بیان فرمائے ہیں اور قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں کا ذکر کیا ہے۔

(2) اس دن اللہ رب العزت پہاڑوں کو ان کے مقام سے ہٹا دے گا۔ ﴿يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (۹) وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (۱۰)﴾ ''جس دن آسمان لرزے گا، سخت لرزنا اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا۔'' (الطور:10,9)

(3) پہاڑ ریت کے ٹیلے بن جائیں گے اور غبار کی مانند اڑ جائیں گے۔ ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور آپ پہاڑوں کو دیکھو گے، آپ انہیں جما ہوا گمان کرو گے حالانکہ وہ بھی بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو خوب مضبوط بنایا ہے یقیناً وہ خوب باخبر ہے اُس سے جو تم کرتے ہو۔'' (النمل:88)

(4) جس دن پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔ ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔'' (القارعۃ:5)

(5) ﴿وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً﴾ ''اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے'' زمین ایک چٹیل اور ہموار میدان کی طرح ہو گی جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہو گا۔ ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (۱۰۵) فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا (۱۰۶) لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (۱۰۷)﴾ ''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا ربّ انہیں اُڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا۔ آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ۔'' (طٰہٰ:105-107)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)(i) اللہ تعالیٰ نے کائنات کے بدلتے منظر کو دِکھایا ہے کہ کس طرح بڑے بڑے پہاڑ قیامت کے دن دُھواں بن جائیں گے۔ پہاڑ تیزی سے چلیں گے اور زمین چٹیل میدان بن جائے گی اور انسان گھیر کر جمع کر دیے جائیں گے۔ اس منظر میں زمین کی سرسبزی اور شادابی ختم ہو چکی ہے۔ پہاڑ اور خوب صورت وادیاں مٹ چکی ہیں اور دُنیا کی رونقوں پر مطمئن دل ہول کھا چکے ہیں۔ اس منظر سے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ تم دُنیا میں خود کو با اختیار پاتے ہو قیامت کے دن یہ فضا ختم ہو جائے گی۔ سب لوگ بے یارومددگار رب کے پاس جمع کر دیے جائیں گے اور اپنے بارے میں فیصلہ سُنیں گے (ii) اللہ تعالیٰ نے با اختیار انسان کو بے اختیاری کی فضا میں لے جا کر یہ سمجھایا ہے کہ دُنیا کی رونقیں عارضی ہیں کل قیامت کے دن یہ لگے گا کہ رونقوں کا کوئی وجود نہیں تھا۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ جب زمین کی رونقیں ختم ہو جائیں گی، زمین خالی ہو جائے گی تو اکڑنے اور فخر کرنے کا سامان ختم ہو جائے گا۔

(7) ﴿وَّحَشَرْنٰهُمْ﴾ ”اور ہم ان سب کو جمع کریں گے“ اللہ تعالیٰ زمین پر ساری مخلوق کو اکٹھا کریں گے۔

(8) ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٠﴾﴾ ”آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں۔“ (الواقعۃ:50,49)

(9) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ ”بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس کے لیے سب لوگ جمع کیے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔“ (ھود:103)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ننگے پاؤں، ننگے جسم بلا ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! تو کیا مرد عورتیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس وقت معاملہ اس سے زیادہ سخت ہوگا۔ اس کا خیال بھی کوئی نہیں کر سکے گا۔“ (صحیح بخاری:6527)

(11) ﴿فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ ”چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے“ چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔ وہ سب کو صحراؤں، سمندروں اور میدانوں سے نکال کر اکٹھا کرے گا، جن کے اعضاء بکھر چکے ہوں گے پھر ان کو نئی زندگی دے گا۔

﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۡ

”اور وہ سب آپ کے رب کے حضور صف در صف پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً ویسے ہی آ گئے جیسے ہم نے پہلی بار تمہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿بَلۡ زَعَمۡتُمۡ اَلَّنۡ نَّجۡعَلَ لَکُمۡ مَّوۡعِدًا﴾

پیدا کیا تھا بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم تمہارے لیے کبھی کوئی وعدے کا وقت مقرر نہیں کریں گے۔" (48)

سوال: تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَعُرِضُوۡا ... مَّوۡعِدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعُرِضُوۡا عَلٰی رَبِّکَ صَفًّا﴾ "اور وہ سب آپ کے رب کے حضور صف در صف پیش کیے جائیں گے" حشر کے میدان میں انسانوں کو صف بستہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ کوئی شخص غیر حاضر نہیں ہوگا۔ اگلے پچھلے سب حاضر کر دیئے جائیں گے۔

(2) اللہ رب العزت کے سامنے ساری مخلوق صفیں باندھ کر کھڑی ہوگی تاکہ وہ ان سے جواب دہی کرے اور ان کے اعمال کے مطابق عدل سے فیصلہ کرے جس میں کوئی ظلم نہ ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوۡمَ یَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا ۚ لَّا یَتَکَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَہُ الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ "جس دن جبرئیل اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بات نہیں کرے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔" (النبا: 38)

(4) ﴿وَّجَآءَ رَبُّکَ وَالۡمَلَکُ صَفًّا صَفًّا﴾ "اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آجائیں گے۔" (الفجر: 22)

(5) ﴿لَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ﴾ "بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً ویسے ہی آگئے جیسے ہم نے پہلی بار تمہیں پیدا کیا تھا" تم ہمارے پاس اسی طرح آگئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تمہارے ساتھ نہ تمہارا مال ہے، نہ گھر والے، نہ کنبہ قبیلہ صرف اعمال ہیں۔ نیکی اور بدی تمہارے ساتھ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّتَرَکۡتُمۡ مَّا خَوَّلۡنٰکُمۡ وَرَآءَ ظُہُوۡرِکُمۡ ۚ وَمَا نَرٰی مَعَکُمۡ شُفَعَآءَکُمُ الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ اَنَّہُمۡ فِیۡکُمۡ شُرَکٰٓؤُا ؕ لَقَدۡ تَّقَطَّعَ بَیۡنَکُمۡ وَضَلَّ عَنۡکُمۡ مَّا کُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ﴾ "اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آگئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔" (الانعام: 94)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) اللہ تعالیٰ نے انسان کو مستقبل کے واقعات یوں دِکھائے ہیں گویا کہ وہ اب پیش آ رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ کانوں سے رب کی آواز سُنائی دے رہی ہو اور چہرے پر شرمندگی ہے، دل ندامت اور خوف سے اڑا جا رہا ہے۔ تم ہمارے پاس آ گئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تم نے گمان کیا تھا تمہارے لیے وعدہ کا وقت مقرر نہیں ہے۔

(7) ﴿بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا﴾ ''بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم تمہارے لیے کبھی کوئی وعدے کا وقت مقرر نہیں کریں گے'' اس مقام پر اللہ تعالیٰ آخرت کا انکار کرنے والوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے کہ تمہارا یہ گمان تھا کہ قیامت نہیں آئے گی اور یہ واقعات تمہارے ساتھ پیش نہیں آئیں گے۔

(8) تم جزا و سزا کا انکار کرتے تھے اور تمہارے رب نے وعدہ کر رکھا تھا۔ لو دیکھو آ گیا وعدہ رب کا اور تم نے اسے دیکھ لیا اور تم نے اسے چکھ لیا۔

(9) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعوری طور پر ایسی فضا میں پہنچا دیا ہے جہاں وہ بے یار و مددگار ہے۔ فیصلے کا منتظر ہے اور عاجز ہے۔ انسان آزادی اور بااختیاری سے غافل اور سرکش بن جاتا ہے۔ انسان خود کو عاجز دیکھتا ہے تو اس کے اندر رجوع الی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عاجزی کو اس لیے دِکھایا ہے کہ انسان آج اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا

''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا

اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں

مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ع 6 5 18

نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا'' (49)

سوال: اعمال نامے دیے جانے کے بیان ﴿وَوُضِعَ ... اَحَدًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی'' اس وقت اعمال نامے حاضر کیے جائیں گے جو کراماً کاتبین لکھتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (۱۰) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (۱۱) يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (۱۲)﴾ ''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ معزز لکھنے والے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو'' (الانفطار:10-12)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہ ہمارا نامہ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے، یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الجاثیہ:29)

(3)﴿فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ﴾ ''پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا'' یہ وہ موقع ہوگا جب نامہ اعمال دیکھ کر دل اڑنے لگیں گے۔ ان کو دیکھ کر غم اور مشقت بڑھ جائے گی اور مجرم ڈر جائیں گے۔

(4)﴿وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا﴾ ''اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے'' جب مجرم نامہ اعمال میں ہر چھوٹی بڑی، اچھی بری بات لکھی دیکھیں گے تو وہ کہیں گے یہ عجیب کتاب ہے کوئی چھوٹا بڑا گناہ ایسا نہیں جو اس میں نہ لکھا ہو۔ کوئی کھلا چھپا دن رات میں کیا گیا عمل ایسا نہیں جو لکھنے سے چھوٹ گیا ہو۔

(5)﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ ''اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے'' وہ ان اعمال کا انکار نہیں کر سکیں گے۔﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔'' (القیامہ:13)

(6)﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا'' یہ وہ وقت ہوگا جب اعمال کی جزا دی جائے گی۔ وہ ان کا اقرار کریں گے۔ اپنے اعمال کی وجہ سے رسوا ہوں گے اور عذاب ان پر واجب ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔'' (آل عمران:182)﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (الانفال:51)

(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔'' (النساء:40)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔'' (الانبیاء:47) (i) انسان کو دُنیا کی زندگی میں یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کی ہر بات اور ہر کام کا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے اور اسے اس کی جزا یا سزا ملنے والی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے انتظام کے مطابق انسان کی نیتیں، قول اور عمل سب کچھ ریکارڈ ہو رہا ہے لیکن یہ سب کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعوری طور پر حشر کے میدان میں پہنچا کر دکھایا ہے کہ تمہارے نامہ اعمال سے چھوٹی، بڑی کوئی بات چھوٹی ہوئی نہیں حالانکہ تم سمجھتے تھے کہ کوئی میرے عمل کو دیکھنے والا نہیں۔
(iii) اللہ تعالیٰ انسان کو دکھاتے ہیں کہ دیکھو تمہیں وہی بدلہ ملا ہے جس کے تم مستحق تھے نہ کم نہ زیادہ۔ یوں انسان اپنے اعمال کو حاضر دیکھتا ہے اور رب کو منصف دیکھتا ہے تو خود کو آزاد نہیں عاجز محسوس کرتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ میں مضبوط بندھا ہوا ہوں، بھاگنے کا راستہ نہیں۔ کوئی بہانہ نہیں چل رہا سخت پریشانی اور خوفزدگی میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا۔

(9) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان گناہوں سے بھی بچو جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ حقیر گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ کسی وادی میں اترے ہوں پھر کوئی ایک لکڑی لائے کوئی دوسری لکڑی (اور ان حقیر لکڑیوں کو جمع کرکے) لوگ روٹی پکالیں (مقصد یہ کہ حقیر اور چھوٹے گناہوں کا مجموعہ بڑا ہو جاتا ہے) حقیر گناہ (بھی) ہلاک کرنے والے کبائر (ہو جاتے) ہیں۔'' (بغوی)

(10) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ حنین سے فارغ ہو گئے (اور واپس ہوئے) تو ہم ایک ویران، بے آب و گیاہ مقام پر اترے جہاں کچھ بھی نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو جو چیز بھی ملے وہ لے آئے یا جس کے پاس جو چیز بھی موجود ہو وہ لے آئے'' تھوڑی دیر ہی گزرنے پائی تھی کہ ہم نے (تھوڑا تھوڑا لا کر) ڈھیر کر دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کو دیکھ رہے ہو اس طرح تم نے (تھوڑا تھوڑا) جمع کرکے یہ ڈھیر کر دیا۔ اسی طرح آدمی پر (چھوٹے چھوٹے) گناہوں کا اجتماع ہو جاتا ہے اس لیے تم میں سے ہر شخص پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور چھوٹا بڑا کوئی گناہ نہ کرے (اور سمجھ رکھے کہ) ہر گناہ شمار کرکے اس کے ذمے قائم رکھا جاتا ہے۔'' (طبرانی)

(11) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جن گناہوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے ان سے بھی بچو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا مطالبہ کرنے والا بھی (قیامت کے دن) ہوگا۔" (ابن حبان)

(12) سیدنا انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمام اعمال نامے عرش کے نیچے جمع ہوتے ہیں۔ جب میدان قیامت ہوگا اور لوگ کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیج دے گا جو اعمال ناموں کو اڑا کر لائے گی اور دائیں بائیں ہاتھوں میں پہنچا دے گی۔" سب سے اول اعمال نامہ میں یہ آیت تحریر ہوگی۔ ﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ ابن جریر نے لکھا ہے کہ قتادہ نے بیان کیا جو شخص دنیا میں پڑھا نہ ہوگا وہ بھی اس وقت نامہ اعمال پڑھ لے گا۔ (تفسیر مظہری:140)

(13) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ ہنسے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ میں کس وجہ سے ہنسا ہوں؟" سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں بندے کی اس بات سے ہنسا ہوں کہ جو وہ اپنے رب سے کرے گا۔" وہ بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر بندہ عرض کرے گا: میں اپنے اوپر اپنی ذات کے علاوہ کسی کی گواہی کو جائز نہیں سمجھتا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج کے دن تیرے اوپر تیری ہی ذات کی گواہی اور کراما کاتبین کی گواہی کفایت کر جائے گی۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اس بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے دیگر اعضاء کو کہا جائے گا کہ بولیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کے اعضاء اس کے سارے اعمال بیان کریں گے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر بندہ اپنے اعضاء سے کہے گا: دور ہو جاؤ، چلو دور ہو جاؤ، میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑا کر رہا تھا۔" (صحیح مسلم:7439)

(14) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بندہ (بعض اوقات) کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے کہ اس کا نقصان نہیں سمجھتا جبکہ اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اتنی دور جا کر گرتا ہے جتنا مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔" (صحیح مسلم:7481)

(15) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچراتا ہے اور اس کو حق ہے کہ وہ چرچرائے۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آسمان میں کہیں بھی چار انگل کی جگہ ایسی نہیں کہ اس میں کوئی فرشتہ سجدہ میں پیشانی رکھے ہوئے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور بستروں پر عورتوں سے لذت اندوز نہ ہوتے اور میدانوں میں نکل کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے فریاد کرتے'' (یہ سن کر) سیدنا ابوذر کہتے ہیں کہ کاش میں ایک درخت ہوتا کہ لوگ اسے کاٹ ڈالتے۔ (جامع ترمذی:2312)

(16) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی جب صبح کرتا ہے اس کے سب اعضاء زبان کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ سے ہمارے مقدمہ میں ڈر۔ اس لیے کہ ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی ہوئی تو ہم سب سیدھے ہوئے اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم سب ٹیڑھے ہوئے۔'' (جامع ترمذی:2407)

(17) سیدنا سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھ سے ایک ایسی بات فرمائیں کہ میں اس کو مضبوط پکڑوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کہہ میرا رب اللہ ہے پھر اس بات پر قائم رہ۔'' میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھ سے کس چیز سے ڈرتے ہیں اور خوف کی کیا چیز ہے؟ سو آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: ''یہ۔'' (جامع ترمذی:2410)

(18) سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو قیامت کے دن اپنے پروردگار سے کلام نہ کرے گا اور اس کے بیچ میں کوئی ترجمان نہ ہوگا پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا پس اسے کوئی چیز دکھائی نہ دے گی مگر وہ جو اس نے آگے بھیجی ہو یعنی عمل، اپنے بائیں طرف دیکھے گا پس وہ کوئی چیز نہ دیکھے گا مگر وہ جو اس نے آگے بھیجی ہوگی پھر اپنے منہ کے سامنے دیکھے گا اس کو آگے دوزخ نظر آئے گی۔'' راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو تم سے طاقت رکھے اور جس سے ہوسکے وہ اپنا منہ دوزخ سے بچائے رکھے اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے کیوں نہ ہو۔'' (جامع ترمذی:2415)

(19) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ، وَمَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ، وَفِيْمَ أَنْفَقَهٗ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ﴾ ''قیامت کے دن ابن آدم کے اس کے رب کے پاس سے دونوں قدم نہ ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزیں پوچھی جائیں: اول اس کی عمر کہ کس میں صرف کی، دوسرے اس کی جوانی کہ کس میں خرچ کی، تیسرے اس کا مال کہ کہاں سے کمایا اور چوتھے کس کام میں لگایا پانچویں اپنے علم میں سے کیا عمل کیا۔'' (جامع ترمذی:2416)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(20) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بھلا مجھے خبر دو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری اصطلاح میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس درہم و دینار اور ضروری سامان زندگی نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن آدمی روزہ، نماز اور زکوۃ لے کر اس صورت سے آئے گا کہ کسی کو برا کہا ہوگا اور کسی کو گالی دی ہو اور کسی کا مال کھا گیا اور کسی کا خون بہایا گیا ہو اور کسی کو مارا ہوگا پس اسے سب کے سامنے بٹھایا جائے گا اور بدلے میں اس کی نیکیاں مظلوموں کو دے دی جائیں گی، پھر اگر اس کے ظلموں کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ لے کر اس پر رکھ دیے جائیں گے اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔'' (جامع ترمذی:2418)

(21) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقُ إِلَى أَهْلِهَا حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ﴾ ''اہل حقوق کو ان کے حق پورے دیے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔'' (جامع ترمذی:2420)

(22) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے حساب و کتاب میں سختی سے پوچھ تاچھ ہوگی وہ ہلاک ہو جائے گا۔'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ جس شخص کو نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس سے مراد صرف اعمال کی پیشی ہے۔'' (جامع ترمذی:2426)

(23) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور باری تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے کان، آنکھ، مال اور اولاد سے نہیں نوازا تھا اور چارپایوں اور کھیتی کو تیرے تابع کر دیا اور تجھے قوم کا سردار بنا دیا تھا جن سے بھرپور خدمت لیا کرتا تھا، پھر کیا تجھے یہ خیال بھی تھا کہ تو آج کے دن مجھ سے ملاقات کرے گا؟ اور وہ آج کا دن ہے پھر وہ عرض کرے گا: نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج میں بھی تجھے بھول جاتا ہوں جیسے تو مجھے دنیا میں بھول گیا تھا۔'' (جامع ترمذی:2428)

(24) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنے غلام کو ایک کوڑا بھی ناجائز مارا تو اس سے قیامت کے روز بدلہ لیا جائے گا۔'' (طبرانی)

(25) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم آخری امت ہیں لیکن ہمارا حساب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے ہوگا، پکارا جائے گا: ''امی نبی کی امت اور خود ان کا نبی کہاں ہیں؟ پس ہم سب سے آخر میں آنے والے اور سب سے پہلے حساب کیے جانے والے ہیں۔'' (ابن ماجہ)

(26) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے اگر نماز (سنت کے مطابق) درست ہوئی تو بندہ کامیاب و کامران ہوگا اور اگر نماز خراب ہوئی (یعنی سنت کے مطابق نہ پائی گئی) تو ناکام و نامراد ہوگا۔ اگر بندہ کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو رب تعالیٰ فرمائیں گے: میرے بندے کے نامہ اعمال میں دیکھو کوئی نفل عبادت ہے؟ (اگر ہوئی) تو نوافل کے ساتھ فرائض کی کمی پوری کی جائے گی پھر اس کے تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا۔'' (ترمذی:413)

(27) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مار لیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جہنم واجب کر دی اور جنت حرام کر دی۔'' ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! خواہ وہ معمولی سی چیز ہو؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خواہ پیلو کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔'' (مسلم:353)

(28) عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلی چیز جس کا بندے سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہوگی، اور سب سے پہلا معاملہ جس کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خون (قتل) ہوگا۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:597)

(29) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں اس شخص کو جو سب کے بعد جنت میں جائے گا اور سب کے بعد دوزخ سے نکلے گا۔ وہ ایک شخص ہوگا جو لایا جائے گا قیامت کے دن۔ پھر حکم ہوگا پیش کرو اس کے ہلکے گناہ اور مت پیش کرو اس کے بھاری گناہ۔ تو پیش کئے جائیں گے اس پر ہلکے گناہ اس کے اور کہا جائے گا: فلاں روز تو نے ایسا کام کیا اور فلاں روز یہ کام کیا، وہ قبول کرے گا انکار نہ کر سکے گا اور ڈرے گا اپنے بھاری گناہوں سے کہیں وہ پیش نہ ہوں۔ حکم ہوگا ہم نے تجھے ہر ایک گناہ کے بدلے ایک نیکی دی۔ وہ کہے گا: مالک میرے! میں نے اور بھی کچھ کام کئے ہیں گناہ کے جن کو میں یہاں نہیں پاتا۔'' راوی نے کہا: میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داڑھیں کھل گئیں۔'' (مسلم:190)

(30) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ بِالدِّمَاءِ﴾ ''سب سے پہلے جس چیز کا فیصلہ لوگوں کے درمیان ہوگا وہ ناحق خون کے بدلہ کا ہوگا۔'' (صحیح بخاری:6533)

(31) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا تو میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی: ''ابو مسعود!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جان لے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر تیری اس قدرت سے زیادہ قادر ہے۔" میں متوجہ ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تو ایسا نہ کرتا تو جہنم کی آگ تجھے جلا دیتی یا تجھے چھو لیتی۔" (صحیح مسلم:4308)

﴿وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ

"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا،

فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوۡنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِىۡ وَهُمۡ لَـكُمۡ عَدُوٌّ ؕ

چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن

بِئۡسَ لِلظّٰلِمِيۡنَ بَدَلًا﴾

ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے" (50)

سوال 1: ابلیس کو انسان سے پرانی دشمنی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذۡ قُلۡنَا ... بَدَلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ﴾ "اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو" اللہ رب العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے ساتھ ابلیس کی دشمنی کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ پرانی دشمنی ہے اس لیے ابلیس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

(2) ﴿فَسَجَدُوۡۤا﴾ "تو انہوں نے سجدہ کیا" اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو انہوں نے سجدہ کیا۔

(3) ﴿اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ﴾ "مگر ابلیس نے نہ کیا" ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اور کہنے لگے: ﴿ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِيۡنًا﴾ "کہ میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟" (بنی اسرائیل:61) اس نے کہا: ﴿اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ ۚ خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ﴾ "میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔" (الاعراف:12)

(4) ﴿كَانَ مِنَ الۡجِنِّ﴾ "وہ جنوں میں سے تھا" ابلیس جن ہے، خباثت اس کی گھٹی میں تھی کیونکہ جن شعلوں سے پیدا کیے گئے۔

(5) ﴿فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ﴾ "چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی" وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے حکم میں اس نے نافرمانی کی۔ (جامع البیان:261/15)

(7) ﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾ ''تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں'' یعنی آپ کو یہ پتہ چل گیا کہ ابلیس سیدنا آدم علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے بچوں کا دشمن ہے پھر یہ بتاؤ کیسے آپ اس کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو؟ جو لوگ اپنی ذات کی بڑائی کی وجہ سے حق کے سامنے جھکنے سے انکار کریں وہ سب ابلیس کی ذرّیت ہیں چاہے وہ بظاہر عبادت گزار ہوں۔

(8) ﴿بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾ ''ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے'' اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے شیطان کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی دوستی کی بجائے شیطان کی دوستی برا بدل ہے جو ظالموں نے خود اختیار کیا۔

(9) یعنی کتنی بری ہے شیطان کی دوستی اور سرپرستی جو انہوں نے اپنے لئے چنی ہے، جو انہیں صرف فحش اور برے کاموں کا حکم دیتا ہے اور رب رحمن کی دوستی اور سرپرستی چھوڑ دی جس کی دوستی میں ہر قسم کی سعادت، فلاح اور سرور ہے۔ (تفسیر سعدی:1528/2)

(10) یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے شیطان کی عبادت، اللہ تعالیٰ کی ولایت کی بجائے شیطان کی ولایت، یہ کتنا برا بدل ہے۔ (تفسیر سمرقندی:369/2)

سوال 2: شیطان فرشتہ نہیں تھا اس کا کیا ثبوت ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ وہ جن تھا۔ (2) شیطان اگر فرشتہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہ کرتا کیونکہ فرشتوں کی یہ صفت ہے ''وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔'' (التحریم:6)

سوال 3: گناہ کی ابتداء کیسے ہوئی؟

جواب: (1) شیطان سے گناہ کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ابتداء ہوئی اور شیطان سب سے پہلا اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ ﴿اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ۗ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا'' (البقرۃ:34) کفر و فسق اور حکم عدولی شیطان سے شروع ہوئی اور گناہ کرنا اور سرکشی کرنا شیطان کا طریقہ ہے۔

(2) اب جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ شیطان کے تابع ہیں کیونکہ شیطان خود گناہ گار ہے۔ وہ انسان کو بھی اپنے جیسا بنانے کے لئے گناہ کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ ﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے۔ (البقرہ:169)

(3) شیطان نے کئی گناہ کیے اور توبہ نہیں کی۔ اول: آدم کو حقیر جانا، دوسرا: استکبار اور عجب کیا کہ اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہتر جانا اور خود کو کامل جان کر خود پسندی کی۔ تیسرا: حکم الٰہی ''اسجدوا'' کی تعمیل سے انکار کیا۔ ﴿وَمَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ ''اور جو لوگ توبہ نہ کریں سو وہی ظالم ہیں'' (الحجرات:11) ﴿وَتُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ جَمِیۡعًا اَیُّهَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾ ''اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور:31)

(4) گناہ کا انجام: شیطان پر ازلی لعنت ڈالی گئی۔ شیطان نے جب سجدہ نہ کیا: ﴿قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا؟'' (الحجر:32)

اس نے جواب دیا: ﴿قَالَ لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ﴾ ''اس نے کہا: ''میں ایسا نہیں ہوں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جس کو تو نے بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' (الحجر:33) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ ﴿۳۴﴾ وَّ اِنَّ عَلَیۡکَ اللَّعۡنَةَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴿۳۵﴾﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر یہاں سے نکل جا بلا شبہ تو مردود ہے۔ اور بے شک جزا کے دن تک تجھ پر خاص لعنت ہے۔'' (الحجر:35،34)

سوال 4: انسان اللہ تعالیٰ کے آگے کیسے جھک سکتا ہے؟

جواب: (1) انسان جب رب کو بڑا سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو عاجز سمجھتا ہے تو حق جہاں سے بھی ملے گا فوراً اس کے آگے جھک جاتا ہے۔ (2) انسان کو اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اپنی بے اختیاری کا احساس اللہ تعالیٰ کے آگے جھکاتا ہے۔

سوال 5: انا پرست انسان کبھی عبادت گزار بن جاتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جانے سے انکار کر دیتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب: انا پرست انسان ایسے موقع پر اللہ کے آگے جھک جاتا ہے جہاں اس کی انا کو ٹھیس نہ لگتی ہو اور وہاں سرکش ہو جاتا جہاں انا کو جھکانا پڑتا ہے۔

سوال 6: انسان ابلیس کو اور اس کی اولاد کو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوست کیسے بنا تا ہے؟

جواب: انسان ابلیس اور اس کی ذُرّیت سے ڈرتے ہوئے ان کے زیر اثر آ کر انہیں اللہ تعالیٰ کا بدل بنا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس کے آگے نہیں جھکتا۔ ایسے لوگوں کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے جن پر بھروسہ کیا تھا وہ کام آنے والے نہیں ہیں۔

﴿مَاۤ اَشۡهَدۡتُّهُمۡ خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَا خَلۡقَ اَنۡفُسِهِمۡ ۪ وَمَا کُنۡتُ

''میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرتے وقت حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت اور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّیۡنَ عَضُدًا﴾

"گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا نہیں ہوں" (51)

سوال: ﴿مَاۤ اَشۡہَدۡتُّہُمۡ ... عَضُدًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَاۤ اَشۡہَدۡتُّہُمۡ خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَا خَلۡقَ اَنۡفُسِہِمۡ﴾ "میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرتے وقت حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت" رب العزت نے فرمایا کہ میں نے زمین و آسمان کی پیدائش پر شیاطین کو نہ حاضر کیا اور نہ ان سے مشورہ لیا اور نہ ان کی اپنی پیدائش پر۔ وہ تو تم جیسے میرے غلام ہیں جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے پھر وہ کسی چیز کے خالق کیسے کہلا سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ وہی ہر چیز کے لیے تدبیر کرتا ہے اور ان میں اپنی حکمت سے تصرف کرتا ہے۔ وہ تخلیق میں بھی یکتا ہے، تدبیر میں بھی اور تقدیر میں بھی۔ پھر کیسے شیاطین کو والی اور مددگار بنایا جاتا ہے؟ کیسے ان کی اس طرح اطاعت کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے حالانکہ نہ وہ خالق ہیں اور نہ تخلیق کے موقع پر حاضر تھے، نہ معاون اور مددگار تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ ادۡعُوا الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ۚ لَا یَمۡلِکُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا لَہُمۡ فِیۡہِمَا مِنۡ شِرۡکٍ وَّ مَا لَہٗ مِنۡہُمۡ مِّنۡ ظَہِیۡرٍ ﴿۲۲﴾ وَ لَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَہٗ ؕ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِہِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّکُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ ﴿۲۳﴾﴾ "آپ کہہ دیں پکارو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کے بارے میں تم نے گمان کیا ہے، وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اُن کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اُس کا مددگار ہے۔ اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے حتیٰ کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے "حق" اور وہ سب سے بلند، بہت بڑا ہے۔" (سبا:23,22)

(2) ﴿وَ مَا کُنۡتُ مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّیۡنَ عَضُدًا﴾ "اور میں گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا نہیں ہوں" رب العزت نے فرمایا: میں گمراہوں کو معاون اور مددگار بنانے والا نہیں ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کائنات کی تدبیر کا کچھ حصہ ان کے حوالے کر دے۔ وہ تو رب سے دشمنی کرتے ہیں اور مخلوق کو دشمنی پر ابھارتے ہیں اس لیے وہ اس لائق نہیں کہ قریب آنے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی اعانت کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ سمجھانے کے لیے کہ شیاطین کے پاس کوئی قوت اور زور نہیں اس لیے اُن کے ڈر سے ان کی عبادت، اطاعت کیوں ہو، یہ سمجھایا ہے کہ وہ مخلوق ہیں اور میں نے تخلیق میں اُن سے کوئی مدد نہیں لی، نہ آسمان و زمین کی نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی اپنی، پھر تم ان کی ذریت کی عبادت کیوں کرتے ہو؟

﴿وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا

"جس دن وہ (اللہ) کہے گا کہ میرے اُن شریکوں کو پکارو جن کے بارے میں تم نے دعویٰ کر رکھا تھا، چنانچہ وہ انہیں پکاریں گے تو وہ انہیں کوئی

لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا﴾

جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے" (52)

سوال: جھوٹے معبود مشرکوں کی پکار کا جواب نہ دیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَيَوْمَ ... مَّوْبِقًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے ان لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جنہوں نے دنیا میں شرک کیا اور شرک کا باطل ہونا اور مشرکوں کی جہالت کو واضح کیا تو قیامت کے دن کے حالات بھی واضح فرمائے۔

(2) ﴿وَيَوْمَ يَقُوْلُ﴾ "اور جس دن وہ (اللہ) کہے گا" قیامت کے دن رب العزت مشرکوں کی تذلیل کے لیے فرمائیں گے۔

(3) ﴿نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ "کہ میرے اُن شریکوں کو پکارو جن کے بارے میں تم نے دعویٰ کر رکھا تھا" تم نے دنیا میں جن کو معبود بنا رکھا تھا انہیں پکارو تا کہ تمہیں ان عذابوں سے نجات دلائیں۔

(4) ﴿فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ﴾ "چنانچہ وہ انہیں پکاریں گے تو وہ انہیں کوئی جواب نہ دیں گے" وہ انہیں پکاریں گے لیکن کوئی جواب نہیں آئے گا اس لیے کہ فیصلے کا اختیار اس دن اللہ تعالیٰ کے پاس ہوگا اور اس دنیا میں اور آخرت میں کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ وہ خود اپنے آپ کو یا کسی اور کو نفع پہنچا سکے۔ ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ "اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔" (الاحقاف:5)

(5) ﴿وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ﴾ "اور کہا جائے گا: "اپنے شریکوں کو بلاؤ" سو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ انہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب دیکھ لیں گے۔ کاش! کہ واقعتاً وہ ہدایت پا جاتے۔" (القصص:64)

(6) ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:94)

(7)﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا (٨١) كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (٨٢)﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور اِن کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔'' (مریم:82,81)

(8)﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا﴾ ''اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے'' یعنی مشرکوں اور ان کے شریکوں کے درمیان ہلاکت کا گہرا گڑھا حائل کر دیں گے جو انہیں ایک دوسرے سے دور کر دے گا۔ اس وقت ان کی دشمنی ظاہر ہو جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6)

ع 7 4 19

﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾

''اور مجرم آگ دیکھیں گے، چنانچہ وہ یقین کر جائیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے کوئی پھرنے کی جگہ نہ پائیں گے'' (53)

سوال: لاکھوں فرشتے جہنم کو گھسیٹ کر میدان محشر میں لائیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ... مَصْرِفًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ﴾ ''اور مجرم آگ دیکھیں گے'' جب حساب کتاب ختم ہو جائے گا اور ساری مخلوق اپنے اعمال کے اعتبار سے الگ ہو جائے گی۔

(2) جہنم میں ستر ہزار لگامیں ڈالی جائیں گی، ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے لگ کر اسے گھسیٹ کر میدان حشر میں لائیں گے۔

(3)﴿فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا﴾ ''چنانچہ وہ یقین کر جائیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں'' مجرم اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لیں گے تو لامحالہ انہیں اس میں جانے کا یقین ہو جائے گا۔ عذاب سے قبل رنج وغم کا پیدا ہونا بھی ایک عذاب ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1102/1)

(4)﴿وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾ ''اور وہ اس سے کوئی پھرنے کی جگہ نہ پائیں گے'' جہنم سے بچنے کا وہ کوئی راستہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں پائیں گے۔

(5) پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔ ﴿كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم پیشانی کے بالوں سے لازماً کھینچیں گے۔ جو جھوٹی، خطا کار پیشانی ہے۔'' (العلق: 16,15)

(6) کافروں کو جہنم میں ڈال کر اس کے دروازے سختی سے بند کر دیے جائیں گے: ﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا هُمۡ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ ﴿۲۰﴾﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں بازو والے ہیں۔ اُن پر بند کی ہوئی آگ ہوگی۔'' (البلد: 20,19) ﴿وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا الۡحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِيۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِيۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾﴾ ''اور کس چیز نے تمہیں خبر دی کہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دلوں تک جھانکتی ہے۔ یقیناً وہ اُن پر بند کر دی جائے گی۔ اونچے اونچے ستونوں میں۔'' (الھمزہ: 5-9)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کیا تم جہنم کی آگ کو دنیا کی آگ کی طرح سمجھتے ہو؟ ہرگز نہیں جہنم کی آگ تو تارکول سے زیادہ سیاہ ہے۔ (کتاب الجامع) ﴿اَللّٰهُمَّ اَجِرۡنَا مِنَ النَّارِ رَبِّ سَلِّمۡ رَبِّ سَلِّمۡ﴾

﴿وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِيۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ

''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں مگر

الۡاِنۡسَانُ اَكۡثَرَ شَيۡءٍ جَدَلًا﴾

انسان ہمیشہ سے سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے'' (54)

سوال 1: قرآن مجید میں پوری وضاحت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدۡ ... مَثَلٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِيۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں'' اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی عظمت سے آگاہ فرمایا ہے کہ اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں۔ ہر طرح کی باتوں کو تفصیل سے کھول دیا ہے تاکہ لوگ ہدایت پر رہیں گمراہ نہ ہوں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ہر وہ راستہ واضح فرما دیا ہے جو علم نافع اور عمل صالح اور پھر اس کے نتیجے میں ابدی سعادت تک پہنچاتا ہے۔ (3) رب العزت نے ہر راستہ واضح فرمایا ہے جو انسان کو شر اور ہلاکت سے بچاتا ہے۔

(4) اس قرآن میں سچی خبریں ہیں جو دلوں کے لئے نفع مند ہیں۔ اس میں جزائے اعمال کی مثالیں ہیں۔ اس میں حلال و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرام کو واضح فرمایا ہے تاکہ لوگ قرآن کریم کی اطاعت کریں۔

سوال 2: انسان حق کو قبول کرنے کی بجائے جھگڑا کیوں کرتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكَانَ ... جَدَلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ "مگر انسان ہمیشہ سے سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے" انسان کو چونکہ اس دُنیا میں اختیار ملا ہوا ہے اس لیے انسان حق کا انکار کرنے کے لیے الفاظ پا لیتا ہے اور یوں انسان کھلی ہوئی حقیقت کا انکار کرنے کے لیے بے معنی بحثیں کرتا ہے۔ (2) انسان بہت زیادہ بحثیں اور جھگڑے کرنے والا ہے۔
(3) اس کے ایمان لانے کا سبب یہ نہیں ہے کہ حق اس پر واضح نہیں ہے بلکہ ظلم اور دشمنی کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتا جیسے نبی ﷺ کے بارے میں اور پہلے انبیاء کے بارے میں لوگوں نے کہا: ﴿يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ "جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کرلے۔" (المؤمنون:24)
(4) ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (۱۴) لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (۱۵)﴾ "اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پس وہ اس میں چڑھنے والے ہو جائیں۔ تو بھی وہ کہیں گے بلاشبہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہے۔" (الحجر:15,14)
(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن طالب نے انہیں خبر دی کہ رسول ﷺ ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم لوگ تہجد کی نماز نہیں پڑھو گے؟" میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہماری روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھا دے گا۔ ہماری اس عرض پر رسول ﷺ واپس چلے گئے۔ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ ﷺ ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے (سورہ کہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ (صحیح بخاری:1127)
(6) گویا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے قصور کا اعتراف کرنے کی بجائے مشیت الٰہی کا عذر پیش کر دیا اور اس اختیار کی طرف توجہ نہ کی جو انہیں اور ہر انسان کو عطا کیا گیا ہے۔ (تیسیر القرآن:642/2)

سوال 3: انسان پر نصیحت اور دلائل کیوں کارگر نہیں ہوتے؟

جواب: انسان بڑا جھگڑالو واقع ہوا ہے اس لیے نصیحت اور دلائل اس پر کارگر نہیں ہوتے۔

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ

"اور لوگوں کو منع نہیں کیا کہ وہ ایمان لائیں جب ہدایت ان کے پاس آ چکی اور وہ اپنے رب سے بخشش مانگیں، مگر اس بات نے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿تَاۡتِیَهُمۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِیۡنَ اَوۡ یَاۡتِیَهُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا﴾

اُن کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ آئے یا عذاب ان کے سامنے آجائے۔" (55)

سوال: کفار کی سرکشی کی وضاحت ﴿وَمَا مَنَعَ... قُبُلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰی﴾ "اور لوگوں کو منع نہیں کیا کہ وہ ایمان لائیں جب ہدایت ان کے پاس آچکی" یعنی لوگوں کو ایمان لانے سے کس چیز نے روکا ہے جبکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت پہنچ چکی ہے اور ان پر حجت قائم ہو چکی ہے۔

(2) قدیم اور جدید کافروں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کا بیان ہے کہ یہ معجزات اور مضبوط دلائل کا مشاہدہ کرتے ہیں پھر بھی حق کو جھٹلاتے ہیں۔

(3) ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حق ان پر واضح نہیں ہوا بلکہ ظلم اور زیادتی کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔

(4) ان کا ظلم یہ تھا کہ وہ عذاب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنا چاہتے تھے انہوں نے کہا تھا: ﴿فَاَسۡقِطۡ عَلَیۡنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ﴾ "سو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرادو، اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔" (الشعراء:187)

(5) ﴿اَئِنَّکُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِیۡلَ ۙ وَتَاۡتُوۡنَ فِیۡ نَادِیۡکُمُ الۡمُنۡکَرَ ؕ فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ﴾ "یقیناً کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بُرا کام کرتے ہو؟" تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: "اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔" (العنکبوت:29)

(6) ﴿وَقَالُوۡا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡ نُزِّلَ عَلَیۡهِ الذِّکۡرُ اِنَّکَ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۶﴾ لَوۡ مَا تَاۡتِیۡنَا بِالۡمَلٰٓئِکَةِ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۷﴾﴾ "اور انہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔ کیوں نہیں تو ہمارے پاس فرشتوں کو لے آتا اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے"۔ (الحجر:7،6)

(7) ﴿وَاِذۡ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنۡ کَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ﴾ "اور جب اُنہوں نے کہا: "اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔" (الانفال:32)

(8) ﴿وَیَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ﴾ "اور وہ اپنے رب سے بخشش مانگیں" انہیں چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ایمان لاتے اور اپنے رب سے بخشش مانگتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''مگر اس بات نے کہ اُن کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ آئے'' اس کے علاوہ کیا چیز باقی رہ گئی ہے کہ سنت الٰہی کے مطابق ان پر عذاب آ جائے جیسے پہلی قوموں پر آئے تھے۔

(10)﴿اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا﴾ ''یا عذاب ان کے سامنے آ جائے'' اور جب وہ ایمان نہ لاتے تو ان پر عذاب بھیج دیا جاتا تا یا عذاب ان کے سامنے آ جاتا اور وہ آنکھوں سے دیکھ کر یقین کر لیتے لہٰذا انہیں توبہ کرنی چاہیے اس سے پہلے کہ ان پر عذاب ٹوٹ پڑے۔

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

''اور رسولوں کو ہم خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، وہ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا﴾

تاکہ اس کے ذریعے سے حق کو نیچا دکھا دیں، اور انہوں نے میری آیات کو اور جن سے انہیں تنبیہ کی گئی، اُسے مذاق بنا لیا ہے'' (56)

سوال 1: عذاب سے پہلے انبیاء آتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... وَمُنْذِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور رسولوں کو ہم بھیجتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب سے پہلے انبیاء آتے ہیں۔

(2)﴿اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾ ''خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر'' رسولوں کا فرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کو بُرے انجام سے خبردار کر دیں اور اچھے انجام پر خوش خبری دیں۔ رسولوں کی ڈیوٹی میں معجزات پیش کرنا اور انسانوں کو ہلاک کرنا شامل نہیں۔

(3) یعنی ہم رسولوں کو عبث اور بے فائدہ نہیں بھیجتے نہ ان کو اس لئے مبعوث کرتے ہیں کہ لوگ ان کو معبود بنا لیں اور نہ اس لئے کہ وہ خود معبود ہونے کا دعویٰ کریں بلکہ ہم نے انہیں صرف اس لئے مبعوث کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ہر بھلائی کی طرف بلائیں اور ہر برائی سے روکیں، اطاعت کرنے پر ان کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوشخبری سنائیں اور نافرمانی کرنے پر دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرائیں۔ پس رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر حجت قائم ہو گئی۔ (تفسیر سعدی: 1531/2)

سوال 2: کافر حق کو مٹانے کے لیے باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَيُجَادِلُ ... هُزُوًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، وہ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں'' کافر باطل ہتھکنڈوں کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں تاکہ حق کو نیچا اور کمزور کر دیں۔

(2)﴿لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ﴾ ''تاکہ اس کے ذریعے سے حق کو نیچا دکھا دیں'' کافروں کا مقصد کتنا گھٹیا ہے۔ وہ حق کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ کافر ہر دور میں حق کو نیچا دکھانے کے لئے باطل کی مدد کرتے رہے ہیں۔

(3)﴿وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا﴾ ''اور اُنہوں نے میری آیات کو اور جن سے انہیں تنبیہ کی گئی، اُسے مذاق بنا لیا ہے'' اس مقصد کے لئے انہوں نے رسولوں کا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا۔ ان کے پاس جو علم تھا اسی پر وہ اتراہٹ میں مبتلا رہے۔

(4) یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی رحمت ہے کہ اس کا باطل ہتھکنڈوں کے ذریعے سے حق کے خلاف جھگڑنے والے باطل پسندوں کو مقرر کرنا، حق کے ظہور اور اس کے شواہد و دلائل کی توضیح، باطل اور اس کے فساد کے ظاہر ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ کیونکہ: ﴿بضدها تتبين الاشياء﴾ ''اشیاء اپنی ضد ہی سے واضح ہوتی ہیں۔'' (تفسیر سعدی: 1531/2)

(5) زہری نے بیان کیا کہ ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق ایک رات کو نبی ﷺ کی تلاوت کلام سننے کے لیے نکلے۔ اس وقت آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ لہٰذا یہ سب لوگ باہر بیٹھ کر آیات قرآنی سننے لگے اور طلوع سحر تک سنتے رہے۔ یہ واقعہ تین روز تک متواتر ہوا۔ اس کے بعد ایک دن اخنس بن شریق ابوسفیان کے گھر آئے اور ان سے پوچھا کہ اب تک جو کلام انھوں نے سنا اس کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا میں تو کچھ سمجھ نہیں سکا کہ اس کلام سے مراد کیا ہے؟ یہ سن کر اخنس نے کہا: اسے تو یہ کلام بے مثل لگتا ہے۔ پھر یہ دونوں ابوجہل کے گھر گئے اور اس سے بھی یہی بات دریافت کی کہ اسے آپ کا کلام کیسا لگا؟ اس نے جواب دیا جو آپ نے سنا اس بارے میں تو بنی عبد مناف اور دوسرے اہل قریش کے درمیان اختلاف ہے۔ اگر بنی عبد مناف اس لئے اپنی امتیازی حیثیت کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حجاج کو کھانا کھلاتے ہیں تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں اگر وہ ان کا سامان اٹھاتے ہیں اور سواریوں پر ان کا بار کرتے ہیں تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ اب وہ کہتے ہیں کہ ان میں ایک نبی پیدا ہوا ہے ہم نہ اس کی بات سنیں گے نہ ان کی تصدیق کریں گے۔ یہ سن کر اخنس بن شریق اور ابوسفیان ابوجہل کے گھر سے چلے گئے۔

(6) مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بعثت کے بعد پہلی بار دیکھا تو اس وقت آپ ﷺ مکے کے ایک راستے سے گزر رہے تھے، میرے ساتھ اس وقت ابوجہل بن ہشام بھی تھا۔ آپ ﷺ نے ابوجہل کو دیکھ کر فرمایا: ''اے ابوالحکم! اللہ اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ، میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں'' یہ سن کر ابوجہل بولا: اے محمد! تم وہی تو ہو جو ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہو، کیا تم چاہتے ہو کہ جو تم کہتے ہو وہ میں مان لوں، یہ تو مجھے معلوم ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ تم ہم لوگوں سے کیا کہتے ہو لیکن جو تم کہتے ہو اسے ماننے اور اس کی تصدیق کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں“ اس کے بعد ابوجہل مذکورہ بالا راوی کے پاس آیا اور اس سے کہا ”بنی قصی اپنی جن جن صفات کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں تو میں جانتا ہوں لیکن وہ صفات ہم میں بھی ہیں لیکن اب ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان میں خدا کی طرف سے ایک نبی آ گیا ہے تو میں یہ ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں نہ ان کے اس دعوے کی تصدیق کرسکتا ہوں۔(البدایہ والنہایہ، جلد3، ص:125,124)

(7) بیہقی کہتے ہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ مکے میں اس طرف سے گزرے جہاں ابوجہل اور ابوسفیان بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر ابوجہل ابوسفیان سے بولا: اے عبدالشمس کے قبیلے والے! کیا یہی تمہارا نبی ہے؟ ابوجہل سے یہ سن کر ابوسفیان نے پوچھا: تمہیں ہم میں سے کسی کے نبی ہونے پر تعجب کیوں ہے؟ کیا تمہارے خیال میں نبی ان لوگوں میں سے ہوسکتا تھا جو ہم سے کمتر ہیں؟ ابوجہل نے جواب دیا: مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ آیا ہمارے بزرگوں میں سے ایک لڑکا نبی ہوسکتا ہے؟ ان دونوں کی یہ باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے قریب آ کر ابوسفیان سے فرمایا: ”اے ابوسفیان! تم خدا اور اس کے رسول سے ڈرو یا نہ ڈرو لیکن تمہاری غیرت وحمیت کو کیا ہوا ہے؟“ پھر آپ نے ابوجہل سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اے ابوالحکم! تمہیں مضحکہ خیزی سے زیادہ رونا پڑے گا“ آپ ﷺ سے یہ سن کر ابوجہل بولا: اے میرے بھائی کے بیٹے! تم تو اپنی نبوت سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہو۔(البدایہ والنہایہ، جلد3، ص:125,124)

(8) بدترین تکذیب وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑایا جائے۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ

”اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیا اور وہ بھول گیا

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ

جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا۔ یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ

وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾

رکھ دیا ہے اور اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے“ (57)

سوال: سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو نصیحت کے بعد اعراض کرے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ ... اَبَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا﴾ ”اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جسے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیا'' اس بندے سے بڑھ کر بدبخت اور ظالم کون ہوسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیات سے نصیحت کی جائے، اس کے سامنے ہدایت اور گمراہی کو واضح کر دیا جائے، برے انجام سے ڈرایا جائے اور آخرت کے ثواب کی ترغیب دلائی جائے اور وہ ان سے منہ موڑ لے، ان کی طرف کان ہی نہ لگائے اور ان سے نصیحت حاصل نہ کرے؟

(2)﴿وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتۡ یَدٰہُ﴾ ''اور وہ بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا'' اور ماضی میں جو برے کام کر چکا اس کمائی سے وہ انجان ہی بنا رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر نگران نہ سمجھے۔(3)﴿اِنَّا جَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ اَکِنَّۃً اَنۡ یَّفۡقَہُوۡہُ﴾ ''یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں'' ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں پھر انہیں قرآن کا سمجھنا نصیب ہی نہیں ہوتا۔

(4)﴿وَفِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَقۡرًا﴾ ''اور اُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے'' اس کے کانوں میں ڈاٹ ڈال دی جاتی ہے۔ اب انہیں کچھ سمجھا لو وہ سن نہیں سکتے ہدایت پر لانا چاہو تو بدکتے ہی رہتے ہیں۔(i) ایسا شخص اس سے بڑا گناہ گار ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات نہیں پہنچیں۔(ii) ایسے شخص کی سزا کے اسباب یہ ہیں: (الف) اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض۔ (ب) اپنے گناہوں کو بھول جانا۔(ج) اور شر کی حالت پر راضی رہنا۔

(5) سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ اس پر ہدایت کا راستہ بند کر دیتے ہیں پھر وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنے تو سمجھ نہیں سکتا۔ قرآن اس کے دل کی گہرائی میں نہیں اترتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿کَلَّا بَلۡ ۜ سکتۃ رَانَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ اُن کے دلوں پر اُن اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے۔'' (المطففین:14)﴿خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِہِمۡ ؕ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ ۫ وَّلَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' (البقرۃ:7)

(6)﴿وَاِنۡ تَدۡعُہُمۡ اِلَی الۡہُدٰی﴾ ''اور اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں'' ایسے شخص کو اگر کوئی حق کی دعوت دے تو وہ کبھی قبول نہیں کرتا کیونکہ دعوت پر وہی لبیک کہتا ہے جو علم رکھتا ہے۔

(7)﴿فَلَنۡ یَّہۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا﴾ ''تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے'' جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی خوب دیکھ بھال کرتے ہیں پھر پہچاننے کے بعد گمراہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں پر تالے لگا دیتا ہے۔ ان لوگوں کی ہدایت کا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا۔

(8) اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لئے تخویف و ترہیب ہے جو حق کو پہچان لینے کے بعد اسے ترک کر دے اور یہ کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اور حق کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے اور اس کے بعد اس کے لئے کوئی چیز ایسی نہ رہے جو اس کے حق میں اس سے بڑھ کر ڈرانے والی اور اس غلط روی سے اسے روکنے والی ہو۔ (تفسیر سعدی:2/1533،1532)

﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ

"اور آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو یقیناً ان پر جلدی عذاب بھیج

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا﴾

دیتا، بلکہ اُن کے وعدے کا ایک وقت ہے جس کے سوا وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے" (58)

سوال: اللہ تعالیٰ عظیم رحمت اور مغفرت والا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَرَبُّكَ ... مَوْىِٕلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ﴾ "اور آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے" رب العزت نے اپنی بے پایاں رحمت اور مغفرت کا ذکر فرمایا ہے کہ جو کوئی اس سے توبہ کرتا ہے وہ اسے بخش دیتا ہے اور اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ "بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا۔" (النساء:48)

(2) ﴿لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ﴾ "اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو یقیناً ان پر جلدی عذاب بھیج دیتا" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا ورنہ دنیا عذاب سے تباہ ہو چکی ہوتی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ "اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا ان کے ظلم کی بنیاد پر مواخذہ کرتا تو اس پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیتا ہے، چنانچہ جب ان کی مدت آ جاتی ہے تو وہ اس سے ایک گھڑی بھی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔" (النحل:61)

(3) ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ "اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ اُنہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت آجائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر:45)

(4)﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور وہ بھلائی سے پہلے بُرائی کو جلدی مانگتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرتناک سزائیں گزر چکیں اور یقیناً آپ کا رب لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے، اور یقیناً آپ کا رب بلاشبہ، بہت سخت سزا والا بھی ہے۔'' (الرعد:6)

(5) اللہ تعالیٰ تحمل والا ہے، وہ پردہ پوش ہے، سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، معاف کر دیتا ہے اور کبھی کسی کو گمراہی سے نجات دے کر راہ راست پر لے آتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے یوں ہی نہیں چھوڑ دیتا۔

(6)﴿بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ﴾ ''بلکہ اُن کے وعدے کا ایک وقت ہے'' یعنی گناہوں پر اڑے رہنے والوں کے لئے ہولناک وقت مقرر ہے۔ ایک ایسا دن جس میں انہیں ان کے اعمال کی جزا ضرور دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ فوراً گناہ پر نہیں پکڑتا، مہلت دیتا ہے۔ جب وہ مدت ختم ہو جاتی ہے پھر ہلاکت کا وقت آجاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے اور اس سے فرار کا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فوراً گرفت نہ کرنا، مہلت دینا اس کے غفور رحیم ہونے کی دلیل ہے۔

(7)﴿لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا﴾ ''جس کے سوا وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے'' اس سے بچنے کے لئے وہ کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا جو رجوع کر لیں انہیں بخش دیتا ہے اور جو ظلم پر جم جائیں ان پر عذاب نازل کر دیتا ہے جس سے وہ کسی صورت بچ کر نکل نہیں سکتے۔

ع 8 20

﴿وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا﴾

''اور یہ بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ان کی ہلاکت کا ہم نے ایک وقت مقرر کر دیا'' (59)

سوال: تباہ شدہ بستیاں باعث عبرت ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَتِلْكَ ... مَّوْعِدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَتِلْكَ الْقُرٰٓى﴾ ''اور یہ بستیاں ہیں'' یعنی عاد، ثمود اور اصحاب الایکہ۔

(2)﴿اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا﴾ ''جن کو ہم نے ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا'' بستیوں والوں کا جرم یہ تھا کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کا انکار کر کے ظلم کیا۔ اس ظلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(3)﴿وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا﴾ ''اور ان کی ہلاکت کا ہم نے ایک وقت مقرر کر دیا'' یعنی ان کی تباہی کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو وقت مقرر تھا اس سے وہ آگے پیچھے نہیں ہوئے۔ یہ تباہ شدہ بستیاں باعث عبرت ہیں۔

(4) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم آدمی کو مہلت دے دیتا ہے، پھر جب اسے پکڑتا ہے تو پھر وہ اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''اور اس طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ ظالم لوگوں کی بستیوں کو پکڑتا ہے۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہے۔'' (مسلم:6581)

(5) دیکھ لو تباہ حال بستیوں کو ان کے باشندوں نے کفر اور سرکشی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا تو افسانے ہی افسانے رہ گئے۔ کہیں تم پر بھی عذاب نہ آجائے کہ تم نے بھی رسول کو جھٹلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جاؤ اور سیدھے راستے پر آجاؤ۔

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ

''اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا

اَمْضِيَ حُقُبًا﴾

میں زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا'' (60)

سوال: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم کے سامنے اپنے علمی سفر کے ارادے کا اظہار کیسے کیا، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ... حُقُبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ ان کے اندر بھلائی اور علم کی کتنی شدید رغبت تھی۔ انہوں نے علمی سفر پر جانے کے لئے اپنے خادم سے فرمایا، جو آپ علیہ السلام کے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ وہ سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں نبوت عطا فرمائی۔

(2) ﴿لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ﴾ ''کہ میں باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مجمع البحرین پہنچنے تک سفر جاری رکھنے کا عندیہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی تھی کہ وہاں آپ کو اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والے بندوں میں سے ایک بندہ ملے گا جس کے پاس وہ علم ہے جو آپ کے پاس نہیں۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اندر علم کی طلب اتنی شدید تھی کہ انہوں نے فرمایا: میں سفر کرتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا﴾ ”یا میں زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا۔“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے علم کے شوق اور رغبت کا پتہ چلتا ہے کہ میں طویل مسافت تک چلتا ہی چلا جاؤں گا اگرچہ مجھے سالوں سال چلنا پڑے۔

(5) اس قصے میں عالم اور طالب علم کے لئے تواضع ہے۔(البحر الوجیز:522/3)

﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ بَیۡنِهِمَا نَسِیَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا﴾

”چنانچہ جب وہ دونوں دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، سو مچھلی نے سمندر میں سُرنگ جیسا اپنا راستہ بنا لیا“(61)

سوال: دونوں جب مجمع البحرین پہنچے تو کیا واقعہ پیش آیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ۔۔۔ سَرَبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّا بَلَغَا﴾ ”چنانچہ جب وہ دونوں پہنچے“ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم دونوں مجمع البحرین پہنچے۔

(2)﴿مَجۡمَعَ بَیۡنِهِمَا نَسِیَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا﴾ ”دو دریاؤں کے سنگم پر تو دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، سو مچھلی نے سمندر میں سُرنگ جیسا اپنا راستہ بنا لیا“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اپنے ساتھ نمک لگی ہوئی خشک مچھلی لے لیں۔ ہمارا بندہ آپ کو ایسی جگہ ملے گا جہاں یہ مچھلی گم ہو گی۔ دونوں رفقاء مچھلی ساتھ لے کر چلے اور چلتے چلتے دریاؤں کے سنگم پر پہنچ گئے، وہاں ایک چشمہ تھا جسے چشمہ حیات کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں رفیق وہاں ستانے کے لئے بیٹھ گئے، تھکے ہوئے تو تھے ہی نیند آ گئی۔ مچھلی پر چشمہ حیات کے پانی کی جو چھینٹیں پڑیں تو اس میں جان بھر گئی اور حرکت پیدا ہو گئی۔ مچھلی توشہ دان میں تھی جو سیدنا یوشع علیہ السلام کے پاس تھا۔ پھر یہ توشہ دان سے کود کر دریا میں کود دی۔ اس کی آہٹ سے یوشع کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے دیکھا مچھلی پانی میں گئی اور اندر ہی اندر چلی گئی اور پانی میں ایک بل سا باقی رہ گیا۔ یہ دیکھ کر انہیں بڑا تعجب ہوا کہ اس کے راستے والا بل پتھر کے سوراخ کی طرح بدستور باقی رہا۔ یہ جوں جوں پانی میں اترتی جاتی چاروں طرف سے پتھر نما بل بنتا چلا جاتا۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ”شروع دنیا سے لے کر آج تک کبھی اس طرح پانی نہیں جما بجز اس مچھلی کی راہ کے، یہ جوں جوں اندر گئی پانی جمتا گیا اور پانی میں ایک بل باقی رہ گیا، جب تک سیدنا موسیٰ علیہ السلام واپس آ گئے اور آپ نے یہ بل اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیا اور یہ نہ کہہ دیا کہ اسی چیز کی تلاش میں ہم گھر سے نکلے ہیں۔“ (مختصر ابن کثیر:1/1105,1106)

﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدۡ لَقِیۡنَا

”پھر جب دونوں آگے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ ہمارے پاس ہمارے دن کا کھانا لاؤ، بلاشبہ ہم نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾

آج کے اس سفر سے بڑی تھکاوٹ پائی ہے'' (62)

سوال: جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا یوشع علیہ السلام سنگم سے آگے گزر گئے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا... نَصَبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا﴾ ''پھر جب دونوں آگے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ ہمارے پاس ہمارے دن کا کھانا لاؤ'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام اس سنگم سے آگے بڑھ گئے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہا:

(2) ﴿لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے آج کے اس سفر سے بڑی تھکاوٹ پائی ہے'' دوپہر کا کھانا لے آؤ، ہم اس سفر سے تھک گئے ہیں یعنی منزل مقصود کے بعد والے سفر سے۔

(3) یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے نشانی تھی کہ انہوں نے اپنا مقصد پالیا ہے، نیز اس منزل پر پہنچنے کے شوق نے ان کے لئے سفر کو آسان بنا دیا، جب وہ اس مقام سے آگے بڑھ گئے تو انہوں نے تھکاوٹ محسوس کی۔ (تفسیر سعدی: 1535/2)

﴿قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۫ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا

''اُس نے کہا کہ کیا آپ نے دیکھا کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا

الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا﴾

اور مجھے شیطان نے ہی بھلوایا کہ میں اُس کا ذکر کروں اور مچھلی نے دریا میں اپنا عجیب طرح سے راستہ بنایا تھا'' (63)

سوال: سیدنا یوشع علیہ السلام نے مچھلی کا تذکرہ نہ کرنے کا کیا سبب بتایا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... عَجَبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۫ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾ ''اُس نے کہا کہ کیا آپ نے دیکھا کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان نے ہی بھلوایا کہ میں اُس کا ذکر کروں'' دوپہر کا کھانا طلب کرنے پر سیدنا یوشع علیہ السلام نے بتایا کہ جہاں ہم نے پتھر پر ٹیک لگا کر آرام کیا تھا وہیں مچھلی عجیب طریقے سے راستہ بنا کر سمندر میں چلی گئی اور میں مچھلی کو بھول گیا۔ شیطان نے یہ واقعہ ہی میرے دل سے نکال دیا۔

(2) ﴿وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا﴾ ''اور مچھلی نے دریا میں اپنا عجیب طرح سے راستہ بنایا تھا'' یعنی جب مچھلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دریا میں چلی گئی تو یہ چیز عجائبات میں سے تھی۔ مفسرین کہتے ہیں کہ مچھلی کا پانی میں چلے جانا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کے لئے بڑا تعجب خیز تھا۔ (تفسیر سعدی: 1536/2)

﴿قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾

"موسیٰ نے کہا کہ یہی ہے جس کی ہم تلاش کر رہے تھے چنانچہ وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کا پیچھا کرتے ہوئے واپس لوٹے" (64)

سوال: دونوں پھر چھوڑی ہوئی منزل کی طرف پلٹے، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... قَصَصًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ "موسیٰ نے کہا" سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کے سمندر میں غائب ہونے کا سن کر کہا۔

(2) ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ﴾ "کہ یہی ہے جس کی ہم تلاش کر رہے تھے" ہمیں اسی جگہ کی تو تلاش تھی۔

(3) ﴿فَارۡتَدَّا﴾ "چنانچہ وہ دونوں واپس لوٹے" یعنی وہ دونوں واپس لوٹے۔

(4) ﴿عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ "اپنے قدموں کے نشانات کا پیچھا کرتے ہوئے" وہ اپنے قدموں کو تلاش کرتے واپس اسی جگہ لوٹ آئے جہاں مچھلی کو بھول گئے تھے۔

﴿فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ

"تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے ایک رحمت عطا کی تھی اور جسے ہم نے اپنے پاس

مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا﴾

سے ایک علم سکھایا تھا" (65)

سوال: سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کی وضاحت ﴿فَوَجَدَا ... عِلۡمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ﴾ "تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا" یہاں بندے سے مراد سیدنا خضر علیہ السلام ہیں۔ صحیح بخاری میں سورۃ الکہف کی تفسیر میں خضر یعنی سرسبز و شاداب کی وجہ تسمیہ بتائی گئی ہے کہ ایک مرتبہ وہ سفید زمین پر بیٹھے تو وہ حصہ زمین کے نیچے سے سرسبز ہو کر لہلہانے لگا اسی وجہ سے اُن کا نام خضر پڑ گیا۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حر بن قیس فزاری رضی اللہ عنہ سے صاحب موسیٰ کے بارے میں ان کا اختلاف ہوا۔ پھر سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلایا اور کہا کہ میرا اپنے ان ساتھی سے صاحب موسیٰ کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے جن سے ملاقات کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے راستہ پوچھا تھا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے ان کے بارے میں سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سناتھا: ''موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف رکھتے تھے کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کیا کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو اس تمام زمین پر آپ سے زیادہ علم رکھنے والا ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان تک پہنچنے کا راستہ پوچھا تو انہیں مچھلی کو اس کی نشانی کے طور پر بتایا گیا اور کہا گیا کہ جب مچھلی گم ہو جائے (تو جہاں گم ہوئی ہو وہاں) واپس آنا وہیں ان سے ملاقات ہوگی۔ چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام دریا میں (سفر کے دوران) برابر مچھلی کی نگرانی کرتے رہے پھر ان سے ان کے رفیق سفر نے کہا کہ آپ نے خیال نہیں کیا جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تو میں مچھلی کے متعلق آپ کو بتانا بھول گیا تھا اور مجھے شیطان نے اسے یاد رکھنے سے غافل کر رکھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں اسی کی تو تلاش ہے چنانچہ یہ بزرگ اسی راستے سے پیچھے کی طرف لوٹے اور سیدنا خضر سے ملاقات ہوئی ان دونوں کے ہی وہ حالات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔'' (بخاری:3400)

(3) ﴿اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ''جسے ہم نے اپنے پاس سے ایک رحمت عطا کی تھی'' سیدنا خضر ایک صالح انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت سے نوازا تھا جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ علم اور حسن عمل سے بہرہ ور تھے۔

(4) ﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ ''اور جسے ہم نے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا'' سیدنا خضر علیہ السلام کو وہ علم عطا کیا گیا تھا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عطا نہیں کیا گیا تھا۔ اگرچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بہت سے امور میں سے ان سے زیادہ علم رکھتے تھے خاص طور پر علوم ایمانیہ اور علوم اصولیہ، کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم رسولوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و عمل کے ذریعے سے تمام مخلوق پر فضیلت سے نوازا تھا۔ (تفسیر سعدی:1536/2)

(5) اس علم سے مراد نبوت کے علاوہ تکوینی علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا خضر کو عطا کیا تھا لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ علم نہیں تھا۔ یہاں جس علم کا تذکرہ ہے اس سے لوگوں کو علم کے بارے میں یہ غلط فہمی ہوئی کہ جو لوگ نبی نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ ان خاص لوگوں کو علم لدنی سے نوازتا ہے اور یہ کہ یہ باطنی علم ہے جو شریعت کے ظاہری علم سے جو قرآن و حدیث کی صورت میں موجود ہے مختلف ہے۔

﴿قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾

''موسیٰ نے اس سے کہا: ''کیا میں آپ کے پیچھے آسکتا ہوں کہ آپ مجھے اُس بھلائی میں سے سکھائیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے؟'' (66)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جو درخواست کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... رُشْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قَالَ لَهٗ مُوۡسٰى﴾ ’’موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا:‘‘ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا خضر علیہ السلام سے ملے تو انتہائی ادب کے ساتھ اپنا مقصد بیان کرتے ہوئے درخواست کی۔

(2)﴿هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا﴾ ’’کیا میں آپ کے پیچھے آسکتا ہوں کہ آپ مجھے اُس بھلائی میں سے سکھائیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے؟‘‘ کیا میں آپ کی پیروی کروں کہ آپ مجھے وہ علم سکھادیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کر رکھا ہے، تا کہ اس کے ذریعے سے میں رشد و ہدایت کی راہ پا سکوں اور اس علم کے ذریعے سے ان تمام قضیوں میں حق کو پہچان سکوں؟ سیدنا خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہام و کرامت سے نوازا ہوا تھا جس کی وجہ سے انہیں بہت سی چیزوں کے اسرار نہاں کی، جو دوسرے لوگوں پر مخفی تھے حتیٰ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر بھی مخفی تھے، اطلاع ہو جاتی تھی۔ (تفسیر سعدی:1536/2)

(3) یعنی آپ مجھے نیک علم سکھا دیں میں اس کے لئے آپ کو مجبور نہیں کر رہا۔ ایک طالب علم کو عالم سے اسی طرح درخواست کرنی چاہیے۔

﴿قَالَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا﴾

’’اُس نے کہا: ’’تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے‘‘ (67)

سوال: موسیٰ! تم سے میرا علم برداشت نہ ہوگا، سیدنا خضر علیہ السلام کے اس جواب کی وضاحت ﴿قَالَ ... صَبۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ’’اُس نے کہا:‘‘ سیدنا خضر علیہ السلام نے کہا۔

(2)﴿اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا﴾ ’’تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے‘‘ یعنی آپ کو میرے ساتھ رہنے اور میری پیروی کرنے کی قدرت حاصل نہیں کیونکہ آپ ایسے امور ملاحظہ کریں گے جن کا ظاہر برا اور باطن اس کے برعکس ہوگا۔ (تفسیر سعدی:1536/2)

(3) سیدنا خضر علیہ السلام نے کہا کہ تم میری مصاحبت برداشت نہیں کرسکو گے کیونکہ مجھ سے ایسے کام دیکھو گے جو تمہاری شریعت کے خلاف ہوں گے کیونکہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایسا علم ہے جس کو تم نہیں جانتے اور تمہارے پاس والے علم سے میں ناآشنا ہوں۔ جن باتوں پر میں مامور ہوں ان پر تم نہیں، جن پر تم مقرر ہو ان پر میں نہیں۔ میرے ساتھ رہنا مشکل ہے۔

﴿وَكَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰى مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا﴾

’’اور تم اس پر کیسے صبر کر سکتے ہو جس کا تم نے علم سے احاطہ نہیں کیا!‘‘ (68)

سوال: سیدنا خضر علیہ السلام نے صبر نہ کرنے کی جو وجہ بتائی، اس کی وضاحت ﴿وَكَيۡفَ ... خُبۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) سیدنا خضر علیہ السلام نے صبر نہ کرنے کی یہ وجہ بتائی کہ: ﴿وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا﴾ ''اور تم اس پر کیسے صبر کر سکتے ہو جس کا تم نے علم سے احاطہ نہیں کیا!'' یعنی آپ کسی ایسے معاملے میں کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کے مقصد اور انجام کا آپ کو علم نہیں، جس کے ظاہری اور باطنی معاملات کو آپ نہیں جانتے۔

(2) یعنی جو کام تمہاری شریعت کے خلاف ہوں گے اس پر اعتراض کرنے پر تم مجبور ہو گے۔

﴿قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا﴾

''موسیٰ نے کہا: ''ان شاء اللہ آپ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔'' (69)

سوال 1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے صبر کرنے کا وعدہ کر لیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... اَمْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''موسیٰ نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر علیہ السلام کو یہ یقین دہانی کروائی کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں تم سے خلاف شریعت جو کام دیکھوں گا اسے ان شاء اللہ صبر سے برداشت کروں گا اور تمہارے کسی کام پر اعتراض نہیں کروں گا۔

(3) ﴿سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا﴾ ''ان شاء اللہ آپ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا'' جس چیز کے بارے میں امتحان تھا، اس کے سامنے آنے سے پہلے یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عزم کا اظہار تھا۔ عزم ایک الگ چیز ہے اور صبر کا وجود ایک دوسری چیز ہے، اس لئے جب وہ امر واقع ہوا تو موسیٰ علیہ السلام اس پر صبر نہ کر سکے۔ (تفسیر سعدی: 2/1537)

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معاہدے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معاہدے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم کے میدان میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ کچھ لوگ ذہن کے اندر اُبھرنے والے سوالات کے جواب کے لیے وقت کا انتظار نہیں کر سکتے۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معاہدے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اُستاد کی فرماں برداری علم کی ضرورت ہے جب کہ اُستاد کے بارے میں عام طور پر یہ ذمہ داری محسوس نہیں کی جاتی۔

سوال 3: اُستاد کی فرماں برداری سے حصول علم میں کیا مدد ملتی ہے؟

جواب: (1) اُستاد کی فرماں برداری دراصل عاجزی کا اظہار ہے۔ انسان جب کسی کے علم کو درست سمجھتا ہے تو اُس کی اطاعت کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) اطاعت ہی دراصل وہ پیمانہ ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم حاصل کرنے والے کے اندر قبولیت کا مادہ موجود ہے۔ اور جب قبولیت کا مادہ نہ ہو تو علم اندر ٹھہر نہیں سکتا۔

﴿قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَكَ

''اُس نے کہا: ''پھر اگر تم میری پیروی کرتے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھنا جب تک میں خود تم سے

9 ع 11 21

مِنْهُ ذِكْرًا﴾

اس کا ذکر شروع نہ کروں'' (70)

سوال 1: سیدنا خضر علیہ السلام نے اپنی صحبت کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو شرط عائد کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... ذِكْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' یعنی سیدنا خضر علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا﴾ ''پھر اگر تم میری پیروی کرتے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھنا جب تک میں خود تم سے اس کا ذکر شروع نہ کروں'' سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے شرط کرائی اور فرمایا کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو کسی کام کو دیکھ کر اس کی مصلحت مجھ سے نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود تمہارے پوچھے بغیر اسے بتلا نہ دوں۔ (مختصر ابن کثیر: 1108/1)

(3) یعنی مجھ سے کوئی سوال کرنے میں پہل کرنا نہ میرے کسی فعل پر مجھ پر کوئی نکیر کرنا جب تک کہ میں خود ہی آپ کو مناسب وقت پر اس کے حال کے بارے میں نہ بتا دوں۔ یہ گویا سیدنا خضر علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ بالآخر حقیقت حال سے انہیں آگاہ کریں گے۔ (تفسیر سعدی: 1537/2)

(4) یہ متعلم کے عالم کے لئے اور پیروی کرنے والے کی طرف سے متبوع کے لئے آداب ہیں۔

سوال 2: عالم کے آداب کیا ہیں؟

جواب: (1) اُستاد کی بات کو اپنی بات پر فوقیت دینا۔ (2) اُستاد کی طرف سے کی جانے والی وضاحت کا انتظار کرنا۔ (3) اپنی بات کو ترجیح نہ دینا۔ (4) اُستاد کی اطاعت کرنا۔ (5) اُستاد کا ادب و احترام کرنا۔ (6) استاد کے آگے تواضع کرنا۔ (7) اُستاد کی علم کی وجہ سے عزت کرنا۔ (8) اُستاد کی دل شکنی کا احساس رکھنا۔

سوال 3: علم سیکھنے کے کتنے درجات ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:علم کے پانچ درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان خاموش رہنا سیکھے۔دوسرا درجہ یہ ہے کہ توجہ سے سننا سیکھے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ جو سنے اسے یاد رکھے۔چوتھا درجہ ہے کہ جو کچھ معلوم ہو جائے اس پر عمل کرے۔اور پانچواں درجہ یہ ہے کہ جو علم حاصل ہوا سے پھیلائے۔

سوال4:علمی سوال کرنے کے بارے میں علماء کے مؤقف کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)علم کی اشاعت کے سلسلے میں سلف صالحین کے جو حالات ملتے ہیں،ان میں ایک خاص بات یہ ملتی ہے کہ ان بزرگوں نے شاگردوں کے لئے علمی سوال کرنے اور سوال کرنے کے معاملے میں شرم سے پرہیز کرنے پر زور دیا ہے۔

(2)سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:''علم تلاش سے بڑھتا اور سوال سے حاصل ہوتا ہے۔''ابن شہاب کا مقولہ ہے:''علم خزانہ ہے اور سوال اس کی کنجی ہے۔''

(3)ایک شخص عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حلقے میں حاضر ہوا۔محدث طرح طرح کے سوال کر رہے تھے،مگر وہ شرم سے چپ بیٹھا تھا۔سیدنا عبداللہ نے محسوس کیا اور ایک پرزے پر کچھ اشعار لکھ کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ان اشعار کا ترجمہ یہ تھا: ''بندۂ خدا'' آج سوال کرنے سے ہچکچاتے رہے تو کل جب لوٹو گے تو ہاتھ میں ڈھاک کے تین پات ہی ہوں گے۔شیخ کو سوالوں سے پریشان کرو،تم اسے نرم پاؤ گے اور وہ تمہیں ہاتھوں ہاتھ لے گا۔بیواؤں کی طرح نہ چلاؤ گے تو شیخ کے پاس سے خالی ہاتھ اٹھو گے۔مراد یہ تھی کہ شرم کے باعث سوال کرنے سے پرہیز نہ کرو بلکہ سوال کرو تا کہ تمہیں علم حاصل ہو۔

(4)امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ سب علم کیسے حاصل کیا انہوں نے جواب دیا:مسلسل سوال کرنے سے اور ایک ایک لفظ گرہ میں باندھنے سے۔

(5)ایک مشہور مقولہ ہے:''جو سوال کرنے میں سبکی محسوس کرتا ہے اس کا علم بھی ہلکا ہوتا ہے۔''

(6)ایسے ہی سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:''جو کوئی طلب علم میں شرماتا ہے اس کا علم حقیر رہتا ہے۔''

سوال5:علمی سوال پر استاد کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب:(1) سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پانچ باتیں ایسی ہیں جنہیں خوب یاد رکھنا چاہئے اور ان کے لئے ہر قسم کی مشقت برداشت کرنی چاہئے۔(i)بندہ اپنے گناہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے۔(ii)انسان اپنے پروردگار کے سوا کسی سے آس نہ لگائے۔(iii)جاہل سوال کرنے سے نہ شرمائے۔(iv)عالم اگر کوئی بات نہیں جانتا،تو نہ جاننے کا اعتراف کرنے میں شرم محسوس نہ کرے۔(v)(مصائب میں صبر کرے کیونکہ)ایمان میں صبر کا درجہ وہی ہے جو جسم میں سر کا۔جس طرح بے سر کا جسم بیکار ہے،اسی طرح جس انسان میں صبر نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) سیدنا لقمان نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ اب تیری دانائی کس منزل پر ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ بے فائدہ باتوں سے پرہیز کرنے لگا ہوں۔ سیدنا لقمان نے کہا کہ ابھی ایک کسر باقی ہے وہ یہ کہ علم رکھنے والوں کی صحبت میں بیٹھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ دانائی کے نور سے مردہ دلوں کو اس طرح زندہ کر دیتا ہے جس طرح مینہ سے مردہ زمین کو۔

سوال 6: طالب علم کے اخلاق کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) نبی ﷺ کے اخلاق کے بارے میں جو کچھ بیان کیا اس میں یہ بھی ہے کہ (2) ''نبی ﷺ نے اپنے نفس سے تین چیزیں بالکل دور کر دی تھیں: (i) بحث و مباحثہ کرنا۔ (ii) ضرورت سے زیادہ بات کرنا۔ (iii) جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا۔ (3) دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز فرماتے تھے: (i) کسی کو برا نہیں کہتے تھے۔ (ii) کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے۔ (iii) کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔ آپ ﷺ وہی باتیں کرتے تھے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا۔ (ترمذی)

(4) آپ ﷺ کا اپنا فرمان بھی ہے: ''انسان کے اسلام کی خوبی میں یہ بات بھی ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو ترک کر دے۔'' (ترمذی)

﴿فَانْطَلَقَا ۗ حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیۡنَۃِ خَرَقَہَا ؕ قَالَ اَخَرَقۡتَہَا لِتُغۡرِقَ

''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ کشتی میں سوار ہو گئے تو اس نے اس میں شگاف ڈال دیا، موسیٰ نے کہا: کیا آپ نے اس میں شگاف

اَہۡلَہَا ۚ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئًا اِمۡرًا﴾

ڈال دیا کہ آپ کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ بلاشبہ یقیناً یہ آپ نے بہت برا کام کیا ہے'' (71)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا خضر علیہ السلام کی رفاقت میں کون سا واقعہ پہلے پیش آیا، اس کی وضاحت ﴿فَانْطَلَقَا ... اِمۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَانْطَلَقَا ۗ حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیۡنَۃِ خَرَقَہَا﴾ ''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ کشتی میں سوار ہو گئے تو اُس نے اُس میں شگاف ڈال دیا'' پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ سیدنا خضر علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام چلے کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ اس کشتی میں اُن دونوں کے علاوہ اور سوار بھی موجود تھے۔

(2) یعنی سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا اور اس کے پیچھے ایک مقصد تھا جس کو وہ عنقریب بیان کریں گے۔ (تفسیر سعدی: 2/1537)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''کیا آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا کہ آپ کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ بلاشبہ یقیناً یہ آپ نے بہت بُرا کام کیا ہے''(i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب عقل اور شریعت کے خلاف ایک کام دیکھا تو صبر نہ کرسکے۔ وعدہ ٹوٹ گیا کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بُرائی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں ایک قبطی اور اسرائیلی کو لڑتے دیکھا تو ایسا مکا رسید کیا کہ جان لے لی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی لیکن دوسرے دن جب اسرائیلی اور مصری لڑے تو یہ پھر غصے ہوئے تو یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مزاج تھا۔(ii) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس خاص علم کے بارے میں پتہ نہیں تھا جس کے تحت کشتی کے تختے توڑے گئے اس لیے صبر نہ کرسکے۔

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس علم کی خبر نہیں تھی جس کے تحت تختے توڑ ڈالنا ہی درست تھا اور علم شریعت کے اعتبار سے جو چیز کسی کی ذاتی ملکیت نہیں اُس پر اپنا اختیار استعمال کرنا اور وہ بھی غلط طریقے سے استعمال کرنا درست نہیں۔ اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے علم نبوی اور عقلی اعتبار سے اس کام کو ہیبت ناک قرار دیا۔

﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾

''اُس نے کہا: ''کیا میں نے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے'' (72)

سوال: سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دخل اندازی پر انہیں کیسے تنبیہ کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... صَبْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا:'' سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دخل اندازی پر انہیں تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ ''کیا میں نے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے'' سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو شرط یاد دلائی اور کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم سے صبر نہیں ہوسکے گا کیونکہ ان کاموں کے بارے میں علم نہیں رکھتے اور ان کاموں کی مصلحتوں کے بارے میں تمہارا علم تمہیں کچھ نہیں بتاتا۔

﴿قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا﴾

''موسیٰ نے کہا: ''جو میں بھول گیا اُس پر آپ مجھے نہ پکڑیں اور میرے معاملے میں مجھے مشکل میں نہ پھنسائیں'' (73)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غلطی پر کیسا رویہ رکھا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... عُسْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر علیہ السلام سے اپنی غلطی پر معذرت کرتے ہوئے کہا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَلَا تُؤَاخِذۡنِیۡ بِمَا نَسِیۡتُ﴾ ''جو میں بھول گیا اُس پر آپ مجھے نہ پکڑیں'' یعنی بھول پر گرفت نہ کریں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں شرطوں کو بھول گیا۔

(3)﴿وَلَا تُرۡهِقۡنِیۡ مِنۡ اَمۡرِیۡ عُسۡرًا﴾ ''اور میرے معاملے میں مجھے مشکل میں نہ پھنسائیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرے ساتھ سختی کا نہیں آسانی کا معاملہ کریں۔ (4) یعنی مجھے مشکل میں نہ ڈالیں۔ (تفسیر سعدی: 1537/2)

﴿فَانۡطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَکِیَّةًۢ

''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ ایک لڑکے سے ملے۔ پھر اس (خضر) نے اُسے قتل کر دیا موسیٰ نے کہا: ''کیا آپ نے ایک بے گناہ

بِغَیۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡـًٔا نُّکۡرًا﴾

جان کو بغیر کسی جان کے بدلے کے قتل کر دیا؟ بلاشبہ یہ تو آپ نے یقیناً بہت بُرا کام کیا'' (74)

سوال 1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ علمی سفر کیسے شروع ہوا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا کون سا واقعہ دیکھا، اس کی وضاحت ﴿فَانۡطَلَقَا ... فَقَتَلَهٗ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَانۡطَلَقَا﴾ ''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے'' سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی معذرت قبول کر لی۔ یوں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا علمی سفر دوبارہ شروع ہوا۔

(2)﴿حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ﴾ ''حتیٰ کہ وہ ایک لڑکے سے ملے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا واقعہ یہ دیکھا کہ ایک لڑکے کو سیدنا خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا اور یہ قتل عمد تھا۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر علیہ السلام کے فعل پر جو اعتراض کیا تھا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... نُّکۡرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''کہا'' سیدنا خضر علیہ السلام کے فعل پر اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَکِیَّةًۢ بِغَیۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡـًٔا نُّکۡرًا﴾ ''کیا آپ نے ایک بے گناہ جان کو بغیر کسی جان کے بدلے کے قتل کر دیا؟ بلاشبہ یہ تو آپ نے یقیناً بہت بُرا کام کیا'' اس پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سخت ناراض ہوئے۔ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس چھوٹے سے بچے کو قتل کر دیا جس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوا، تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی حمیت دینی نے جوش مارا اور کہنے لگے: ﴿اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَکِیَّةًۢ بِغَیۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡـًٔا نُّکۡرًا﴾ چھوٹے سے معصوم بچے کے قتل جیسا برا کام اور کون سا ہو سکتا ہے، جس کا کوئی جرم نہیں اور نہ اس نے کسی کو قتل کیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1538,1537/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النّور پبلیکیشنز